باب چہارم: بشیر بدرؔ کی غزلیات کا عروضی مطالعہ

ا۔ مرغوب اوزان کے اسباب

ہر شاعر اپنی موزونیِ طبع اور فکری مزاج کے مطابق چند مخصوص اوزان میں طبع آزمائی کرتا ہے۔ تمام بحروں کا استعمال کسی بھی شاعر کے یہاں نہیں ہوتا ہے۔ دیوان غالبؔ کا تمام کلام صرف نو(۹) بحروں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بعض بحریں محض منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے استعمال ہوئی ہیں۔ بیشتر کلام صرف بحر ہزج، رمل اور مضارع میں ہے۔ صرف غالبؔ ہی کی بات نہیں اگر پوری اردو شاعری پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو معلوم گا کہ تمام اوزان (جو سو سے زائد ہیں) میں سے اردو شاعری کا بیشتر سرمایہ صرف بیس یا پچیس اوزان پر مشتمل ہے۔ تمام اوزان کا یہ ایک چوتھائی حصہ کثیر الاستعمال ہے۔ بشیر بدرؔ نے بھی ان میں سے چنندہ اور چیدہ چیدہ اوزان ہی میں کلام پیش کیا ہے۔ انھوں نے **بحر ہزج، بحر رمل، بحر رجز، بحر کامل، بحر مضارع ، بحر متقارب، بحر متدارک، بحر مجتث اور بحر خفیف** کے اوزان میں غزلیں کہی ہیں۔ یہ کل نو(۹) بحریں ہوئیں۔ ان کے علاوہ انھوں نے ہندی بحر سے ماسوم وزن کو برتا ہے جو بحر متقارب ہی کی مزاحف صورت ہے لیکن بعض امتیازی خوبیوں کی بنا پر ہم نے اس کو الگ سے گنتی میں شمار کیا ہے۔ اس طرح کل دس (۱۰) بحریں ہوئیں۔ مذکورہ بحور میں سے ہزج، رمل، رجز، متقارب اور متدارک مفرد جب کہ مضارع اور خفیف مرکب بحریں ہیں۔ بشیر بدرؔ نے ہزج، کامل، متقارب اور متدارک کی سالم اور باقیوں کی مزاحف صورتیں استعمال کی ہیں۔ تمام سالم اور مزاحف صورتوں کو ملا کر انھوں نے کل دس (۱۰) بحروں کے پچیس (۲۵) اوزان میں غزلیں کہی ہیں۔ عروضی تجربات کی رو سے ان کی انفرادیت کے دو حوالے ہیں۔ ایک یہ کہ انھوں نے بعض ایسے اوزان کو اختیار کیا ہے جن کو متداول اردو شاعری میں کم ہی برتا گیا ہے۔ ایسے اوزان میں خاص طور سے وہ اوزان قابلِ ذکر ہیں جو پنگل یا چھند شاستر سے متاثر ہو کر بحر متقارب اور متدارک کی مزاحف صورتوں ڈھلے ہیں اور اس کے علاوہ سمان سویا چھند اور راس چھند میں غزلیں کہنا ان کی انفرادیت ہے۔ اس کے علاوہ انھوں جو مروج اور مستعمل اوزان اختیار کیے ہیں، ان میں بھی ایک الگ اور امتیازی سلیقہ نظر آتا ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ان تمام اوزان کی فہرست اور ہر ایک وزن میں کہی گئی غزلوں کی تعداد درج ذیل ہے:

1۔بحر ہزج کل ۴۰ غزلیں

بحر ہزج مثمن سالم: مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن ۱۱

بحر ہزج اشتر دوازدہ رکنی (بارہ رکنی): فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن ۳

بحر ہزج مثمن اشتر: فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن ۳

ہزج مثمن اخرب سالم: مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن ۱۱

بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول مفاعیل مفاعیل فَعُولن ۹

بحر ہزج مسدس محذوف: مفاعی لن مفاعی لن فعولن ۵

2۔بحر رمل کل ۴۷ غزلیں

بحر رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن ۱۴

بحر رمل مسدس محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن ۵

بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن ۱۸

بحر رمل مسدس مخبون محذوف مسکن: فاعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن ۳

بحر رمل مثمن مشکول مسکّن: مفعول فاعِلاتن مفعول فاعِلاتن ۶

3۔بحر رجز کل ۲ غزلیں

بحر رجز مثمن سالم: مستفعِلن مستفعِلن مستفعِلن مستفعِلن ۲

4۔بحر کامل کل ۲۲ غزلیں

بحر کامل مثمن سالم: متَفاعلن متَفاعلن متَفاعلن متَفاعلن ۲۲

5۔بحر مضارع کل ۳۵ غزلیں

بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن ۳۵

6۔بحر مجتث کل ۴۱ غزلیں

بحر مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن ۴۱

7۔بحر متقارب سالم کل ۱۵ غزلیں

بحر متقارب مثمن سالم: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فعولن ۵

بحر متقارب مثمن محذوف: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعَل ۹

بحر متقارب چوبیس رُکنی:

فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن ۱

8۔بحر متقارب اثرم (ہندی بحریں)   ۳۴غزلیں

بحر متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف (بحر ہندی):

فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُولن   ۷

بحر متقارب مثمن اثرم مقبوض مضاعف (ہندی بحر)

فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل   ۱۰

بحر متقارب اثرم مضاعف چہاراز دہ رکنی (ہندی بحر)

فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول   ۱

بحر متقارب مسدس مضاعف (بحر ہندی): فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل   ۱۳

بحر متقارب مثمن اثرم مقبوض (ہندی بحر): فِعْل فَعُول فَعُول فَعُولن   ۳

9۔بحر متدارک   کل۲۸غزلیں

بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن   ۱۲

متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن   ۱۶

10۔بحر خفیف   کل۴۰غزلیں

بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فِعْلن   ۴۰

مرغوب اوزان

جس طرح شاعر کے مزاج اور فکر و فن میں انفرادیت ہوتی ہے، اسی طرح ہر وزن کی اپنی انفرادیت ہوتی ہے۔ یوں تو ہر وزن موزونیت کا ایک سانچہ ہے لیکن ہر وزن میں ہر طرح کا خیال نہیں سمویا جاسکتا۔ طبیعت کی موزونیت یہی ہے کہ شاعر ہر خیال کی مناسبت سے وزن تلاش کرے۔ یہ تلاش بہت زیادہ شعوری نہیں ہوتی بلکہ شاعر پر جب آمد ہوتی ہے تو خیال بنے بنائے سانچے میں ڈھل کر آتا ہے اور اگر مسئلہ آمد کا نہیں آورد کا ہو تو شاعر کی عروض فہمی کام آتی ہے۔ مثنوی اور رباعی کے لیے مخصوص اوزان کا ہونا اسی بات کی دلیل ہے کہ ہر خیال ہر وزن میں نہیں ڈھالا جاسکتا ہے۔ بشیر بدرؔ کے مخصوص اوزان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے فکر و نظر کے موافق اوزان کو منتخب کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے کل پچیس (۲۵) اوزان میں شعر کہے ہیں لیکن ان میں سے بعض اوزان میں بہت کم غزلیں کہی ہیں تاہم تیرہ (۱۳) اوزان ایسے ہیں جن میں غزلوں کی تعداد (دس سے زیادہ) اچھی خاصی ہے لہٰذا ان اوزان کو ہم بشیر بدرؔ کے مرغوب اوزان خیال کرتے ہیں۔ ان سبھی اوزان کی فہرست اور غزلوں کی تعداد ملاحظہ کیجیے:

۱۔	بحر کامل مثمن سالم: متَفاعلن متَفاعلن متَفاعلن متَفاعلن	۲۲
۲۔	بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن	۴۱
۳۔	بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن	۳۵
۴۔	بحر ہزج مثمن سالم: مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن	۱۱
۵۔	ہزج مثمن اخرب سالم: مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن	۱۱
۶۔	بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول مفاعیل مفاعیل فَعُولن	۰۹
۷۔	بحرِ رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن	۱۴
۸۔	بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن	۱۸
۹۔	بحر متقارب مثمن اثرم مقبوض مضاعف (ہندی بحر) فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل	۱۰
۱۰۔	بحر متقارب مسدس مضاعف (بحر ہندی): فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل	۱۳
۱۱۔	بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن	۱۲
۱۲۔	متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن	۱۶
۱۳۔	بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فِعْلن	۴۰

بشیر بدرؔ کی موزونیِ طبع اور ان کے اوزان کی مرغوبیت کے اسباب کو سمجھنے کے لیے ہم نے چند اوزان کو بغور دیکھنے کی کوشش کی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ بحر کامل مثمن سالم: متَفاعلن متَفاعلن متَفاعلن متَفاعلن

بحر کامل ایک مشہور بحر ہے جو اپنی سالم صورت میں اردو فارسی اور عربی میں رائج ہے۔ اس بحر کو اسم با مسمیٰ کہا جاسکتا ہے، اس لیے کہ اس میں ہر طرح کی فکر کو ڈھالا جاسکتا ہے۔ فلسفیانہ افکار سے لے کر رومانی مزاج شعر تک ہر طرح کے مضامین اس میں ڈھل جاتے ہیں۔ بشیر بدرؔ نے اس بحر میں بہترین عشقیہ غزلیں کہی ہیں جو غنائیت اور نغمگی کے جوہرِ خاص سے آراستہ ہیں۔ غنائیت اس بحر کی سرشت میں ہے۔ اقبالؔ کی فلسفیانہ فکر بھی جب اس بحر میں ڈھلی ہے تو غنائیت کے جوہر کے بغیر نہ رہ سکی۔ اس بحر کی ایک ممکنہ خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بھی بسرام کی طرح دو نیم کا حُسن واضح ہوتا ہے یعنی مصرع آہنگ کے دو ٹکڑوں میں بٹ جاتا ہے مثال کے طور پر علامہ کا یہ مقبولِ عام شعر ملاحظہ فرمائیں۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

اس شعر کے پہلے مصرعے میں دونیم کا حُسن واضح ہے۔ تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے / ترا آئینہ ہے وہ آئینہ ۔پہلا حصہ بھی دو متفاعلن کے ارکان پر مشتمل ہے اور دوسرا بھی۔ دوسرا مصرعہ اگرچہ بہت خوب ہے لیکن دونیم کے حُسن سے متصف نہیں ہو سکا ہے۔ دوسرے مصرعے کو اگر دو متفاعلن پر دیکھیں تو یہ ترتیب ہے؛ کہ شکستہ ہو تو عزیز تر / ہے نگاہِ آئینہ ساز میں۔ ''ہے'' جس کی نحوی ترکیب جزو اول سے ہے، جزو دوم میں چلے گیا ہے لیکن صوتی مناسبات سے شعر کا حُسن برقرار ہے۔ دونیم کی شکست کو اساتذہ نے شکستِ ناروا کہا ہے لیکن یہ کوئی ایسا عیب بھی نہیں کہ اس سے بچنا لازم ہو البتہ اس کے التزام سے شعر کی موزونیت میں چار چاند لگتے ہیں۔ بشیر بدرؔ نے اس بحر کو خالص عشقیہ شاعری کے لیے چنا ہے اور اس میں بہترین غزلیں کہی ہیں۔ عشقیہ شاعری میں دردو سوز اور غنائیت دو ناگزیر خصوصیات ہیں، ان کے بغیر عشقیہ کلام بے جان اور خشک رہ جاتا ہے۔ اسی سبب سے ان کی خالص عشقیہ غزلیں جو درد و سوز اور غنائیت سے لبریز ہیں اس بحر میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ چند مطلع ملاحظہ کیجیے، دونیم کے حُسن کو واضح کرنے کے لیے ہم نے وقفے کی علامت کا استعمال کیا ہے۔

یوں ہی بے سبب نہ پھرا کرو، کوئی شام گھر بھی رہا کرو
وہ غزل کی سچی کتاب ہے، اسے چپکے چپکے پڑھا کرو

ابھی اس طرف نہ نگاہ کر، میں غزل کی پلکیں سنوار لوں
مرا لفظ لفظ ہو آئینہ، تجھے آئینے میں اتار لوں

مرے دل کی راکھ کرید مت، اسے مسکرا کے ہوا نہ دے
یہ چراغ پھر بھی چراغ ہے، کہیں تیرا ہاتھ جلا نہ دے

۲۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

بحر مجتث ایک مرکب بحر ہے۔ سالم صورت میں اس کے اصل ارکان مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن ہیں۔ یہ بحر اردو میں سالم مستعمل نہیں ہے البتہ اس کی چند مزاحف صورتوں میں سے ایک صورت مذکورہ وزن یعنی مفاعِلُن فَعِلاتن مفاعِلُن فَعِلن ہے، جو خبن، حذف اور سکون کے زحافات سے حاصل ہوتی ہے۔ اس بحر کا شمار بھی چند اہم مترنم بحروں میں ہوتا ہے؛ جیسے کہ فیضؔ کی مشہور غزل ''گلوں میں رنگ بھرے باد نو بہار چلے'' اسی وزن پر ہے۔ بشیر بدرؔ نے اس بحر میں عشقیہ مضامین کے ساتھ ساتھ جدید فکر و نظر کے خیالات بھی پروئے ہیں۔ چند مطلع ملاحظہ کیجیے۔

دہکتی دھوپ سمندر ہے،یہ جزیرے ہیں
گھنے درخت جو سڑکوں پہ سایہ کرتے ہیں

اگر یقیں نہیں آتا تو آزمائے مجھے
وہ آئینہ ہے تو پھر آئینہ دکھائے مجھے

ہوا میں ڈھونڈ رہی ہے کوئی صدا مجھ کو
پکارتا ہے پہاڑوں کا سلسلہ مجھ کو

دہکتے نیزوں سے یہ رات حملہ کر دے گی
سجا کے چاند کی کشتی میں میرا سر دے گی

چمکتے چاند ستاروں کو اور کیا دو گے
ان آئینوں میں کئی بدلیاں چھپا دو گے

مجھے بھلائے کبھی یاد کر کے روئے بھی
وہ اپنے آپ کو بکھرائے اور پروئے بھی

قدم جمانا ہے اور سب کے ساتھ چلنا ہے
ہم اپنی راہ کا پتھر ہیں اور دریا بھی

کسے خبر تھی تجھے اس طرح سجاؤں گا
زمانہ دیکھے گا اور میں نہ دیکھ پاؤں گا

سنوار نوک پلک ابروؤں میں خم کر دے
گرے پڑے ہوئے لفظوں کو محترم کردے

اُداس آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے ہیں
یہ موتیوں کی طرح سیپیوں میں پلتے ہیں

اُداس رات ہے کوئی تو خواب دے جاؤ
مرے گلاس میں تھوڑی شراب دے جاؤ

۳۔بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف:مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

بحر مضارع بھی ایک مرکب بحر ہے، جس کے سالم ارکان مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن ہیں۔یہ بحر بھی اردو میں سالم مستعمل نہیں ہے۔اس کے چند مزاحف اوزان میں سے ایک وزن مذکورہ یعنی مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن ہے، جو خرب، کف اور حذف سے حاصل ہوتا ہے۔واضح رہے کی یہ وزن بھی چند اہم مترنم اوزان میں سے ایک ہے۔جیسے کہ ساحر لدھیانوی کی مشہور و مقبول غزل جو بالی وڈ کی دنیا میں ایک زمانے تک چھائی رہی ”ملتی ہے زندگی میں محبت کبھی کبھی“ اسی وزن پر ہے۔بشیر بدرؔ کی اکثر غزلیں اس وزن میں ہیں ۔چند مطلعے درج ہیں۔

ٹوٹے ہوئے ستار کے سب تار کس گئے
بارش ہوئی کہ درد کے نغمے برس گئے

دلہن بنی ہے رات بڑے اہتمام سے
آنسو سجا رہی ہے ستاروں کے نام سے

تم نے بھی کم نصیب پہ کچھ کم نگاہ کی
اس نے تو خیر زندگی اپنی تباہ کی

سادہ ورق پہ ابھرے گا شاید قلم کا چاند
شہر غزل کی رات ہے بادِ صنم کا چاند

جب تک نگارِ دشت کا سینہ دُکھا نہ تھا
صحرا میں کوئی لالۂ صحرا کھلا نہ تھا

لہروں میں ڈوبتے رہے دریا نہیں ملا
اس سے بچھڑ کے پھر کوئی ویسا نہیں ملا

اب تیرے میرے بیچ ذرا فاصلہ بھی ہو
ہم لوگ جب ملیں تو کوئی دوسرا بھی ہو

جگنو کوئی ستاروں کی محفل میں کھو گیا اتنا نہ کر ملال جو ہونا تھا ہو گیا
شیشہ بھی آج سرمد و منصور ہوگیا آئینہ تجھ کو دیکھ کے مغرور ہوگیا

۴۔بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

بحر خفیف ایک مرکب بحر ہے جو کہ مسدس الاصل ہے یعنی اس کے ہر مصرعے میں تین ارکان ہیں اور شعر میں کل چھ ارکان ہیں۔اس کے سالم ارکان فاعلاتن مستفعلن فاعلن ہیں۔مذکورہ وزن فاعِلاتن مَفاعلن فِعْلن اس بحر کا مزاحف وزن ہے جو خبن، حذف اور قطع سے حاصل ہوتا ہے۔یہ ایک مروج اور متداول وزن ہے، جس میں اساتذہ شعرا کا بہترین کلام درج ہے؛میرؔ کی مشہور غزل ''ہستی اپنی حباب کی سی ہے'' اور غالبؔ کی ''دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے'' کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔بشیر بدرؔ نے بھی اس وزن میں طبع آزمائی کی کوشش کی ہے،ان کی منفرد امیجری اس وزن میں ڈھلی ہے۔

زندگی موسموں کی ہجرت ہے دل کا پت جھڑ بھی خوبصورت ہے
سات رنگوں کے شامیانے ہیں دل کے موسم بڑے سہانے ہیں
دھوپ آتی ہے مجھ کو پھیلانے شامیانہ مرا ہوا تانے
اب ہوئی داستاں رقم بابا انگلیاں ہوگئیں قلم بابا
اس کی آنکھوں سا اس کے گیسو سا میرا سارا کلام خوشبو سا
بھول شاید بہت بڑی کر لی ہم نے دنیا سے دوستی کر لی
بے وفا راستے بدلتے ہیں ہم سفر ساتھ ساتھ چلتے ہیں

۵۔بحر متدارک مثمن سالم اور مضاعف: فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن

بحر متدارک مثمن سالم میں مفاعلن ایک مصرعے میں چار بار اور شعر میں آٹھ بار آتا ہے۔بشیر بدرؔ نے اس کی سالم صورتوں کے ساتھ ساتھ مضاعف میں بھی غزلیں کہی ہیں۔مضاعف میں ارکان کی تعداد دوگنی ہوتی ہے۔اس طرح مفاعلن ہر ایک مصرعے میں آٹھ بار آجاتا ہے۔چند مطلع ملاحظہ ہو۔

مسکراتے رہے غم چھپاتے رہے محفلوں محفلوں گنگناتے رہے
موت کے تیرہ و تار شمشان میں زندگی کے کنول جگمگاتے رہے
اپنی کھوئی ہوئی جنتیں پا گئے زیست کے راستے بھولتے بھولتے
موت کی وادیوں میں کہیں کھو گئے تیری آواز کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے
میری یادوں کی اک اک گلی سو گئی میرے خوابوں کے سارے مکاں سو گئے

دل شبِ تارکی سلطنت ہوگیا جب سے اشکوں کے شہزادگاں سو گئے

مذکورہ تجربہ اس حیثیت سے کافی دلچسپ ہے کہ اس قدر طویل ہونے کے باوجود بھی اس میں بلا کا ترنم پایاجاتاہے۔ مضاعف ہونے کے باعث بحر اگرچہ طویل ہے لیکن اس میں شاعر کا کمال یوں ظاہر ہوتا ہے کہ مصرعے کو چھوٹی چھوٹی صوتی اکائیوں میں تقسیم کیاجائے۔بشیر بدرؔ نے اس وزن میں کہیں دونیم کے حُسن ر میں اور کہیں دوفاعلن کے صوتی وقفوں میں شعر کہے ہیں، جن سے اشعار میں بے پناہ ترنم اور موسیقیت پیدا ہوئی ہے، مثلاً۔

اپنی کھوئی ہوئی /جنتیں پا گئے/ زیست کے راستے /بھولتے بھولتے

موت کی وادیوں /میں کہیں کھوگئے /تیری آواز کو /ڈھونڈتے ڈھونڈتے

خواہشیں جیسے افریقہ کی بیٹیاں/ جنگِ آزادی میں سر سے باندھے کفن

حلقۂ نور میں آگے بڑھتے ہوئے /دھوپ کو چھیڑتے آبنوسی بدن

متدارک مثمن سالم میں بھی بشیر بدرؔ نے اکثر غزلیں کہی ہیں،چند مطلعے ملاحظہ ہوں۔

یہ کسک دل کی دل میں چھپی رہ گئی زندگی میں تمھاری کمی رہ گئی

شعر میرے کہاں تھے کسی کے لیے میں نے سب کچھ لکھا ہے تمھارے لیے

بے خبر کرسیاں آنکھ ملتی رہیں بستیاں بے گناہوں کی جلتی رہیں

محفلِ میکشاں کوچۂ دل براں ہر جگہ ہو لیے اب چلیں دل کہاں

سر سے چادر بدن سے قبا لے گئی زندگی ہم فقیروں سے کیا لے گئی

۶۔بحرِ متقارب اثرم اور ہندی اوزان

شعر کی موزونیت کا دارومدار الفاظ کی صوتیات پر ہے اور اردو زبان میں عربی اور فارسی کے ساتھ ساتھ سنسکرت کے صوتی اثرات بھی واضح ہیں یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری کے بعض امکانات پنگل یا چھند شاستر میں پوشیدہ ہیں۔ پنگل یا چھند شاستر میں چند نہایت ہی مترنم اوزان (مثلاً دوہا چھند وغیرہ) ایسے ہیں جو اردو کے مزاج سے ہم آہنگی رکھتے ہیں اور علم العروض میں ان کی کوئی متبادل صورت موجود نہیں ہے۔

واضح رہے کہ ہندی عروض سے ہماری مراد سنسکرت کا عروض ہے۔ اردو کے ابتدائی زمانے میں موجودہ ہندی زبان کا کوئی نشان نہیں تھا۔ہندی زبان کی تاریخ زیادہ قدیم نہیں ہے اور ہندی نے سنسکرت ہی کے عروض کو اپنایاہے۔ اردو کے ابتدائی زمانے میں ہمارے شعرانے یا تو فارسی میں شاعری کی یا اردو میں لیکن وہ اردو آج کی اردو کی طرح ڈھلی منجھی اور سڈول نہیں تھی بلکہ اپنے تشکیلی دور سے گزر رہی تھی۔ اردو کی

لسانی تشکیل میں مقامی بولیوں کا خاص کردار رہا ہے، جن میں کھڑی بولی، برج بھاشا اور ہریانوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ فارسی کے علاوہ مقامی بولیوں میں جو شاعری ہوئی وہ مقامی عروض ہی میں ہوئی جو دراصل سنسکرت کا عروض ہے۔ جن مقامی بحور و اوزان کو شعرا نے اپنایا وہ سنسکرت ہی سے آئے تھے۔ یہ بات مصدقہ ہے کہ موجودہ ہندی کے جنم لینے سے قبل ہی اردو شعرا نے سنسکرت کے عروض سے استفادہ کیا ہے اور یہ سلسلہ عہد متوسط اور عہدِ جدید میں بھی جاری رہا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابتدائی اردو شعرا کے علاوہ سراج اورنگ آبادی، میر تقی میر، نظیر اکبر آبادی، اکبر الہ آبادی، فراق گورکھپوری سے ہوتے ہوئے بشیر بدرؔ تک شعرا کی ایک طویل فہرست ہے، جن کے کلام میں پنگل یا چھند شاستر کے تجربات دیکھنے کو ملتے ہیں لہٰذا ہمارے لیے پنگل یا چھند شاستر کا مطالعہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔

علم العروض میں بحروں کی تشکیل عروضی ارکان پر رکھی گئی ہے جب کہ چھند میں یہ کام آوازوں کی چھوٹی بڑی اکائیوں سے براہ راست لیا جاتا ہے۔ پنگل یا چھند شاستر میں فعولن فاعلن کا چکر نہیں ہے یہاں بحور و اوزان آوازوں کی تعداد و ترتیب سے براہ راست طے کیے جاتے ہیں۔ ماترک اور ورنک دونوں ہی چھندوں میں بعض نہایت ہی مترنم اوزان ہیں اور ان کے متبادل اردو میں موجود ہیں۔ اہل اردو کے لیے وہ اوزان اہم نہیں ہیں جو علم العروض میں بخوبی موجود ہیں۔ اس لیے کہ جب عروض میں وہ اوزان موجود ہیں تو اہل اردو کو ایسے چھندوں سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔ اہل اردو کو ہندی کے دو نوعیت کے چھندوں سے واسطہ رہا ہے، رہتا ہے اور رہنا چاہیے۔ ایک ایسے چھند جن کا کوئی متبادل وزن علم العروض میں موجود تو ہے لیکن تخنیق اور تسکین اوسط جیسے پیچیدہ زحافات سے مصرعوں میں ارکان و افاعیل کے دشوار تغیر کو ماہر عروض دان ہی سمجھ سکتا ہے۔ شاعر کے لیے عروض فہمی تو ضروری ہے لیکن ہر شاعر کامل اور ماہر عروض دان نہیں ہو سکتا۔ ایسے اوزان کو چھند شاستر کے اصولوں کے تحت بھی برتا جائے تو مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

ہندی اوزان میں میرؔ کا مشہور تجربہ (الٹی ہو گئی سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا) ہمیشہ موضوع بحث رہا ہے، جس کو ہم نے باب اول میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس کا بنیادی وزن فِعْلُ فَعُوْلُ فَعُوْلُ فِعْلُن ہے، جس میں تخنیق یا تسکین کے عمل سے متعدد صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ بشیر بدرؔ نے بھی متقارب اثرم کی ان صورتوں میں اشعار کہے ہیں۔ یہ اوزان پنگل یا چھند شاستر میں بھی پائے جاتے ہیں، اسی وجہ سے یہ بحر ہندی کے نام سے ماسوم ہیں۔ انھوں نے ان میں سے درج ذیل اوزان میں اشعار کہے ہیں۔ یہاں صرف اوزان کے نام اور مثالیں درج ہیں۔ تقطیع کے لیے تقطیع والا باب ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ متقارب اثرم مقبوض مضاعف: فِعْلِ فَعُوْل فَعُوْل فَعُوْل فَعُوْل فَعُوْل فَعُوْل فعولن

سمان سویا چھند، کل ۳۲ماترائیں، ۱۶ویں ماترا پر وشرام، مصرع کے آخر پر گرو، گرو یا لگھو گرو۔

پاس سے دیکھو جگنو آنسو، دور سے دیکھو تارا آنسو

میں پھولوں کی سیج پہ بیٹھا آدھی رات کا تنہا آنسو

ماٹی کی کچی گاگر کو، کیا کھونا کیا پانا بابا

ماٹی کو ماٹی رہنا ہے، ماٹی میں مل جانا بابا

۲۔ متقارب مسدس مضاعف: فِعْلِ فَعُوْل فَعُوْل فَعُوْل فَعُوْل فعولن

راس چھند، کل ۲۲ماترائیں، ۱۶ویں ماترا پر وشرام۔ اس وزن میں مستزاد دائم کا حسن قائم ہے۔

سرمہ مسی کنگھی چوٹی، بھولی ہے

سوکھے پتوں پر جو مینا بیٹھی ہے

اگر کبھی لوٹیں گے راکھ بٹوریں گے

جنگل میں جو آگ لگا کر چلے گئے

۷۔ بحر رجز مثمن سالم: مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

اس بحر میں بشیر بدرؔ نے صرف دو غزلیں کہی ہیں۔ یہ وزن ان کے شاعرانہ مزاج سے بہت ہم آہنگ ہے لیکن اس طرف شاید ان کی توجہ نہیں گئی۔ اسی وزن میں درج ذیل غزل نہ صرف ان کی بہترین غزلوں میں شامل ہے بلکہ اگر تمام اردو کی عشقیہ شاعری کا کوئی انتخاب ترتیب دیا جائے تو اس غزل کو ضرور شامل کیا جاسکتا ہے۔

سوچا نہیں اچھا بُرا دیکھا سنا کچھ بھی نہیں

مانگا خدا سے رات دن تیرے سوا کچھ بھی نہیں

ظاہر ہے اگر بشیر بدرؔ نے اس بحر میں اور کلام کہا ہوتا تو بہترین غزلیں ہو سکتی تھیں۔ ان اوزان کے علاوہ اور بھی کچھ اوزان ہیں، جن میں وہ اپنے تخلیقی اظہار کے معیاری تجربے پیش کر سکتے تھے۔ مثال کے طور پر ایک وزن بحر رمل مثمن مشکول مسکّن: مفعول فاعِلاتن مفعول فاعِلاتن ہے اس میں بھی انھوں نے چند بہترین غزلیں کہی ہیں۔ اگر مزید کہتے تو مزید اچھی غزلیں ہو سکتی تھیں لیکن اس جانب ان کی توجہ مبذول نہ کرنے کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔

۸۔ بحر ہزج مثمن اشتر اور دوزائدہ رکنی: فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن (ایک اہم تجربہ)

بشیر بدرؔ نے اردو میں مستعمل معروف بحروں میں اپنی اجتہادی قوت سے ایک نئی لچک پیدا کی ہے۔ بحر ہزج مثمن اشتر ایک معروف بحر ہے، جس میں غالبؔ کی مشہور غزل ع عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا! کو بطور مثال درج کیا جاسکتا ہے۔ بشیر بدرؔ نے بھی اس وزن میں طبع آزمائی کی ہے۔ بطورِ مثال چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

سو خلوص باتوں میں سب کرم خیالوں میں
بس ذرا وفا کم ہے تیرے شہر والوں میں

لوگ ٹوٹ جاتے ہیں ایک گھر بنانے میں
تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے میں

پیار کی نئی دستک دل پہ پھر سنائی دی
چاند سی کوئی صورت خواب میں دکھائی دی

یہ ان تین غزلوں کے مطلعے ہیں جو انھوں نے ہزج مثمن اشتر میں کہی ہیں اور یہ تینوں غزلیں ان کی فکر کی نمائندہ ترین غزلیں ہیں۔ یہ وزن بھی ان کی طبیعت سے ہم آہنگ تھا، خیر جو کچھ اس بحر میں کہا ہے وہ سر اسر انتخاب ہے اور انتخاب ہمیشہ مختصر ہی ہوتا ہے۔ ان کا اصل کارنامہ اس وزن کی بارہ رکنی صورت ہے۔ یہ بالکل نیا تجربہ ہے جو اسی بحر میں دو ارکان کے اضافے سے ظاہر ہوا ہے یعنی ہزج مثمن اشتر کی جگہ ہزج اشتر بارہ رکنی۔ یہ تجربہ ان کا بالکل ذاتی تجربہ معلوم ہوتا ہے کیوں کہ تلاش بسیار کے بعد بھی مجھے اس وزن میں اساتذہ کے ہاں سے کوئی مثال نہیں ملی۔ انھوں نے اس وزن میں اپنے مخصوص افسانوی اسلوب کی غزلیں کہی ہیں۔

فا عِ لن م فا عی لن فا عِ لن م فا عی لن فا عِ لن م فا عی لن
سردیوں کی راتوں میں، اپنے اپنے گاؤں میں، گرد الاؤ بیٹھے ہیں
ہم سے کتنے دیوانے، تیرے میرے قصوں میں، اپنا غم سناتے ہیں
رنگ و نور کی گڑیو، زندگی کی تصویرو، تم نے رنج و غم میں بھی
اپنی مسکراہٹ سے، ہم سے دل شکستوں کے، حوصلے بڑھائے ہیں
چاند دیس کے لوگو، دل تمھارے ہوتا ہے، پیار تم سمجھتے ہو
ہم تو اپنے بچپن سے ،تم کو چھونے پانے کی، حسرتیں چھپاتے ہیں
زندگی تری فکریں، کھلتے ہی گلابوں کا، رس نچوڑ لیتی ہیں
پھول جیسی عمروں کے، سوچتے ہوئے بچے، بوڑھے ہوتے جاتے ہیں

چاند سے کوئی کہہ دو، چاندنی کے شعلوں کے، اب الاؤ مہکا دو
آج میرے آنگن میں، مہکی مہکی زلفوں کے، مہکے مہکے سائے ہیں

شاعر نے اس بحر کو خوب سلیقے سے برتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کے التزام کا حق ادا کیا ہے۔ شعروں اور مصرعوں میں ارکان و افاعیل کے تناسب میں الفاظ و تراکیب کی تکمیل سے بلا کی غنائی فضا قائم ہوئی ہے۔ اس بحر میں کہی تمام غزلوں میں بشیر بدرؔ نے ہر فاعلن مفاعیلن پر فقرہ مکمل کیا ہے۔ اس تناسب کو ہم نے ہر مصرعے میں وقفے کی علامت سے دکھانے کی کوشش کی ہے۔

مروجہ مثمن اشتر میں دو ارکان کے اضافے سے نہ صرف بیان کے امکانات بڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں بلکہ اس کے ترنم اور غنائیت میں بھی خوب اضافہ ہوا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اس وزن میں ہمیں اساتذہ کے کلام سے کوئی مثال نہیں ملی اس لحاظ سے اسے بشیر بدرؔ کا ایک اہم عروضی تجربہ کہا جاسکتا ہے۔

۹۔ طویل بحروں کے تجربات:

بشیر بدرؔ نے اگرچہ اکثر غزلیں مختلف بحروں کی مسدس اور مثمن صورتوں میں کہی ہیں لیکن ان کی کافی غزلیں طویل اوزان پر مشتمل ہیں جو کافی دل چسپ تجربات ہیں۔ اس کی ایک وجہ ان کا منفرد افسانوی اسلوب ہے جو ان کے اکثر و بیشتر کلام میں نمایاں ہے۔ ان کے اکثر اشعار سے ایسا گمان ہوتا ہے کہ جیسے کسی واقعے کو تغزل کا رنگ دیا گیا ہو۔ یہ واقعات کسی افسانے، قصے یا کہانی کی طرح تو نہیں ہوتے لیکن یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے تغزل کا اسلوب افسانوی یا کہانی کی طرز کا ہے، جس میں تغزل کی روح اور امیجری کے رنگ سے ایک انفرادی اور نیا لہجہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ بعض اشعار کسی one act play کی طرح محسوس ہوتے ہیں۔ اس انداز کے لیے طویل بحریں زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہیں لہٰذا انھوں نے اکثر طویل بحروں کا انتخاب کیا ہے۔ مثلاً:

بحرِ متقارب چوبیس رُکنی:

فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن

پھٹے کاغذوں، چیتھڑوں، زرد پتّوں، کتابوں کے اوراق لے کر ہوا سر پٹکتی چلی جارہی ہے
یہ دونوں کا باہم عجب سلسلہ ہے، زمیں کے بدن پر جہاں گھاؤ دیکھا ہوا اس کو بھرتی چلی جارہی ہے

بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف:

فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

مسکراتے رہے غم چھپاتے رہے محفلوں محفلوں گنگناتے رہے
موت کے تیرہ و تار شمشان میں زندگی کے کنول جگمگاتے رہے

غزلیں کملا گئیں، نظمیں مرجھا گئیں، گیت سنولا گئے، ساز چپ ہو گئے
پھر بھی اہل چمن کتنے خوش طبع تھے، نغمۂ فصل گل گنگناتے رہے

رات موسم بہت فتنہ انگیز تھا، اس پہ یادوں کی زلفیں بھی لہرا گئیں
دیر تک دل سے تیری ہی باتیں رہیں بھولی بسری کہانی سناتے رہے

ان تصریحات کا حاصل یہ ہے کہ بشیر بدرؔ نے متداول اور مروجہ اردو عروض کے استفادے کے ساتھ ساتھ بعض چیلنجز کو بھی قبول کیا ہے اور کئی مقامات پر اجتہادی اور اختراعی صلاحیتوں کا بھی بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ ان کی شاعرانہ زبان فارسی آمیز اردو نہیں ہے بلکہ وہ آج کی عوامی اردو زبان ہے۔اپنی شاعرانہ طبیعت کے مطابق انھوں نے موافق اور مترنم اوزان سے استفادہ کیا۔ انھوں نے بحر متقارب کی مزاحف صورتوں میں بھی بہترین کلام کہا۔ یہ اوزان اب ہندی بحروں کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ان میں موزونیت کے جس قدر وسیع امکانات ہیں، اسی قدر دشوار بھی ہیں لیکن انھوں نے جس سلیقے سے ان اوزان کو برتا ہے، اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ ہندی عروض کے پیمانوں سے بھی آشنا تھے۔یہی وجہ ہے کہ انھوں نے مترنم اوزان کا نہ صرف انتخاب کیا بلکہ ان کو بڑے سلیقے سے برتا بھی۔یوں تو ہر وزن میں ترنم ہوتا ہے لیکن بعض اوزان کی غنائی خصوصیات واضح ہیں۔ ان کی غنائیت میں مزید نکھار شاعر کی موزونیت کے طبیعی میلان سے پیدا ہوتا ہے۔ بشیر بدرؔ کی مترنم شاعرانہ طبیعت سے ان تمام اوزان میں غنائیت نکھر آئی ہے۔ان کی غزلوں میں مصمتوں اور مصوتوں کی صوتی جھنکار بہت واضح ہے، الفاظ وتراکیب عروضی ارکان و افاعیل کے ساتھ حد درجہ ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی منفرد امیجری کے انداز نے غنائیت اور تغزل کو مہمیز دی ہے۔ ان کی اختراعی طبیعت کا بھرپور مظاہرہ بحر ہزج اشتر دوازدہ رکنی وزن میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی اپنائی ہوئی طویل بحروں کے مطالعے سے بھی یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ان کے ہاں ایک منظم اور منفرد عروضی نظام قائم ہے جو مخصوص، مروج اور مترنم اوزان کے ساتھ ساتھ چند نئے عروضی تجربات پر مشتمل ہے اور یہ تجربات عروض کے مروجہ نظام پر کسی مخاصمت کی چھیڑ نہیں کرتے بلکہ عروض میں موزونیت کے وسیع تر امکانات کی طرف دعوتِ فکر دیتے ہیں۔

۳۔ محاسن و معائبِ کلام

بشیر بدرؔ خالص غزل گو شاعر ہیں۔ غزل کی چند اساسی اور کلیدی خصوصیات میں موزونیت، تغزل، غنائیت، امیجری اور اثر آفرینی شامل ہیں۔ یہ خصوصیات کلام میں فصاحت و بلاغت کے گونا گوں وسائل سے پیدا ہوتی ہیں۔ شعر و ادب لفظوں کی دنیا ہے، فصاحت لفظوں کے حُسن انتخاب اور حُسنِ ترتیب کا

نام ہے اور بلاغت لفظ کی گونا گوں معنوی گہرائیوں اور گیرائیوں کا حاصل ہے۔ اہل علم کے نزدیک کسی کلام کے محاسن جن عناصر کے عمل دخل سے ابھرتے ہیں، ان میں کلام کی روانی، شگفتگی، برجستگی، زبان کی صفائی، جادو بیانی، تشبیہات واستعارات وعلامات کا بر محل استعمال، پیکر تراشی وغیرہ شامل ہیں۔ کسی شاعر کے کلام کے محاسن و معائب کا جائزہ دراصل انھیں وسائل کا تجزیہ ہوتا ہے۔ ان تمام وسائل کا کسی کلام میں بحسن وخوبی شامل ہونا، کلام کے محاسن پر شہادت ہے اور ان وسائل کی کمی، زیادتی یا کوتاہی کلام کے معیوب ہونے پر دلالت ہے۔ بشیر بدرؔ کی شاعری کے محاسن و معائب کو دیکھنے میں بھی یہی اجزا معاون ہوں گے۔

موزونیت

بنیادی طور پر حُسنِ شعر اس بات میں مضمر ہوتا ہے کہ شعر ہر طرح کے معائب سے پاک ہو؛ موزونیت کی کمی نہ ہو، تنافر و تعقید نہ ہو، الفاظ کی قبیح تکرار نہ ہو، الفاظ کی نشست بے محل نہ ہو، زبان و محاورے کی غلطی نہ ہو، قافیہ ورد یف کے عیوب نہ ہوں وغیرہ۔ شعر کا اولین لازمی جُز موزونیت ہے لہٰذا سب سے پہلے اسی عنصر کے محاسن کی بات کرتے ہیں۔ بشیر بدرؔ کا یہ شعر دیکھیے

ابھی اس طرف نہ نگاہ کر میں غزل کی پلکیں سنوار لوں
مرا لفظ لفظ ہو آئینہ تجھے آئینے میں اتار لوں

مذکورہ شعر درج بالا تمام عیوب سے پاک ہے، یہ اس کی پہلی خوبی ہے لیکن محض عیوب کی پاکیزگی سے شعر اچھا تو ہو سکتا ہے اعلی نہیں! اعلیٰ درجے کا شعر وہ ہوتا ہے، جو ہر اعتبار سے مستحسن ہو یعنی شعر میں روانی ہو، سادگی، صفائی اور برجستگی ہو۔ الفاظ، روزمرہ اور محاورے مستند ہونے کے ساتھ ساتھ نفسِ مضمون کے ترجمان یعنی موقع و محل کے عکاس ہوں۔ تراکیب میں حُسن ہو، تشبیہ واستعارے میں لطف اور ندرت ہو، مصوّری اور امیجری کا وصف ہو۔ مذکورہ شعر میں اس طرح کی کئی خوبیاں جمع ہوئی ہیں اور انھیں خوبیوں نے شعر کو مقبول خاص و عام بنا دیا ہے۔ طرح طرح کے وسائل کی آمیزش سے یہ شعر دلکش و دلپزیر ہو کر دل کو چھو لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

موزونیت کے اعتبار سے دیکھیں تو محولہ شعر موزوں ہی نہیں موزونیت کی کئی خوبیوں کا حامل بھی ہے۔ بحر کامل مثمن سالم (متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن) کے وزن پر یہ شعر ترنم اور موسیقیت سے لبریز ہے۔ شعر میں ترنم اور غنائیت کا وصف موزونیت ہی کے جوہرِ خاص سے پیدا ہوتا ہے۔ جوہرِ خاص سے مراد موزونیت کی بعض باریکیاں ہیں، محض شعر کے موزوں ہونے سے ترنم اور غنائیت پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔ بحر کامل میں ہزاروں اشعار موزوں کیے گئے ہیں لیکن ان میں سے گنے چنے اشعار ہی ایسے ہوں گے جو ترنم و

غنایت کے اعلیٰ نمونے تسلیم کیے جاسکتے ہیں۔ مذکورہ شعر پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر مصرع دوبرابر عروضی ٹکڑوں میں تقسیم ہوا ہے اور شکستِ ناروا سے پاک ہے۔ دو نیم کا حُسن رکھتا ہے، ہر مصرع دو متفاعلن کے ٹکڑوں میں بٹا ہے، الفاظ نے ارکان کا پورا ساتھ نبھایا ہے، جو شاذ شاذ ہی ممکن ہوتا ہے۔ ہر متفاعلن پر لفظ مکمل ہوتا ہے۔ ابھی اِس طرف، نہ نگاہ کر، میں غزل کی پل، کیں سنوار لوں، مرا لفظ لفظ، ہو آئینہ، تجھے آئینے، میں اُتار لوں۔ تیسرے رکن میں اگر چہ لفظ پلکیں ٹوٹ جاتا ہے لیکن **غزل اور پل** کی صوتی ہم آہنگی سے ٹوٹنے کا گمان زائل ہوتا ہے۔ مذکورہ شعر کی خوبی قافیے اور ردیف میں بھی پوشیدہ ہے۔ قافیے اور ردیف کی ہم آہنگی (سنوار لوں ، اتار لوں) اور مصوتوں کی صوتی جھنکار نے شعر کی موسیقیت کو دوگنا کر دیا ہے۔ روانی، سادگی اور بیان کی صفائی نے بھی شعر کو حُسن بخشا ہے۔ مصرع اولیٰ الفاظ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ کئی طرح سے موزوں کیا جاسکتا تھا۔ مثلاً نہ نگاہ کر ابھی اِس طرف میں غزل کی پلکیں سنوار لوں۔ مصرع موزوں ہے لیکن الفاظ کی بے محل نشست سے غیر فصیح ہو جاتا ہے لہٰذا شاعر نے فصیح ترتیب کا انتخاب کیا ہے۔ شعر میں الفاظ و محاورے کی سادگی کے ساتھ ساتھ ندرتِ بیان بھی قابلِ توجہ ہے۔ ڈکشن کا رعب جمانے یا فارسی دانی کے مظاہرے کے برعکس شاعر نے عام فہم الفاظ و تراکیب میں نیا پن پیدا کیا ہے۔ شعر میں جو محاورے ہیں، وہ نہ صرف درست ہیں بلکہ ان میں دلکشی کا سامان بھی ہے۔ پلکیں سنوارنا اور آئینے میں اتارنا ایسے محاورے ہیں، جن کی وجہ سے شعر امیجری کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ امیجری کا حُسن اس شعر کا حُسنِ تمام ہے، شعر کو پڑھتے ہوئے پورا منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ شوخیِ بیان اور مضمون کی متانت نے بھی شعر کو بلندی عطا کی ہے۔ محبوب کو آئینے میں اتارنے سے مراد اسے لفظوں کے آئینے میں اتارنا ہے، یہاں لفظوں کا آئینہ دراصل غزل کا آئینہ ہے جو محبوب کی تصویر کو لفظوں میں اتارنے کا کنایہ ہے۔ اس طرح شاعر نے روایتی حُسنِ بیان یا سراپا بیانی کے برعکس محبوب کو غزل کے آئینے میں اتارنے کی بات کر کے ایک بالکل نئی طرز ادا کا اظہار کیا ہے۔

شاعری کی بنیاد ہی موزونیت پر ہے۔ بشیر بدرؔ کے کلام کے عروضی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کلام میں موزونیت کی متنوّع خصوصیات در آئی ہیں۔ بحور و اوزان کے مناسب استعمال کے ساتھ ساتھ انھوں نے عروضی رعایتوں سے بھی بھرپور اعانت لی ہے اور سب سے اہم یہ کہ اپنی طبیعت اور موضوع کی موافقت میں اوزان کا انتخاب کر کے اپنی غزل کی تعمیر کی ہے۔ کسی مضمون کے لیے مناسب بحر کا انتخاب شاعر کا پہلا امتحان ہوتا ہے۔ یہ انتخاب بہت زیادہ شعوری تو نہیں ہوتا لیکن اگر مضمون مناسب بحر میں نہ اترے تو بات نہیں بنتی ہے۔ شاعر طبع موزوں کا مالک ہو تو کوئی بھی جذبہ یا خیال از خود مناسب بحر یا وزن میں

نازل ہوتا ہے لیکن ہر بار یہ کیفیت قائم رہنا ضروری نہیں، ایسی صورت میں شاعر کی عروض فہمی کام آتی ہے۔ عروض فہمی کا حاصل یہ ہے کہ جب کبھی شاعر اپنے خیال کو شعر میں پرونے کی جدوجہد سے دوچار ہوتا ہے تو ایسے موقعے پر عروضی لیاقت کام آتی ہے، جس کے ذریعے شاعر کو تاہی سے بچ نکلتا ہے اور شرف یاب ہوتا ہے۔بشیر بدرؔ کی وہ غزلیں جو خالص عشقیہ و رومانی طرز کی ہیں نہایت ہی مترنم اوزان میں ہیں۔ ان اوزان کی تفصیل "مرغوب اوزان کے اسباب" والے باب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ یہاں صرف چند خصوصیات کی بات کرنی ہے۔ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

میری آنکھ کے تارے اب نہ دیکھ پاؤ گے
رات کے مسافر تھے کھو گئے اجالوں میں

اس شعر کی استعاراتی فن کاری کو فی الحال ایک طرف رکھ کر صرف عروضی خصوصیات پر بات کرتے ہیں۔ یہ شعر بحر ہزج مثمن اشتر (فاعلن مفاعی لن فاعلن مفاعی لن) کے وزن پر ہے۔شاعر نے اس بحر کی طویل صورتوں مثلاً دوازدہ رکنی (۱۲رکنی) صورت میں بھی بہترین غزلیں کہی ہیں۔ مذکورہ شعر میں پہلی خصوصیت دونیم کے حُسن کی ہے۔ ہر مصرع فاعلن مفاعی لن کے دو ٹکڑوں پر مشتمل ہے، یہ اہم عروضی خوبی اس پوری غزل میں موجود ہے۔ پوری غزل میں دونیم کا حُسن واضح ہے، کہیں بھی شکستِ ناروا کا نقص نہیں ہے۔اس وزن میں شاعر کو بعض اہم مسائل بھی درپیش تھے، معمولی سی لغزش سے شعر کا حُسن زائل ہو سکتا تھا ۔بہ غور دیکھنے سے اس شعر میں کل چار ٹکڑے یا فقرے نظر آتے ہیں، ان چاروں فقروں کی تقدیم و تاخیر سے شعر کی کل چوبیس صورتیں ممکن ہیں۔خوبی یہ ہے کہ شعر تمام چوبیس صورتوں میں موزوں رہتا ہے لیکن یہ بھی کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے، یہ تو دونیم کی خصوصیت سے ممکن ہوا ہے بلکہ شاعر کا کمال یہ ہے کہ تمام چوبیس صورتوں میں دونیم کا حُسن برقرار رہنے کے ساتھ ساتھ شعر نہ صرف موزوں رہتا ہے بلکہ بامعنی بھی رہتا ہے جو شاعر کے لفظوں کے حُسن انتخاب اور حُسنِ ترتیب کا کمال ہے۔ مثلاً ؎ **میری آنکھ کے تارے اب نہ دیکھ پاؤ گے** اس مصرعے کو الٹ دیجیے تو یوں ہوگا ؎ **اب نہ دیکھ پاؤ گے میری آنکھ کے تارے**۔ترتیب بدلنے کے باوجود معنی باقی رہے؛ اسی طرح تمام چوبیس صورتیں موزوں ہونے کے ساتھ ساتھ معنی خیز بھی ہیں۔اہم بات یہ ہے کہ ان تمام چوبیس صورتوں میں سب سے رواں اور فصیح صورت وہی ہے جو بشیر بدرؔ نے منتخب کی ہے یہ شعر فہمی اور عروض فہمی کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔ ان خوبیوں کو دیکھ کر شاعر کی موزونی طبع اور عروض فہمی کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ آیئے ان تمام صورتوں پر نظر ڈالیں۔

۱	میری آنکھ کے تارے اب نہ دیکھ پاؤ گے	رات کے مسافر تھے کھو گئے اجالوں میں
۲	میری آنکھ کے تارے اب نہ دیکھ پاؤ گے	کھو گئے اجالوں میں رات کے مسافر تھے

۳	میری آنکھ کے تارے رات کے مسافر تھے	اب نہ دیکھ پاؤ گے کھو گئے اجالوں میں
۴	میری آنکھ کے تارے رات کے مسافر تھے	کھو گئے اجالوں میں اب نہ دیکھ پاؤ گے
۵	میری آنکھ کے تارے کھو گئے اجالوں میں	اب نہ دیکھ پاؤ گے رات کے مسافر تھے
۶	میری آنکھ کے تارے کھو گئے اجالوں میں	رات کے مسافر تھے اب نہ دیکھ پاؤ گے
۷	اب نہ دیکھ پاؤ گے میری آنکھ کے تارے	رات کے مسافر تھے کھو گئے اجالوں میں
۸	اب نہ دیکھ پاؤ گے میری آنکھ کے تارے	کھو گئے اجالوں میں رات کے مسافر تھے
۹	اب نہ دیکھ پاؤ گے رات کے مسافر تھے	میری آنکھ کے تارے کھو گئے اجالوں میں
۱۰	اب نہ دیکھ پاؤ گے رات کے مسافر تھے	کھو گئے اجالوں میں میری آنکھ کے تارے
۱۱	اب نہ دیکھ پاؤ گے کھو گئے اجالوں میں	میری آنکھ کے تارے رات کے مسافر تھے
۱۲	اب نہ دیکھ پاؤ گے کھو گئے اجالوں میں	رات کے مسافر تھے میری آنکھ کے تارے
۱۳	رات کے مسافر تھے میری آنکھ کے تارے	اب نہ دیکھ پاؤ گے کھو گئے اجالوں میں
۱۴	رات کے مسافر تھے میری آنکھ کے تارے	کھو گئے اجالوں میں اب نہ دیکھ پاؤ گے
۱۵	رات کے مسافر تھےاب نہ دیکھ پاؤ گے	میری آنکھ کے تارےکھو گئے اجالوں میں
۱۶	رات کے مسافر تھے اب نہ دیکھ پاؤ گے	کھو گئے اجالوں میں میری آنکھ کے تارے
۱۷	رات کے مسافر تھے کھو گئے اجالوں میں	میری آنکھ کے تارے اب نہ دیکھ پاؤ گے
۱۸	رات کے مسافر تھے کھو گئے اجالوں میں	اب نہ دیکھ پاؤ گے میری آنکھ کے تارے
۱۹	کھو گئے اجالوں میں میری آنکھ کے تارے	اب نہ دیکھ پاؤ گے رات کے مسافر تھے
۲۰	کھو گئے اجالوں میں میری آنکھ کے تارے	رات کے مسافر تھے اب نہ دیکھ پاؤ گے
۲۱	کھو گئے اجالوں میں اب نہ دیکھ پاؤ گے	میری آنکھ کے تارے رات کے مسافر تھے
۲۲	کھو گئے اجالوں میں اب نہ دیکھ پاؤ گے	رات کے مسافر تھے میری آنکھ کے تارے
۲۳	کھو گئے اجالوں میں رات کے مسافر تھے	میری آنکھ کے تارے اب نہ دیکھ پاؤ گے
۲۴	کھو گئے اجالوں میں رات کے مسافر تھے	اب نہ دیکھ پاؤ گے میری آنکھ کے تارے

ایسی مثالیں دبستانِ غزل سے شاذ شاذ ہی مل سکتی ہیں کہ ایک شعر تمام چوبیس صورتوں میں موزوں ہی نہیں بامعنی بھی رہے اور شاعر کا ذوقِ انتخاب اس کمال کا ہو کہ موزوں تر صورت کو اپنایا ہو۔اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بشیر بدرؔ کے یہاں نہ صرف بحروں کے انتخاب کی خوبی ہے بلکہ بحروں کے استعمال کا سلیقہ بھی خوب ہے،ایک اور شعر دیکھیے۔

اپنی کھوئی ہوئی جنتیں پاگئے زیست کے راستے بھولتے بھولتے
موت کی وادیوں میں کہیں کھوگئے تیری آواز کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے

بشیر بدرؔ کا دعویٰ ہے کہ وہ شاعری کو موسیقی اور موسیقی کو شاعری سمجھتے ہیں،ان کے کئی اشعار ان

کے اس دعوے پر صادق آتے ہیں۔ دراصل موسیقیت یا غنائیت موزونیت ہی کی رہین منت ہے۔ بشیر بدرؔ موزونیت کی باریکیوں اور نزاکتوں کے بھرپور استفادے سے اشعار میں موسیقیت اور غنائیت پیدا کرتے ہیں۔ مذکورہ شعر بحر متدارک کے سولہ رکنی وزن پر ہے یعنی ہر مصرعے میں رکن فاعلن آٹھ بار اور ہر شعر میں سولہ مرتبہ آیا ہے۔ شعر میں ہر دو ارکان کے بعد لفظوں کے ٹھہراؤ (عروضی وقفے) سے بلا کی موسیقیت پیدا ہوئی ہے۔ ہر دو فاعلن پر ایک عمودی لکیر کے ذریعے ذیل میں اسے دیکھا جاسکتا ہے۔

اپنی کھوئی ہوئی / جنتیں پا گئے / زیست کے راستے / بھولتے بھولتے
موت کی وادیوں / میں کہیں کھوگئے / تیری آواز کو / ڈھونڈتے ڈھونڈتے

ارکان و افاعیل کی موافقت کے ساتھ ساتھ مصوتوں اور مصمتوں کی جھنکار پیدا کرنے میں بشیر بدرؔ ماہر ہیں۔ مثال کے طور پر مذکورہ شعر کے مصرعہ اول کے پہلے فقرے میں "اپنی کھوئی ہوئی" صرف تین لفظوں میں تینوں بار "نی، ئی، ئی" اور اسی مصرعے کے آخر میں "تے، تے تے" کے صوتی آہنگ کو ملاحظہ کیجیے۔ بشیر بدرؔ الفاظ کو نہ صرف موزوں کرتے ہیں بلکہ ان کو موزونیت کی آخری حد تک لے جانے کی سعی کرتے ہیں۔ موزونیت کی یہ سب سے نمایاں خوبی ان کی انفرادیت بن کر سامنے آتی ہے۔ وہ ہر وزن کے موافق لفظ تلاش کرنے میں بے حد مہارت رکھتے ہیں، یہ تلاش دراصل جودِ طبع کی تلاش ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ہر خیال کے الفاظ موافقِ حال وزن میں ڈھل کر از خود نازل ہوتے ہیں۔ ہمارے اس دعوے میں کوئی مبالغہ آرائی ہرگز نہیں ہے، ان کے یہاں کثرت سے ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ الفاظ ارکانِ عروض کے تناسب کے ساتھ شعر میں پروئے ہوتے ہیں۔ یہاں ہم ہزج مثمن محذوف (فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن) سے پہلے چند بڑے شعرا کے مشہور اشعار پیش کرتے ہیں اور پھر بشیر بدرؔ کے اشعار کی انفرادیت کی وضاحت۔

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج — مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں — غالبؔ
عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم — عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دم بدم — اقبالؔ
گفتگو اچھی لگی ذوقِ نظر اچھا لگا — مدتوں کے بعد کوئی ہم سفر اچھا لگا — فرازؔ

یہ تمام اشعار اردو غزل کے بہترین اشعار ہیں جو فکر و فن کے رنگا رنگ محاسن سے لبریز ہیں۔ بشیر بدرؔ کے اشعار فکر کی ان بلندیوں کو اگر نہ بھی چھو سکیں تو بھی موزونیت کی خصوصیت میں ان اشعار سے دو قدم آگے ہی نظر آتے ہیں۔

کون آیا راستے آئینہ خانے ہوگئے — رات روشن ہوگئی دن بھی سہانے ہوگئے
چاند چہرہ، زلف دریا، بات خوشبو، دل چمن — اک تمھیں دے کر خدا نے دے دیا کیا کیا مجھے

ان میں روشن ہیں ابھی تک تیرے بوسوں کے چراغ　　　اس لیے ہم اپنی آنکھیں خود بجھانے آئے ہیں

شاعری محض لفظوں کی موزونیت کا نام نہیں اس میں شاعر کے مشاہدات و تجربات کا عمیق مطالعہ ناگزیر ہے۔بشیر بدرؔ کے اکثر کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحبِ نظر شاعر ہیں۔ ان کی نظر چیزوں، حالتوں اور کیفیتوں کی ظاہری صورت ہی پر مرکوز نہیں رہتی بلکہ ان کے باطن میں بھی اُتر جاتی ہے۔ وہ چھوٹے اور معمولی درجے کے مضامین کو تخیل کی بلندی سے نفاست، نزاکت اور ندرت پیدا کرتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ جذبے اور احساس کی ساری دیواریں فلانگ کر مضمون کی روح تک پہنچ جاتے ہیں۔

ابھی لے اڑی ہے جسے ہوا وہ ورق تھا دل کی کتاب کا
کہیں آنسوؤں سے لکھا ہوا کہیں آنسوؤں سے مٹا ہوا

خیال کی روح تک پہنچنے کے بعد بھی اگر شاعر لفظوں کی روح کا رمز شناس نہ ہو تو تصویر خیالوں ہی کی دنیا میں گم رہے گی۔ تصویر کی میپنگ کو شعور میں لانا آسان ہے لیکن رنگوں یا لفظوں کے ذریعے اسے منظرِ عام پر لانا فن کار کے لیے کسی کڑے امتحان کی طرح ہوتا ہے۔ جب تک شاعر خیال کی روح کو لفظوں کی روح میں مدغم نہ کر سکے تب تک کوئی قابلِ قدر تخلیق عمل میں آنا ممکن نہیں ہے۔ اس لحاظ سے بشیر بدرؔ الفاظ کی روح کے رمز شناس نظر آتے ہیں اسی وجہ سے ان کے اشعار طرح طرح کی لفظی و معنوی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ نظر آتے ہیں جو سیدھے دل میں اتر جاتے ہیں۔

فصاحت

فصاحت ہر کلام (نثر، شاعری) کی کلیدی خصوصیت ہے، اسی سے حُسنِ کلام کا میدان استوار ہوتا ہے۔ کلام میں حُسن و خوبی اور دلکشی بنیادی طور پر فصاحت ہی سے پیدا ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ مقصد کلام (ترسیل) کا حصول بہ طریقِ احسن ہوتا ہے۔ شاعری چوں کہ اُم الکلام ہے، اس لیے اس میں فصاحت کی اہمیت دوچند ہوتی ہے۔ فصاحت لفظوں کے حُسن انتخاب اور حُسن ترتیب کا نام ہے۔ فصیح کلام وہ ہے، جس کے تمام الفاظ مناسب نشست پر ہوں، محاورے اور فقرے اسی طرح ادا کیے گئے ہوں، جس طرح مستند اہلِ زبان بولتے یا لکھتے آئے ہوں یعنی کلام روزمرہ اور محاورے کے خلاف نہ ہو۔ الفاظ کی ترتیب غیر مانوس اور ثقیل نہ ہو، بیان صاف، سادہ، شیریں اور آسانی سے سمجھ میں آنے والا ہو۔ شعر میں کئی طرح کی خوبیاں اور محاسن پائے جاتے ہیں، جن میں سے فصاحت ایک ناگزیر خوبی ہے۔ کسی شعر میں علم بیان وبدیع کے وسائل میں سے کسی ایک وسیلے کی شمولیت بھی حُسنِ شعر کا باعث بن سکتی ہے لیکن عدمِ شمولیت سے شعر معیوب قرار نہیں دیا جا سکتا ہے البتہ فصاحت شاملِ کلام نہ ہو تو طرح طرح کے عیوب طشت از بام ہوتے ہیں جو عیوب

فصاحت کہلاتے ہیں۔ کلام میں فصاحت نہ ہو تو اجزائے بلاغت بے معنی اور بے محل ثابت ہوتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ موزونیت ہی کی طرح فصاحت بھی شعر کے لیے ناگزیر ہے۔ فصاحت سے جس قدر کلام دُور ہو، اسی قدر پیچیدہ، مبہم، گنجلک، معقد اور ناقابلِ فہم ہوتا ہے اور جس قدر فصاحت کے رنگ میں رنگتا جائے اسی قدر واضح، خوش گوار، دلکش اور شفاف ہوتا ہے۔ عیوبِ فصاحت سے برأت بنیادی فریضہ ہے یعنی اس درجہ فصاحت کا پایا جانا ہر کلام میں ضروری ہے کہ کوئی عیب واقع نہ ہو لیکن کمالِ فن یہ ہے کہ کلام نہ صرف عیوب سے پاک ہو بلکہ اس میں محاسنِ سخن بھی جلوہ گر ہوں۔

ہر اچھا اور اعلیٰ شعر فصیح ہوتا ہے، اور ہر فصیح شعر اچھا ہو سکتا ہے، بغیر فصاحت کے کوئی شعر اچھا شعر کہلانے کا استحقاق نہیں رکھتا ہے اگرچہ اس میں معنی کی کتنی ہی گہرائیاں ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر بڑے شاعر کے یہاں جو بہت اچھے شعر ہوتے ہیں، انھیں کو فصاحت کے نمونوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے البتہ اس بات سے بھی انکار نہیں کہ بعض اوقات شعر صرف فصیح ہوتا ہے بلیغ نہیں اس وجہ سے بھی وہ اعلیٰ شعر کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔ بشیر بدرؔ نے عمومی طور سے فصاحت کا دامن مضبوطی سے پکڑا ہے اور کافی تعداد میں ایسے اشعار کہنے میں کامیاب ہوئے ہیں جنھیں فصیح تر کہا جا سکتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ وہ نئی امیجری اور منفرد استعاراتی نظام کے شاعر کے طور پر معروف ہیں۔ علامتی کلام میں معنوی گہرائی زیادہ ہوتی ہے لیکن اس میں فصاحت کا امتحان بھی بڑھ جاتا ہے۔ شاعر اپنے ذہن میں گردش کر رہے خیال میں معنوی وسعت پیدا کرنے کے لیے پہلے کسی استعارے یا علامت کو دریافت کرتا ہے پھر اپنے خیال کو شعری فضا میں ڈھالنے یا تغزل کے رنگ میں رنگنے کے جتن شروع کرتا ہے۔ اب شاعر کو ایسے الفاظ، فقرے اور محاورے درکار ہوتے ہیں جو منتخب علامت یا استعارے سے پیدا شدہ (ذہن میں گردش کرنے والے) خیال سے ایک معنوی ہم آہنگی رکھتے ہوں۔ اگر شاعر اس مرحلے پر مناسب الفاظ کے انتخاب میں کامیاب رہا تو کلام میں فصاحت قائم رکھنے میں بھی کامیاب رہتا ہے۔ بشیر بدرؔ اس موڑ پر کتنے کامیاب رہے، چند مثالوں کے ذریعے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اندھیری رات کا تنہا مسافر
مری پلکوں پہ اب سہما ہوا ہے

یہ کلیاتِ بشیر بدرؔ کی پہلی غزل کا شعر ہے۔ اندھیری رات کا تنہا مسافر آنسو کا استعارہ ہے، جس میں مجاز کی خوبیاں نمایاں ہیں۔ اس وسیلے سے شاعر نے مضمون میں خوب ندرت اور نزاکت پیدا کی ہے، امیجری کے دلکش منظر میں مجاز کے گہرے رنگوں سے تصویر جاذب تر ہوگئی ہے، مصرعے بالکل رواں اور سلیس

ہیں، فارسی دانی کا کوئی مظاہرہ نہیں ہے۔ اندھیری رات ، تنہا مسافر اور سہا ہوا سبھی محاورے ہیں، جو مستند روزمرہ کا حصہ ہیں۔ اندھیرا، تنہا اور سہا سبھی رات کے متعلقات ہیں، ان کی باہمی مطابقت سے مراعات النظیر کی خوبی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ اندھیری رات کے عالم میں کوئی مسافر تنہا ہو، رات کی تاریکی اور تنہائی میں وہ سہا ہوا بھی ضرور ہو گا! یہ تمام متعلقات آنسو کی خوب نمائندگی کرتے ہیں۔ مضمون اپنی ذات میں معمولی ہے فقط ایک آنسو کا بیان ہے لیکن حُسن بیان نے اسے غیر معمولی بنا دیا ہے۔ الفاظ کی صوتی ہم آہنگی بھی خوب ہے، پہلے مصرعے میں **دھے، ری، را، کا، ہا، سا** کی صوتی جھنکار نے غنائیت میں اضافہ کیا ہے۔ فصاحت کا یہ نکھار صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ یہ شعر چھوٹی بحر میں ہے۔ ان کی طویل بحروں میں بھی روانی کا یہی عالم ہے۔

بشیر بدرؔ نے بعض مضاعف الارکان اوزان میں بھی عمدہ غزلیں کہی ہیں۔ ان میں معشر (دس رکنی)، دوازدہ رکنی (بارہ رکنی) اور شانزدہ (سولہ ارکان والی) بحریں بھی شامل ہیں۔ چند غزلیں تو متدارک کے ۲۴ ارکان پر مشتمل ہیں۔ طویل بحروں میں بھی ان کے یہاں کمالِ فصاحت کی غزلیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ یہاں مثال کے طور پر متفرق غزلوں کے صرف تین شعر درج کیے جاتے ہیں۔

اڑتی کرنوں کی رفتار سے تیز تر، نیلے بادل کے ایک گاؤں میں جائیں گے
دھوپ ماتھے پہ اپنے سجا لائیں گے، سائے پلکوں کے پیچھے چھپا لائیں گے

ان گنت کالے کالے پرندوں کے پر ٹوٹ کر زرد پانی کو ڈھکنے لگے
فاختہ دھوپ کے پل پہ بیٹھی رہی رات کا ہاتھ چپ چاپ بڑھتا رہا

میرے پاؤں اسٹیل، سینہ سڑک ہاتھ لکڑی کے جنگلے، گزرتے ہیں جن پر ٹرک ریل، موٹر، بسیں بیل گاڑی
مگر اب یہ محسوس ہوتا ہے مجھ کو کہ کچھ دن سے پانی مجھے کاٹتا ہے، زمیں اپنے اندر ہی دھنستی چلی جا رہی ہے

طویل جملے کہنا نثر میں آسان ہو سکتا ہے شعر میں نہیں۔ شعر کے مقابلے میں نثر میں ایک تو فصاحت کا التزام آسان ہے (نثر میں قافیے اور وزن کی پابندیاں نہیں ہوتی ہیں) اور دوسرا یہ کہ نثر میں فصاحت کا التزام شعر کی طرح اعلیٰ سطح کا متقاضی بھی نہیں ہوتا۔ شعر میں اگرچہ فصاحت کا التزام نثر کے مقابلے میں دُشوار ہے لیکن اُم الکلام ہونے کی وجہ سے شاعری میں فصاحت ناگزیر ہے۔ شعر میں وزن اور قافیے کی پابندی روانی کے راستے میں اہم رکاوٹ ہوتی ہے، یہ رکاوٹ طویل مصرعوں میں کچھ زیادہ ہی بن کر آتی ہے۔ شعر ہی کیا نثر میں بھی طویل جملے ہوں تو فصاحت ہوا ہو جاتی ہے لیکن بشیر بدرؔ کی طویل بحروں والی غزلوں میں بھی روانی کی کمی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے ایسی غزلیں بھی کہی ہیں جو طویل بحروں میں تو نہیں ہیں لیکن طویل ہیں یعنی ان میں اشعار کی بہتات ہے۔ ایک ہی زمین میں اشعار کی تعداد بڑھ جائے تو قافیہ

کی مجبوری سے فصاحت پر حرف آسکتا ہے لیکن انھوں نے ایسی غزلوں میں بھی فصاحت کا دامن تھامے رکھا ہے۔مثال کے لیے ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں، اس غزل میں چودہ اشعار ہیں اور ردیف **عورتیں** ہے۔غزل کی ردیف اسم ہو ایسا بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے اور غزل میں اشعار کی تعداد طاق ہونے کا رواج ہے انھوں نے اس کی پیروی بھی نہیں کی ہے لیکن پوری غزل میں فصاحت سے کوئی سمجھوتا نہیں کیا ہے۔

صبح کا جھرنا ،ہمیشہ ہنسنے والی عورتیں
جھٹپٹے کی ندیاں، خاموش گہری عورتیں

شہر میں اک باغ ہے اور باغ میں تالاب ہے
تیرتی ہیں اس میں ساتوں رنگ والی عورتیں

اک غزل میں سیکڑوں افسانے نظمیں اور گیت
اس سراپے میں چھپی ہیں کیسی کیسی عورتیں

مضمون کی بلندی اور عظمت (جو غزل کے لیے ناگزیر ہے) ان اشعار میں کم ہی ہے، اسی لیے ان پر غزل سے زیادہ نظم کے اشعار کا گمان ہوتا ہے لیکن یہاں بات زبان کی صفائی، سادگی اور روانی کی ہو رہی ہے۔بشیر بدرؔ کے کلام کا بیشتر حصہ تصنع اور بناوٹ سے بالکل پاک سادگی، سلاست اور روانی جیسی خصوصیات سے متصف ہے۔جو کلام تصنع، تکلف اور بناوٹ سے پاک ہو کر جس قدر سادہ اور سلیس ہوتا ہے، اس میں اسی قدر فصاحت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔فصاحت کی یہ خصوصیت ان کے ہر مجموعۂ کلام میں کم و بیش دیکھی جاسکتی ہے لیکن شروع کے مقابلے میں یہ خصوصیت بعد کے کلام میں کچھ زیادہ ہی نکھر آئی ہے۔ مجموعہ کلام **"آمد"** کی اشاعت سے یہ رنگ کافی زور پکڑتا ہے اور بعد کے سبھی مجموعوں پر یہی رنگ غالب نظر آتا ہے۔

لفظوں کی ترتیب میں فطری روانی کا ہونا فصاحت کی عمدہ ترین مثال ہوتی ہے۔ غزل میں (چوں کہ قافیے اور وزن کا التزام لازم ہے) روانی سے سمجھوتا کرنے کا مرحلہ پیش آتا ہے یعنی شعر کو وزن پر ڈھالنے کے لیے اور قافیے جوڑنے کے لیے اس فطری نشست میں ردوبدل کرنے کی نوبت آتی ہے۔ دراصل یہ شاعر کے لیے آزمائش کی گھڑی ہوتی ہے، جہاں وہ فصاحت کو قائم رکھنے کے لیے شدید ذہنی کوفت سے گزرتا ہے لیکن طبع موزوں پر یہ کام بھاری نہیں ہوتا۔بشیر بدرؔ اس مرحلے میں کامیاب نظر آتے ہیں، ان کے اشعار میں الفاظ کی نشست میں کوئی ردوبدل نہیں ملتا بلکہ قاری کو معنی تک رسائی حاصل کرنے کے لیے شعر کی نثر کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی !یہ فصاحت ہی کی دین ہے۔ معنی کی تہہ داری، گہرائی و گیرائی ایک الگ بحث ہے، ایسا بھی نہیں ہے کہ جو اشعار فصیح ہوں، ان کے معنی کی ساری پرتیں ایک دم سر کرلی جائیں۔ بات یہ ہے کہ

فصیح شعر طبیعت پر گراں گزرنے کے بر عکس طبیعت کو مفہوم کی طرف از خود مائل کرتا ہے۔

بشیر بدرؔ کے اکثر و بیشتر اشعار کی نثر کرنا چاہیں تو بہترین نثری ترتیب وہی دیکھنے کو ملتی ہے جو شعر میں موجود ہوتی ہے، یہ وصف فصاحت کی اعلیٰ ترین صورت تسلیم کیا گیا ہے۔ ان کے ہاں ایسے اشعار کی کمی نہیں ہے بلکہ یہ ان کی ہر غزل میں موجود ہیں۔ حد یہ ہے کہ اکثر غزلوں میں تمام اشعار اسی خصوصیت سے متصف نظر آتے ہیں۔ ایک پوری غزل ملاحظہ کیجیے۔

آنکھوں میں رہا دل میں اتر کر نہیں دیکھا	کشتی کے مسافر نے سمندر نہیں دیکھا
بے وقت اگر جاؤں گا سب چونک پڑیں گے	اک عمر ہوئی دن میں کبھی گھر نہیں دیکھا
جس دن سے چلا ہوں مری منزل پہ نظر ہے	آنکھوں نے کبھی میل کا پتھر نہیں دیکھا
یہ پھول مجھے کوئی وراثت میں ملے ہیں	تم نے مرا کانٹوں بھرا بستر نہیں دیکھا
یاروں کی محبت کا یقیں کر لیا میں نے	پھولوں میں چھپایا ہوا خنجر نہیں دیکھا
محبوب کا گھر ہو کہ بزرگوں کی زمینیں	جو چھوڑ دیا پھر اسے مڑ کر نہیں دیکھا
خط ایسا لکھا ہے کہ نگینے سے جڑے ہیں	وہ ہاتھ کہ جس نے کوئی زیور نہیں دیکھا
پتھر مجھے کہتا ہے مرا چاہنے والا	میں موم ہوں اس نے مجھے چھو کر نہیں دیکھا

اس غزل میں فصاحت کا دریا رواں ہے؛ صدقِ محاورہ، زبان کی صفائی اور بیان کی سادگی کے ساتھ ساتھ مضمون کی ندرت اور متانت قابل ستائش ہے۔ سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ تمام اشعار سہلِ ممتنع میں ہیں، بشیر بدرؔ کا اکثر کلام اسی وصف کا حامل ہے۔ آسان لکھنا آسان نہیں ہوتا ہے، اہلِ علم آسان لکھنے کی مشکل سے واقف ہیں۔ **کشتی کا مسافر، میل کا پتھر، کانٹوں بھرا بستر اور پھولوں میں چھپے خنجر** ایسے محاورے ہیں، جو بیان کی نت نئی خوبیاں سموئے ہوئے ہیں۔ اشعار میں تشبیہ و استعارے کی خوبیاں بھی ہیں؛ کشتی کے مسافر میں تشبیہ بالاضافت کا رنگ ہے، کانٹوں بھرا بستر کنایہ ہے مشکلوں اور کٹھنائیوں کا۔ پھولوں میں چھپا خنجر بالکل نئی ترکیب معلوم ہوتی ہے جو آستین کے سانپ سا مفہوم رکھتی ہے! یہ استعارہ بالکنایہ ہے، جس کا مستعار منہ یار دوست ہیں۔ اسی طرح میل کا پتھر منزل کی علامت ہے اور سمندر دل کا استعارہ ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ شاعر نے ایک عام اور معمولی مضمون کو غیر معمولی شوکت عطا کی ہے۔ بیان ایسا ہے کہ خشک مضمون میں بھی سوز و گداز کی شدید کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ یہی جدت طرازی شعر کا جوہرِ خاص بن جاتا ہے۔

ہم نے ابھی تک کلام میں نثر سی روانی پر جو کچھ کہا اس کو سکہ بند کرنے کے لیے اساتذہ کی مہر ثبت کرنا

ضروری ہے۔ اساتذہ کا ماننا ہے کہ جو کلامِ موزوں نثر کی سی روانی رکھتا ہو، وہ فصاحت کے اعلیٰ درجے پر ہوتا ہے۔ اس حوالے سے پروفیسر مسعود حسین رضوی ادیب کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> ”لفظوں کی ترتیب قواعدِ زبان اور اصول بیان کے مطابق ہو یعنی اگر شعر کی نثر کریں تو بھی لفظ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ محاورے اور روزمرے کی پابندی شعر میں حُسن اور اثر پیدا کردیتی ہے اور اس سے خاص و عام سب لطف اٹھاتے ہیں“[51]

اس اقتباس کے بعد موصوف نے اساتذہ کے چند اشعار بطور مثال درج کیے ہیں، جن میں غالبؔ کا یہ شعر بھی شامل ہے۔

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں
سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سر گراں کیوں ہو

اس شعر میں فصاحت کی اعلی ترین خصوصیت یہی ہے کہ اگر اس کی نثر کرنا بھی چاہیں تو الفاظ کی ترتیب بدلنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس اعتبار سے دیکھیں تو بشیر بدرؔ کے ہاں اشعار کی اکثریت اسی خصوصیت سے متصف نظر آتی ہے بلکہ وہ اپنے مخصوص استعاراتی انداز میں بھی اس فضا کو قائم رکھنے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

نہ جی بھر کے دیکھا نہ کچھ بات کی　　بڑی آرزو تھی ملاقات کی
کئی سال سے کچھ خبر ہی نہیں　　کہاں دن گزارا کہاں رات کی

محاورے اور روزمرہ کا برمحل اور درست استعمال شعر میں حُسن پیدا کرتا ہے۔ بشیر بدرؔ کی شاعری روزمرہ محاوروں اور عام بول چال کی زبان میں ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے انھوں نے عام بول چال کی زبان ہی کو شعری زبان بنانے کی ٹھان لی تھی، وہ اس راستے پر چلنے پر فخر بھی کرتے رہے اور خود کو میرؔ اور نظیرؔ کا مقلد کہتے رہے۔ اس مقصد میں وہ اس حد تک کامیاب ہوئے کہ یہ خصوصیت ان کی انفرادیت کا ایک نمایاں پہلو بن گئی۔ ان کے ہاں بعض ایسی غزلیں بھی ہیں جو مطلع تا مقطع اسی خصوصیت سے لبریز ہیں۔ ایک پوری غزل میں روزمرہ کی گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔

نکل آئے ادھر جناب کہاں　　رات کے وقت آفتاب کہاں
میری آنکھیں کسی کے آنسو ہیں　　ورنہ ان پتھروں میں آب کہاں
سیب کھلے ہیں کسی کے گالوں پر　　اس برس باغ میں گلاب کہاں
میرے ہونٹوں پہ تیری خوشبو ہے　　چھو سکے گی انہیں شراب کہاں

رات کے وقت آفتاب، پتھروں میں آب، باغ میں گلاب، ہونٹوں پر خوشبو سب روز مرہ اور عوامی محاورے ہیں، جنھیں نہایت ہی فصاحت کے ساتھ غزل کے پیرایۂ بیان میں ادا کیا گیا ہے۔ تمام اشعار سلیس اور دریا کی طرح رواں ہیں۔ان اشعار کی نثر کرنا چاہیں تو ترتیب بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔پہلے مصرعے کی نثر پر اگر خوب غور کیا جائے تو یوں ہو گی ''جناب ادھر کہاں نکل آئے'' جو کہ روز مرہ میں مستعمل ہے لیکن جناب کو بطور قافیہ لانا ہو تو ع نکل آئے ادھر جناب کہاں! سے بہتر کوئی ترتیب ہی نہیں بنتی۔ دراصل وزن اور قافیے سے نمٹنے کے لیے اس کی ترتیب اس احتیاط سے بدلی گئی ہے کہ کسی قسم کا ثقل، غرابت یا تنافر پیدا نہیں ہوا ہے جو کانوں پر گراں گزرتا یا مطلب سمجھنے میں دشواری ہوتی۔ ایسی ترتیب بدلنے سے فصاحت میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اس حوالے سے مسعود حسین رضوی کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> '' اگر وزن مجبور کرے تو لفظوں کی ترتیب میں فرق کرنا جائز ہے مگر صرف اتنا کہ مطلب سمجھنے میں دقت نہ ہو اور کانوں کو ناگوار نہ ہو بلکہ بغیر غور کیے ہوئے اس فرق کا احساس کبھی نہ ہو۔''[52]

بیان میں سادگی اور سلاست ہونے کی وجہ سے فصاحت داخلِ کلام تو رہتی ہے مگر یہاں ایک بڑا خدشہ یہ رہتا ہے کہ کہیں بیان نثر کے اس قدر قریب نہ جا پہنچے جس سے کلام کی تاثیر جاتی رہے اور شعر تغزل اور شعریت سے عاری ہو جائے لیکن شاعر بلند تخیل کا مالک، ماہر فن کار اور جدّت طراز ہو تو بیان کی سادگی کے باوجود کلام میں گہرائی اور تاثیر کا حُسن برقرار رہتا ہے۔اسے بشیر بدرؔ کی کمالِ فن کاری کہیے کہ کلام میں سادگی کے باوصف جمال آفرینی اور اثر آفرینی جلوہ گر رہتی ہے۔

میں اداس رستہ ہوں شام کا تری آہٹوں کی تلاش ہے
یہ ستارے سب ہیں بجھے بجھے مجھے جگنوؤں کی تلاش ہے

فصاحت کے ساتھ بلاغت کے لفظ کی موجودگی اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ کلام میں صرف فصاحت کا ہونا ہی کافی نہیں۔ کلام میں فصاحت کے ساتھ ساتھ دیگر لوازمات بھی ہوتے ہیں جو کلام کی معنوی گہرائیوں سے سروکار رکھتے ہیں۔ بلاغت کے محاسن آگے آئیں گے؛ یہاں صرف اتنا کہنا ہے کہ درج بالا شعر میں فصاحت ہی نہیں بلاغت کا بھی نمونہ ہے شعر میں امیجری کا انفرادی رنگ بھی نمایاں ہے۔ان تمام اوصاف کی بنا پر اس شعر میں جمال آفرینی، تاثیر اور معنی کی گہرائی بدرجۂ اتم پیدا ہوئی ہے۔ کلامِ بشیر بدرؔ میں اسی طرح فصاحت کا دریا بہاتے اشعار موجود ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ فصیح ترین اشعار میں بھی امیجری کے نت نئے

رنگ جلوہ گر ہیں۔ یہاں اس عام خیال کی تردید ہوتی ہے کہ جس طرح قافیہ اور وزن کی پابندیوں سے شاعر فصاحت سے سمجھوتا کرنے پر مجبور ہو سکتا ہے اسی طرح کسی عمدہ پیکر یا امیج کو تخلیق کرتے ہوئے فصاحت میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ فن کاران سبھی مسائل سے نبرد آزما ہونے کا سلیقہ رکھتا ہے۔

عوامی زبان (Spoken Language) کو غزل میں اپنانے سے بشیر بدرؔ کے کلام میں برجستگی آئی، جو مفید ثابت ہوئی۔ کلام میں برجستگی کا وجود تین عناصر کو محیط ہے؛ کلام بے ساختہ، فی البدیہہ (حسبِ موقع) اور بے تکلف ہو۔ برجستگی کی خصوصیت محض عوامی زبان کو اظہار کے پر دینے کی وجہ سے پیدا نہیں ہوتی ہے، یقیناً اس میں شاعر کی فن کاری کا عمل دخل بھی ہوتا ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ سادگی، سلاست اور روانی کی طرح کلام کا بے ساختہ رنگ، فی البدیہہ پن اور بے تکلفانہ اظہارِ فن بھی کسی قدر عوامی بول چال ہی کا رہینِ منت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ شاعر کا تبادلۂ خیال شاعری کے علاوہ اپنے معاشرے کی جس زبان میں ہوتا ہے، اس میں فطرتاً بے ساختگی، برجستگی اور بے تکلفی ہوتی ہے۔ جب اسی زبان کو وہ شعر کا جامہ پہناتا ہے تو اس رنگ کا قائم رہنا عین ممکن ہوتا ہے۔ بشیر بدرؔ کے ہاں بیسوں ایسے اشعار موجود ہیں، جن سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ فی البدیہہ، بے ساختہ اور بے تکلفانہ شعر پر شعر کہتے چلے جارہے ہیں۔

دل کی بستی پرانی دلی ہے　　　جو بھی گزرا ہے اس نے لوٹا ہے
اگر تلاش کروں کوئی مل ہی جائے گا　　　مگر تمہاری طرح کون مجھ کو چاہے گا
تمہیں ضرور کوئی چاہتوں سے دیکھے گا　　　مگر وہ آنکھیں ہماری کہاں سے لائے گا

برجستہ کلام میں فصاحت کا رنگ پایا جانا فطری ہے اور یہ بھی مانا جاسکتا ہے کہ بشیر بدرؔ کے کلام میں سادگی، سلاست، روانی اور برجستگی جیسی خوبیاں عوامی زبان کے اظہار ہی سے پیدا ہوئی ہیں لیکن عوامی زبان اور روزمرہ محاوروں میں غزل کہنے میں بہت سے مسائل درپیش رہتے ہیں۔ بعض الفاظ اور محاورے زبان نہیں محض بولی ٹھولی کے محاورے ہوتے ہیں اور بعض سے یہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ اگر یہ محاورات لسانیات کے زمانی تغیر کے طوفان میں دم توڑ بیٹھے تو شعر کا باقی رہنا بھی محال ہو گا۔ بشیر بدرؔ اس راز سے بخوبی واقف ہیں۔ ایک مشاعرے میں یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ "ایک دور کا محاورہ دوسرے دور کے لیے اجنبی اور بے اثر ہو جاتا ہے محض محاورے کے حُسن اور برجستگی پر کوئی شعر اچھا نہیں ہو سکتا ہے۔"[53] دراصل شعر کے لیے اچھا محاورہ وہی ہے، جو ہر دور میں زندہ رہنے کی قوّت رکھتا ہو۔ میرؔ و غالبؔ کے اشعار آج زندہ نہ ہوتے اگر ان کے ڈکشن اور محاوروں میں زندہ رہنے کی صلاحیت نہ ہوتی اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ میرؔ کے کئی اشعار جو ان کے زمانے میں خوب سراہے جاتے تھے، آج صرف اہل علم کی حد تک گردش میں ہیں۔ ہر کسی کی طبیعت انھیں

برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی۔ یہ مسئلہ ڈکشن اور محاورے دونوں کے ساتھ ہے لیکن بشیر بدرؔ نے جو ڈکشن استعمال کیا ہے وہ تقریباً پانچ سو سالہ لسانی جوڑ توڑ کے بعد بیسویں صدی کی زبان تک پہنچا ہے۔ اس لیے اس سے امید کی جا سکتی ہے کہ اس میں کئی سو سال زندہ رہنے کی طاقت بھی ہو گی۔

تشبیہات اور امیجری

بشیر بدرؔ کے کلام کا ایک اہم وصف امیجری کا منفرد انداز ہے۔ امیجری جسے محاکات، مصوری اور پیکر تراشی جیسے کئی نام دیے گیے ہیں شاعری کے لیے آبِ حیات ہے۔ امیجری یا مصوری شاعری کے لیے کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ حُسنِ شعر کا ازلی اور اساسی جوہر ہے۔ اس کے مباحث قدیم یونانی تنقیدی نمونوں سے ملنا شروع ہوتے ہیں۔ افلاطون اور ارسطو کی تنقیدی بصیرت میں مصوری کو اہم مقام حاصل ہے۔ افلاطون اپنی مثالی ریاست سے شاعروں کو ملک بدر کرنے کا مشورہ اس لیے دیتا ہے کہ اسے وہ حقیقت کی تصویر کشی سے دو قدم دور نظر آتے ہیں۔ ارسطو کا انکشاف اگر چہ افلاطون سے برعکس ہے لیکن امیجری کو وہاں بھی مرکزیت حاصل ہے۔ ارسطو پر یہ انکشاف ہوتا ہے کہ شاعر تخیل کی پرواز سے براہ راست عالم امثال تک رسائی حاصل کر کے حقیقت کا بالواسط مشاہدہ کرتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے ہو بہو اسی منظر کو بیان کرتا ہے۔ دراصل شاعر خیالوں کے لامتنہائی سفر میں جو کچھ مشاہدہ کرتا ہے اسے تخیل، تصور یا Imagination کا نام دیا گیا ہے اور انھیں مشاہدات کو جب لفظی پیکروں میں رقم کرتا ہے تو اسے مصوری یا امیجری کا نام دیا گیا ہے۔ لہٰذا شعر میں تصویر جس قدر واضح، مؤثر اور دلکش ہو گی اسی قدر اسے حقیقت کی نمائندہ کہا جا سکتا ہے اور حقیقت کی نمائندگی ہی شعر کی مقبولیت کا باعث ہوتی ہے۔ مصور کے پاس منظر کشی کے لیے رنگ اور شاعر کے پاس الفاظ میسر ہوتے ہیں۔ یہاں شاعر لفظوں کے حقیقی و مجازی امکانات سے پورا پورا استفادہ کرتے ہوئے اپنے مشاہدات و تجربات رقم کرتا ہے۔

شاعری میں امیجری، پیکر تراشی یا تصویر کشی الفاظ کی مدد سے کچھ اسی طرح عمل میں آتی ہے، جس طرح مصوری رنگوں کی مدد سے وجود میں آتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مصور کی مصوری کسی کاغذ، دیوار یا بورڈ پر جھلکتی ہے، جب کہ شاعر کی مصوری شعروں میں رقم ہوتی ہے۔ جس طرح انسان رنگوں سے بنائی تصویروں کو آنکھوں سے دیکھ کر لُطف اندوز ہوتا ہے، اسی طرح قاری یا سامع کے قلب و ذہن پر اشعار کی تصویروں سے مناظر کا اسکرین کھلتا ہے، جسے شاعر نے لفظوں میں قید کیا ہوتا ہے۔ بشیر بدرؔ کی امیجری کا اکثر و بیشتر نظام ان کی نادر تشبیہات ہی کا رہینِ منت ہے۔ تاہم یہ بھی درست ہے کہ ان کی امیجری کے بعض بہترین اشعار بغیر تشبیہات کے بھی پیکریت کا عمدہ نمونہ ہیں۔

بشیر بدرؔ کے کلام میں تشبیہات کے کئی رنگ جلوہ گر ہیں۔ سب سے پہلے ایسی تشبیہات کا ذکر کرتے چلیں جو غزل کی خوبصورت روایت کا حصہ ہیں۔ روایتی تشبیہات سے ہمارا مطلب وہ تشبیہات ہیں جو غزل میں محبوب کے حُسن و جمال، سراپا بیانی اور نازو ادا کے بیان میں شروع ہی سے دیکھنے کو ملتی ہیں۔ محبوب سے خطاب چوں کہ کتابِ غزل کا سب سے دلکش ورق ہے لہٰذا اس کا ذکر اُردو غزل میں ابتدا تاہنوز برابر دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثلاً ولیؔ کے ہاں محبوب گھر سے یوں نکلتا ہے ع جیوں مشرق سے نکلے آفتاب آفتاب آہستہ آہستہ، میرؔ کے محبوب کی لبوں کی نزاکت گویا ع پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے۔ تشبیہ کا یہ روایتی انداز بشیر بدرؔ کے کلام میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے وہ بھی محبوب کے حُسن و جمال کی بات روایتی تشبیہات کے سہارا کرتے ہیں۔ مثلاً ؎

ہمارے ہاتھوں میں اک شکل چاند جیسی تھی
تمہیں یہ کیسے بتائیں وہ رات کیسی تھی

مہک رہے تھے مرے ہونٹ اس کی خوشبو سے
عجیب آگ تھی بالکل گلاب جیسی تھی

تشبیہ کے لیے ایسی دو چیزوں کا ہونا لازم ہے، جن کے درمیان کوئی وصفی مشابہت ہو۔ انھیں طرفین تشبیہ کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے مذکورہ بالا دونوں اشعار کی تشبیہات حِسّی بصری ہیں۔ بشیر بدرؔ کے ہاں طرفین تشبیہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ حِسّی بصری قسم کی تشبیہات دیکھنے کو ملتی ہیں۔ درج بالا پہلے شعر میں شاعر نے محبوب کی شکل (چہرے) کو چاند جیسی بتا کے نہ صرف ایک حِسّی بصری تشبیہ رقم کی ہے بلکہ لفظوں میں ایک حسین امیج بھی قید کی ہے۔ "**شکل**" مشبہ اور "**چاند**" مشبہ بہ ہے۔ محبوب کے چہرے میں چاند سی کشش، دل کشی، چمک اور دمک ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ وجہِ تشبیہ "چمک" ہے، غرضِ تشبیہ محبوب کے حُسن کا بیان ہے اور حرف تشبیہ "**جیسی**" ہے۔ بشیر بدرؔ کو امیجری کا فن خوب آتا ہے اور تشبیہات سے وہ خوب سے خوب مناظر کو دو سطروں میں قید کرتے ہیں۔ تشبیہ اگرچہ پہلے ہی مصرعے میں مکمل ہوئی ہے لیکن امیجری کا حُسن پورے شعر کو سمجھنے سے واضح ہوتا ہے۔ سادہ لفظوں میں منظر یہ ہے کہ وصل کی رات میں محبوب کا چہرہ روبرو ہے۔ شاعر ہاتھوں میں چاند جیسی شکل لے کر مصرعِ ثانی میں جو استفہام کا رنگ پیدا کرتا ہے وہ دراصل قاری کے قلب و ذہن پر ایک دستک ہے جو نئے در وا کرتے ہوئے اسے چاندنی رات کے منظر میں لے جاتی ہے۔ ع تمہیں یہ کیسے بتائیں وہ رات کیسی تھی؟ اس استفہام کے استفسار کے لیے بس اتنی سی فہم کافی ہے کہ آدمی وصل کی رات اور محبوب کے چاند جیسے مکھڑے سے واقف ہو تو نظروں کے سامنے چاندنی رات کا منظر آتے دیر نہ لگے گی۔ دوسرے مصرعے میں بھی تشبیہ ہی پوشیدہ ہے جو پہلے مصرعے کو سمجھنے کے بعد عیاں ہوتی ہے۔ شاعر وصل کی

رات کو چاندنی رات سے تشبیہ دے رہا ہے۔ پہلے مصرعے میں جو کیفیت بیان ہوئی ہے (محبوب کی چاند جیسی شکل ہاتھوں میں ہے) اس پر غور کر کے سوچیں کہ جس رات چاند ہاتھوں میں ہو اس رات کے چاندنی رات ہونے سے کسے انکار ہو سکتا ہے؟

دوسرے شعر میں شاعر وصل سے پیدا شدہ آگ کو گلاب سے تشبیہ دیتا ہے۔ **"آگ"** (مراد آتش عشق ہے) مشبہ ہے، **"گلاب"** مشبہ بہ ہے۔ آگ اور گلاب کی تیز رنگت میں ایک وصفی مشابہت شعلہ سامانی کی ہے لہٰذا "شعلہ سامانی" وجہ شبہ ہے۔ آتشِ عشق کا بیان غرضِ تشبیہ ہے اور حرف تشبیہ **"جیسی"** ہے۔ اس شعر کی فن کاری ہونٹوں کے خوشبو سے مہکنے میں بھی پوشیدہ ہے اگرچہ گلاب کی پنکھڑی کو ہونٹوں سے تشبیہ دینا غزل میں عام ہے لیکن آتشِ عشق کو گلاب سے تشبیہ دینے میں بڑی جدّت طرازی ہے۔ جس طرح عشق کی آگ حُسن سے بھڑکتی ہے بالکل اسی طرح گلاب کی تیز رنگت کی نسبت بھی حُسن ہی سے ہے لہٰذا محبوب کے دیدار سے بھڑکی ہوئی آگ کو گلاب سے تشبیہ دینا عین فطری ہے۔ عشق کی آگ کو گلاب سے تشبیہ دینے میں یہ وجہ بھی کارفرما ہے کہ جس طرح عشق کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہتی ہے اور اس کی شدت سے عاشق کے چہرے کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے لیکن بہت تند و تیز ہونے کے باوجود بھی اس کے شعلے ظاہر نہیں ہوتے ہیں۔ اسی طرح کا معاملہ گلاب کا ہے، جس میں اندر ہی اندر قدرت اپنے حُسن کی جلوہ گری کو تیزی بخشتی ہے جس سے اس کا رنگ آگ سا ہو جاتا ہے۔ گلاب کی آگ اور آتشِ عشق میں یہ اشتراک ہے کہ دونوں میں ظاہری آگ کی طرح شعلے ظاہر نہیں ہوتے بلکہ یہ اندر ہی اندر سلگتی رہتی ہے۔ اب بشیر بدرؔ کی تشبیہات کا ایک اور منفرد انداز ملاحظہ کیجیے۔

مست و سر شار تھے کوئی ٹھوکر لگی آسماں سے زمیں پر یوں ہم آگئے
شاخ سے پھول جیسے کوئی گر پڑے رقصِ آواز پر جھومتے جھومتے
آنکھیں آنسو بھری، پلکیں بوجھل گھنی، جیسے جھیلیں بھی ہوں نرم سائے بھی ہوں
وہ تو کہیے انہیں کچھ ہنسی آگئی، بچ گئے آج ہم ڈوبتے ڈوبتے

یہ اشعار ان کے بالکل ابتدائی دور کی غزل سے لیے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتدا ہی سے غزل میں نادر تشبیہات سے کام لینے کا ہنر رکھتے تھے۔ محولا بالا پہلے شعر میں **"ہم"** مشبہ ہے اور **"پھول"** (شاخ سے گرتا ہوا) مشبہ بہ۔ طرفین تشبیہ کے لحاظ سے یہ بھی حِسّی بصری تشبیہ ہے، جس کی وجہ سے شعر میں ایک خوب صورت حِسّی بصری پیکر بھی ظاہر ہوا ہے۔ زندگی کے کسی موڑ پر اچانک ایک خوش و خرم اور مست و سرشار شخص کسی حادثے کا شکار ہو جائے یا اپنوں سے جدا ہو جائے اور سب کی سب خوشیاں پل بھر میں چھن جائیں

۔اس کی مشابہت ایسے پھول سے ہے جو اچانک شاخ سے گر پڑے اور جھومتے جھومتے اپنے وجود کو مضمحل ہوتے دیکھے۔ یہ حال عاشق کا ہے کہ وہ عشق میں مست و سرشار ہوتا ہے لیکن محبوب سے بچھڑنا ایک ایسی ٹھوکر ثابت ہوتی ہے جو اُسے آسماں سے زمیں پہ گرا دیتی ہے۔

دوسرا شعر تشبیہ ملفوف کی مثال ہے۔ تشبیہ ملفوف طرفین تشبیہ کی تعداد کے لحاظ سے کی گئی تقسیم ہے۔ تشبیہ کی اس قسم میں ایک سے زیادہ مشبہ اور مشبہ بہ ہوتے ہیں۔ پہلے چند مشبہ لائے جاتے ہیں اور پھر اسی ترتیب کے ساتھ مشبہ بہ کا ذکر ہوتا ہے۔ شعر میں پہلے "**آنکھیں**" اور "**پلکیں**" دو مشبہ ہیں اور اس کے بعد "**جھیلیں**" اور "**نرم سائے**" دو مشبہ بہ ہیں۔ آنکھوں کو جھیلوں سے اور پلکوں کو نرم سایوں سے تشبیہ دی ہے۔ بالترتیب تشبیہ سے لف و نشر کا حُسن بھی پیدا ہوا ہے جو تشبیہ کی اس قسم کی خصوصیت ہے۔ وجہ شبہ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ تشبیہ مفصّل بھی کہی جا سکتی ہے، اس لیے کہ وجہ شبہ بیان کر دی گئی ہے۔ وہ اس طرح کہ آنکھوں کو جھیلوں سے تشبیہ دینے کی وجہ پانی کا موجود ہونا ہو سکتا ہے، جسے "آنکھیں آنسو بھری" کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔ تشبیہ کا حُسن اس بات میں مخفی ہے کہ جھیل کا سرمایہ پانی ہوتا ہے اور آنکھ کا سرمایا آنسو ہے۔ اسی طرح پلکوں کو نرم سائے سے تشبیہ دینے کی وجہ بھی "**پلکیں بوجھل گھنی**" میں مذکور ہے۔ پورا مصرع سمجھ لینے کے بعد جو تصویر قائم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح جھیل کے کنارے کوئی بوجھل گھنا یعنی سایادار درخت جھیل کے حُسن کو دوبالا کرتا ہے، اسی طرح بوجھل گھنی پلکیں آنکھوں کے حُسن کو دوبالا کرتی ہیں۔ آنکھوں کی نزاکت کو مد نظر رکھیں تو نرم سائے کی ترکیب کا اپنا حُسن ہے۔ آسان الفاظ میں یہ کہ آنکھوں کا حُسن اپنی جگہ اہم ہے ہی لیکن پلکیں ان کے حُسن میں مزید رعنائی پیدا کرتی ہیں، جیسے کسی خوبصورت جھیل کے کنارے کوئی سایہ دار درخت اس کی دلکشی میں اضافہ کرتا ہے۔ مصرعِ ثانی بھی کئی محاسن رکھتا ہے، جس کا بیان موضوع کو طول دے گا لیکن اتنا اشارہ دینا ضروری ہے کہ دریائے عشق میں ڈوبنا کیا ہے؟ کوئی کیوں کر ڈوب سکتا ہے؟ کوئی کیسے ڈوبتے ڈوبتے بچ سکتا ہے؟ ایسے کئی سوالات کا جواب اس مصرعے میں فن کارانہ انداز میں مضمر ہے۔ اگر کچھ دیر مذکورہ بالا شعر میں ڈوب جانے کی سعی کی جائے تو یہ جوابات مل سکتے ہیں۔

محبوب کے ذکر کو التوا میں رکھتے ہوئے تشبیہ مفروق کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ اس لیے کہ یہ بھی ایک نادر تشبیہ ہے اور اس کا ذکر تشبیہ ملفوف کے قریب تر ہوتا ہے۔ تشبیہ مفروق کے تحت چند مشبہ اور مشبہ بہ کا ذکر ایسے کیا جاتا ہے کہ ہر مشبہ بہ اپنے مشبہ کے بعد واقع ہوتا ہے۔ درج ذیل شعر میں دیکھیے شاعر نے دل کو پھول سے اور رات کو آنکھ سے کیا خوب تشبیہ دی ہے۔

دل کھلا ہے پھول سا رات بھیگی آنکھ سی
کوئی موسم ہو یہاں دونوں ہوائیں ساتھ ہیں

بہر حال محبوب کے لب ور خسار، زلفوں اور چشم وابرو کے بیان میں اکثر شعرا نے غزل میں تشبیہات کا سہارا لیا ہے۔ بشیر بدرؔ سب سے زیادہ آنکھوں ہی کے شیدائی نظر آتے ہیں اور ان آنکھوں کی مستی کے افسانے چھیڑتے ہوئے وہ کبھی جھیلوں تو کبھی تاروں کی بات کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک ڈرامائی فضا بھی قائم کرتے ہیں۔

جیسے کشمیری جھیلوں کی آغوش میں ننھے ننھے ستارے اتر آئے ہوں
رات ان نیلی آنکھوں میں کچھ ایسے ہی آنسوؤں کے دیے جھلملاتے رہے

درج بالا شعر میں **آنسوؤں کے دیے** تشبیہ بالاضافت ہے۔ بشیر بدرؔ کی شاعری میں آنکھ اور آنسو کا ذکر کثرت سے ملتا ہے، وہ آنسو کے بڑے قدر دان ہیں۔ انھیں وہ ہیرے موتیوں ہی نہیں چاند تاروں سے بھی انمول سمجھتے ہیں اور سو سو طرح سے ان کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔

اندھیری رات کا تنہا مسافر مری پلکوں پہ اب سہما ہوا ہے
اک پل کی زندگی مجھے بے حد عزیز ہے پلکوں پہ جھلملاؤں گا اور ٹوٹ جاؤں گا

اندھیری رات کا تنہا مسافر بشیر بدرؔ نے آنسو کو کہا ہے، یہ ترکیب بلا مبالغہ قابل تحسین ہے۔ اندھیری رات میں ایک تنہا مسافر کو سفر درپیش ہے، وہ تنہائی اور تاریکی کے عالم سے کسی اسٹیشن پر سہما ہوا ہے۔ یہ بہترین اور قابل صد تحسین منظر شاعر نے اپنے منفرد استعاراتی انداز سے آنسو کے لیے لایا ہے۔ آنسو تنہائی ہی میں آتے ہیں اور بہتے جاتے ہیں یا پھر پلکوں پر سہمے سہمے سے ٹھہر جاتے ہیں۔ تشبیہات کا حُسن اپنی جگہ لیکن ابھی تک جو اشعار مثالوں میں پیش کیے گئے، ان میں امیجری یا پیکر تراشی بھی قابلِ ستائش ہے۔ شاید جدید امیجری کے نمائندہ شاعر ہونے کی حیثیت سے ان کے ہاں حِسّی بصری پیکر سب سے زیادہ نظر آتے ہیں کیوں کہ جدید دور کا انسان سب سے زیادہ دیکھنے کا عادی ہو چکا ہے اور اسے باقی حواسِ خمسہ سے زیادہ آنکھوں سے دیکھے جانے والے منظر پسند ہیں۔ بشیر بدرؔ بھی ان مناظر کو کسی ویڈیو فلم ہی کی طرح قید کرتے ہیں۔ محبوب کے خدوخال اور حُسن وجمال کے بیان میں چند اور اشعار ملاحظہ فرمائیں، جن میں نہ صرف دلکش تشبیہات ہیں بلکہ امیجری کا بہترین نظارہ بھی ہے۔

پیار کی نئی دستک دل پہ پھر سنائی دی
چاند سی کوئی صورت خواب میں دکھائی دی

اس شعر میں بھی محبوب کی صورت کو چاند سے تشبیہ دی گئی ہے۔ **صورت** مشبہ، **چاند** مشبہ بہ اور **سی** حرفِ تشبیہ ہے۔ وجہ شبہ خوب صورتی اور چمک ہے، جو چاند اور محبوب کی صورت میں ایک مشترکہ وصف

ہے، غرضِ تشبیہ محبوب کے حُسن کا بیان ہے۔ اس پیکر میں **پیار کی دستک** کی معروف ترکیب ہے۔ شاعر نے سمعی بصری وسائل کو ایک شعر میں جمع کیا ہے۔ پیار کی دستک کا دل پہ سنائی دینا سمعی ہے اور چاند سی صورت کا دکھائی دینا بصری ہے۔ ایک اور حسّی بصری پیکر ملاحظہ کیجیے۔

تیرا جسم اشعار کے آئینے میں ایسا لگتا ہے
چاند کو جیسے قید کیا ہو شیشے کی دیواروں میں

اس شعر میں تشبیہ کی لطافت کو خوب محسوس کیا جاسکتا ہے۔ حُسن کو اگر پردوں میں بھی قید کیجیے، یہ پردوں کو چیر کر اپنا جلوہ دکھانے کی تاب رکھتا ہے لیکن فنی مہارت دیکھیے کہ اس امر کے بیان میں شاعر نے کیا خوب تشبیہ سے کام لیا ہے ع **چاند کو جیسے قید کیا ہو شیشے کی دیواروں میں۔** شیشے کی دیواریں اس قدر مضبوط تو ہوسکتی ہیں کہ تیغ و تیشہ کے وار کو روک لیں لیکن حُسن کی شعاؤں کو روکنا ان کے لیے بہر صورت محال ہے۔ حُسن نور یا روشنی ہے اور روشنی شیشے سے ہر حال میں پار ہوتی ہے۔ کہنا یہ ہے کہ حُسن کو اشعار کے پردے میں بھی نہ چھپایا جاسکا۔ **"اشعار کے آئینے میں"** کی ترکیب دراصل " **اشعار کے پردے میں** " کے معنی دیتی ہے۔ شاعر نے محبوب کے حُسن کو اپنے اشعار کے آئینے میں اتارا ہے لیکن یہاں آئینہ اپنے مجازی معنوں میں مستعمل ہے جو شیشے کی مناسبت میں ایک شعری حُسن رعایت کا کام بھی دیتا ہے۔ اسی رنگ کا ایک اور شعر ملاحظہ کیجیے۔

جسم جیسے بھرا بھرا ساغر
گفتگو میں نشہ سا ہے

شعر کے دونوں مصرعوں میں دو الگ الگ تشبیہیں ہیں۔ پہلے مصرعے میں محبوب کے جسم کو بھرے ساغر سے تشبیہ دی ہے جو کہ حِسّی بصری تشبیہ ہے اور دوسرے مصرعے میں تشبیہ عقلی ہے۔ گفتگو کو "نشہ" سے تشبیہ دی ہے، یہاں طرفینِ تشبیہ (گفتگو اور نشہ) کو حواسِ خمسہ کے بجائے عقل سے سمجھا جاسکتا ہے، اس لیے یہ تشبیہ عقلی ہے۔ اسے تشبیہ وجدانی بھی کہہ سکتے ہیں جو تشبیہ عقلی کی ایک قسم ہے کیوں کہ یہاں ہم طرفینِ تشبیہ کو اپنے وجدان ہی کی مدد سے محسوس کرسکتے ہیں۔ اب یہ شعر پڑھیے۔

غزل بھی اس طرح اس کے حضور لایا ہوں
کہ جیسے بچہ کوئی آئے امتحاں کے لیے

یہ تشبیہ مرسل کی مثال ہے۔ تشبیہ مرسل میں حرف تشبیہ، مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان بطور واسطہ موجود رہتا ہے۔ اس شعر میں "جیسے" حرفِ تشبیہ ہے۔ تشبیہ کی اس قسم کو تشبیہ صریح بھی کہتے ہیں۔

بشیر بدرؔ نے زندگی کے عمومی تجربات کو پیش کرتے ہوئے بھی اکثر تشبیہ و استعارے کا سہارا لیا ہے۔ ایسے تجربات کے اظہار میں معنیٰ کی گہرائی اور گیرائی نہ ہو تو مقصد حاصل نہیں ہو سکتا لہٰذا شاعر شعری وسائل کا بھرپور سہارا لیتے ہوئے اپنے تجربات کو معنیٰ خیز رنگ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً:

آدمیت، محبت، شرافت، وفا
ناگنیں آستینوں میں پلتی رہیں

یہ تشبیہ تسویہ کی مثال ہے۔ تشبیہ تسویہ وہ تشبیہ ہے، جس میں کئی چیزوں کو کسی ایک چیز سے تشبیہ دی جائے یعنی مشبہ کئی ہوں اور مشبہ بہ ایک ہی ہو۔ اس شعر میں آدمیت، محبت، شرافت اور وفا چار مشبہ ہیں اور ناگنیں مشبہ بہ ہے۔ شاعر نے اپنی زندگی میں رشتوں اور جذبوں کی حقیقتوں کو جب نزدیک سے دیکھا تو اسے ان میں صداقت نظر نہیں آئی بلکہ اخلاص سے خالی ان جذبوں اور رشتوں میں صرف بناوٹ اور خود غرضی نظر آئی۔ دراصل انسان اب محبت، شرافت اور وفا کا ڈھونگ رچا کر اپنے مقصد کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ اس لیے ایسی حالت کو بیان کرنے میں شاعر کو ان تمام جذبوں کی مشابہت آستین میں چھپے سانپ کی طرح نظر آئی، ایسی ہی کیفیت کے لیے بشیر بدرؔ نے ایک نئی ترکیب بھی برتی ہے جو اس مصرعے میں ہے ؏ پھولوں میں چھپایا ہوا خنجر نہیں دیکھا! جدتِ بیان اور شعری ضروریات کے پیشِ نظر شاعر نے بہترین مصرع کہا ہے۔ اسی طرح ایک اور شعر؂

ان کے چہرے چاند تاروں کی طرح روشن رہے
جن غریبوں کے یہاں حُسنِ قناعت ہے بہت

شاعر کی نگاہ اپنے زمانے کے منفی اور مثبت دونوں پہلوؤں پر ہے۔ ایک طرف اسے اخلاص سے عاری رشتے اور جذبے لیے انسان ملتے ہیں اور دوسری طرف اسے مثبت قدریں ملتی ہیں۔ بشیر بدرؔ تصویر کے اس مثبت رُخ کو بھی اپنے شعری تجربے کا حصہ بناتے ہیں۔ درج بالا شعر پہ غور فرمائیں تو شاعر نااُمیدی میں اُمید کی کرن ڈھونڈ کر ایک رجائی نقطۂ نظر پیش کرتا ہے۔ ان غریبوں کے چہروں کو چاند تاروں سے تشبیہ دی ہے، جن کی پونجی میں حُسنِ قناعت کی دولت باقی ہے۔ لفظ غریب کو حقیقی معنوں میں لیجیے یا مجازی معنوں میں دونوں صورتوں میں قناعت ایک حُسن (دولت) بن کر وارد ہوتی ہے۔ یہ ایسی دولت ہے جو انسان کو ہر حال میں مطمئن رکھتی ہے، اس کی وجہ سے سب کچھ لٹ جانے کے بعد بھی چہروں کی چمک باقی رہتی ہے۔ جگرؔ نے ایک شعر میں اسی جذبے کی بہت عمدہ و اعلیٰ ترجمانی کی ہے؂

سب کچھ لٹا کے راہ محبت میں اہلِ دل
خوش ہیں کہ جیسے دولتِ کونین مل گئی

بہر حال تشبیہات کے بر ملا اظہار میں بشیر بدرؔ کی جدت طرازی قابل ذکر ہے، ایک الگ اور جُدا رنگ ملاحظہ فرمائیں۔

اک سمندر کے پیاسے کنارے تھے ہم اپنا پیغام لاتی تھی موجِ رواں

آج دو ریل کی پٹریوں کی طرح ساتھ چلنا ہے اور بولنا تک نہیں

ہجر و وصال کی کیفیات کو شعرا نے طرح طرح سے بیان کیا ہے، مذکورہ شعر میں ان دونوں کیفیات کا نہایت عمدہ بیان ہے۔ مصرع اول کیفیتِ ہجر اور ثانی وصل کا بیان ہے۔ ہجر کی کیفیت میں عاشق اور معشوق کو شاعر سمندر کے دو کناروں سے تشبیہ دیتا ہے۔ عالمِ فراق میں عاشق و معشوق سمندر کے دو مخالف کناروں کی طرح ہوتے ہیں، ان کے درمیان محبت کا سمندر رواں ہوتا ہے لیکن ہجر کے باعث دونوں پیاسے ہوتے ہیں، اس مناسبت سے پیاسے کنارے بہت ہی موافق اور موزوں ترکیب ہے۔ شاعر زمانۂ ہجر کی یہ خوبی دکھاتا ہے کہ بادِ صبا جُدائی کے اس دور میں پیغام رسانی کا کام کرتی تھی۔ وصل نے عشق کی پیاس تو بجھا دی مگر اب دونوں کا حال ریل کی دو متوازی پٹریوں سا ہو گیا جو بلاشک ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہیں لیکن کبھی ایک دوسرے سے نہیں ملتیں۔ تشبیہ کتنی موافق اور فن کارانہ ہے اس کا فیصلہ قاری خود کرتا ہے اور عش عش کہہ اٹھتا ہے۔ اب یہ شعر دیکھیے۔

راکھ ہوئیں آنکھوں کی شمعیں آنسو بھی بے نور ہوئے

دھیرے دھیرے میرا دل پتھر سا ہوا جاتا ہے

ع **دھیرے دھیرے میرا دل پتھر سا ہوا جاتا ہے** ! بے حد بلیغ مصرعہ ہے۔ پتھر بشیر بدرؔ کے چنیدہ استعاروں میں سے ایک ہے، جس کی تفصیل استعارے کے باب میں آئے گی۔ یہاں اسے بطورِ تشبیہ لایا گیا ہے۔ تشبیہ کے ذیل میں صرف اتنا اشارہ دینا ضروری ہے کہ اس **پتھر جیسے دل** کی بلاغت کا اندازہ کرنا ہو تو اسے شاعر کی ذات سے آگے بڑھ کر نئے زمانے کے انسان میں دیکھنا ہو گا کیوں کہ شاعر ذات کے پردے میں تمام انسانوں کی روداد بیان کرتا ہے۔ نئے زمانے کا انسان احساس اور دردِ دل کی دولت سے محروم ہوتا جا رہا ہے، اس کا دل یقیناً دھیرے دھیرے پتھر سا ہو رہا ہے۔ شعر کی فن کاری اس بات میں مخفی ہے کہ دل کا درد ایک انجن کا کام کرتا ہے، یہیں سے آنکھوں کو روشنی سپلائی ہوتی ہے اور آنکھوں کی شمعیں روشن رہتی ہیں، اسی مناسبت سے آنسو کو نور کہا جا سکتا ہے۔ دل کے پتھر ہونے سے سپلائی منقطع ہوئی جس بنا پر آنکھوں کی شمعیں راکھ ہو گئیں اور آنسو بے نور ہو گئے۔ آنکھوں میں نور اور روشنی کا ہونا ایک فطری عطیہ ہے، ان میں نور نہ ہو تو آیہ کسی کام کی نہیں لیکن شاعر نے ایک قدم آگے بڑھ کر یہ انکشاف کرنا چاہا ہے کہ اصل نور اور روشنی بصارت

نہیں بلکہ بصیرت کا ہونا ہے۔ یوں تو بے رحم اور بے مروت انسان بھی آنکھوں کی بینائی رکھتا ہے لیکن شاعر نے پتھر دل کی آنکھوں کو بے نور کہہ کر یہ واضح کیا ہے کہ اصل بینائی دل کی بینائی ہے جو دردِ دل سے پیدا ہوتی ہے۔ جب دل پتھر ہو جائے تو انسان اس نور سے محروم ہو جاتا ہے۔ انسان کے دل کے پتھر اجانے کا یہ سارا المیہ چوں کہ اچانک سے نہیں ہوا بلکہ یہ سب امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ یعنی دھیرے دھیرے پیش آیا لہٰذا **دھیرے دھیرے** کی ترکیب بہت ہی موافق اور مناسب ثابت ہوئی ہے۔ اب یہ شعر دیکھیے ۔

ہر اک چراغ کی لو ایسی سوئی سوئی تھی
وہ شام جیسے کسی سے بچھڑ کے روئی تھی

بشیر بدرؔ جہاں وصل کی رات کو چاندنی رات سے تشبیہ دیتے ہیں وہیں شب فرقت کے بیان میں بھی کوئی کمی نہیں ہونے دیتے۔ بیان دیکھیے کہ شبِ فرقت کا غم شام ہی سے عاشق کو کھائے جاتا ہے۔ دراصل دردِ فرقت میں غم کی تاریکی اس طرح چھا جاتی ہے کہ کوئی اُجالا اُجالا نہیں رہتا۔ چراغ اس تاریکی کو دور کرنے کی تاب نہیں رکھتے ہیں۔ اسی لیے ایسے حال میں چراغ کی لو بھی سوئی سوئی ہو جاتی ہے۔ شعر میں تشبیہ بھی اور تجسیم کاری بھی ہے۔

تجسیم کاری امیجری کی ایک قسم ہے، جسے انگریزی میں personification کہتے ہیں۔ امیجری کی اس قسم میں کسی غیر مرئی یا مجرد شے کو جسمانی خدوخال یا حرکات عطا کی جاتی ہیں۔ امیجری، پیکر تراشی اور تمثال نگاری جیسی اصطلاحات غزل میں انھیں معنوں میں مستعمل ملتی ہیں۔ شبلیؔ نے انھیں محاکات کہا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> ”محاکات کے معنی کسی چیز یا حالت کا اس طرح ادا کرنا ہے کہ اس شے کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔“[54]

درج بالا اشعار میں شام کا کسی سے بچھڑ کے رونا تجسیم کاری کی خوبصورت مثال ہے۔ بشیر بدرؔ کے ہاں تجسیم کی کئی مثالیں موجود ہیں، جن میں سے بعض تشبیہ سے پیدا شدہ ہیں اور بعض بغیر تشبیہ کے ۔

کیسی سیاہ رات تھی دہلیز پہ کھڑی — وہ مسکرا دیے تو اُجالے برس گئے
اپنا دل ہے ایک پرندہ جس کے بازو ٹوٹے ہیں — حسرت سے بادل کو دیکھے بادل اُڑتا جاتا ہے
جیسے چشمے پہ نہاتی ہوئی شہزادیِ خواب — چاندنی رات جب اشکوں میں نہا جاتی ہے

رات موسم بہت فتنہ انگیز تھا اس پہ یادوں کی زلفیں بھی لہرا گئیں
دیر تک دل سے تیری ہی باتیں رہیں بھولی بسری کہانی سناتے رہے

برف کی اجلی پوشاک پہنے ہوئے پیڑ جیسے دعاؤں میں مصروف ہیں
وادیاں پاک مریم کا آنچل ہوئیں آؤ سجدہ کریں سر جھکائیں کہیں

پہلے شعر میں سیاہ رات کا دہلیز پہ کھڑا ہونا، دوسرے شعر میں دل کو ایک ایسا پرندہ بتانا جس کے بازو ٹوٹے ہوں، تیسرے شعر میں چاندنی رات کا اشکوں میں نہانا، چوتھے شعر میں یادوں کی زلفوں کا لہرانا، پانچویں شعر میں برف کا پوشاک پہننا، پیڑوں کا دعاؤں میں مصروف ہونا سب تجسیم کاری اور امیجری کی بہترین مثالیں ہیں۔ یہ حسی و عقلی بصری پیکر ہیں جو امیجری کے بہترین مناظر آنکھوں کے سامنے لاتے ہیں۔ کلامِ بشیر بدرؔ سے تجسیم کاری کے چند مزید اشعار ملاحظہ فرمائیں، جن میں تشبیہات واضح نہیں ہیں لیکن یہ اشعار امیجری کا بہترین نمونہ ہیں۔

دلہن بنی ہے رات بڑے احترام سے — آنسو سجا رہی ہے ستاروں کے نام سے
روشنی کو رنگ کر کے لے گئے جس رات لوگ — کوئی سایا میرے کمرے میں چھپا روتا رہا
سناتے ہیں مجھے خوابوں کی داستاں اکثر — کہانیوں کے پر اسرار لب تمہاری طرح
کب جانے ہوا اس کو بکھرا دے فضاؤں میں — خاموش درختوں پر سہما ہوا نغمہ ہے
یہ کوئی بات کہنا چاہتے ہیں — ستاروں کے لبوں پہ کپکپی ہے
میں کہیں جاؤں ہے تعاقب میں — اس کی وہ جان لینے والی ہنسی
پکے گیہوں کی خوشبو چیختی ہے — بدن اپنا سنہرا ہو چکا ہے
ہماری شاخ کا نو خیز پتّا — ہوا کے ہونٹ اکثر چومتا ہے

استعاراتی و علامتی ندرت:

جدید غزل گو شعرا نے اپنے فکری اہداف کو طے کرنے میں علامات و استعارات کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ یہاں بعض ایسی علامتیں بھی منظر عام پر آئیں، جن سے غزل پہلی بار متعارف ہوئی۔ ابتدا سے غزل جن استعارات سے کام لے رہی تھی، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اگرچہ ان کا معنوی دائرہ بھی پھیلتا گیا تاہم وہ غزل کی وسیع فکر کا احاطہ کرنے میں ناکافی ثابت ہوئے۔ دراصل غزل کا فکری کینوس جب وقت کے ساتھ ساتھ وسیع ہوتا گیا تو بعض ایسے موضوعات بھی غزل میں شامل ہوئے، جن کا احاطہ کرنا شمع و پروانہ، گل و بلبل، مے و میخانہ جیسے روایتی استعارات سے ممکن نہیں رہا لہٰذا شعرا نے نئے نئے استعارات وضع کیے۔ اس اعتبار سے ہم جدید علامتی شاعری کو تین رویّوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ نجی اور داخلی کیفیات کو ایسی علامتوں کے ذریعے پیش کیا گیا جو محض داخلی واردات کا احاطہ کرتی ہیں۔ دوم یہ کہ خارجی حقائق اور تجربات کا اظہار

خارجی علامات سے کیا گیا۔ یہ وہ رویّہ ہے، جہاں شاعر ذاتی غم کو فراموش کر کے زمانے کا غم خوار اور خیر خواہ ہو جاتا ہے اور اس درد کو بیان کرنے کے لیے خارج ہی سے نشانات مستعار لیتا ہے۔ تیسرے رویّے کا شاعر مذکورہ دورویوں کا مرکب (مکچر) پیش کرتا ہے، داخلی تجربات کو خارجی حقائق کا عکس جانتا ہے اور خارجی کیفیات کو داخلی کیفیات سے جدا نہیں ہونے دیتا۔ بشیر بدرؔ کی شاعری میں یہی رویّہ غالب نظر آتا ہے۔ اس رَویّے کی بنا پر ان کے استعاراتی نظام کو (جس میں انفرادیت بھی ہے، تازگی بھی اور جدت بھی) کلاسیکی روایت کے استعاراتی نظام کے قریب تر پایا جاتا ہے۔ کلاسیکی روایت سے قریب ہونے کی وجہ سے ان کے استعارے اور علامتیں کسی حد تک اُس ابہام اور بے راہ روی سے پاک نظر آتی ہیں، جس کا خدشہ علامتوں کے من چاہے استعمال سے جدید غزل میں پیدا ہو چکا تھا لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بشیر بدرؔ نے بعض بالکل نئے استعارے برتے ہیں، جن میں سے چند ایک میں ابہام کا رنگ بھی غالب ہے۔

بشیر بدرؔ کی شاعری میں گنے چنے استعارات ملتے ہیں اور ان گنے چنے استعارات پر وہ غزل کی عمارت کھڑی کرتے ہیں۔ ان کے ہاں بعض استعارے کثیر المعنی ہیں اور بعض، استعارے کے دائرے سے گزر کر علامت کا روپ اختیار کرتے ہیں۔ ان گنے چنے استعاروں میں **پتھر**، **دیا**، **چراغ**، **چاند**، **تارے**، **سورج**، **پودا**، **دھوپ**، **چھاؤں**، **سانپ**، **پنچھی**، **جگنو**، **پھول**، **تتلی**، **فاختہ**، **مچھلی**، **روشنی**، **اندھیرا** وغیرہ ہیں۔ چند اہم استعاروں کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں ؎

بہت دنوں سے میں ان پتھروں میں پتھر ہوں
کوئی تو آئے ذرا دیر کو رلائے مجھے

پتھروں کی زمیں پتھروں کے شجر پتھروں کے مکاں پتھروں کے بشر
کب سویرا ہوا ہم کدھر کو چلے کس گلی شام آئی کہاں سو گئے

ہر دھڑکتے پتھر کو لوگ دل سمجھتے ہیں
عمریں بیت جاتی ہیں دل کو دل بنانے میں

پتھر نئے زمانے کے انسان کا بھرپور عکاس ہے۔ نئے زمانے کے انسان پر یہ کوئی بے جا الزام نہیں ہے بلکہ حقیقت یہی ہے کہ مختلف اور متعدد وجوہات کی بنا پر اب انسان درد و اثر سے محروم ہو گیا ہے۔ پتھر اور انسان میں فرق یہ ہے کہ ایک بے جان ہے اور دوسرا جاندار لیکن جب انسان کا دل درد کو محسوس کرنے سے قاصر رہے تو بے رحم، بے مروت اور سنگ دل ہو جاتا ہے۔ اب ان دونوں کے درمیان یہ وصفی مشابہت قائم ہو جاتی ہے کہ دونوں کسی کا درد سمجھنے سے عاری ہیں۔ اس بنا پر یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگتی کہ پتھر؛ بے رحم، بے

مروت اور سنگ دل انسان کا استعارہ ہے۔بشیر بدرؔ کے ہاں یہ استعارہ (پتھر) استعارے سے آگے بڑھ کر علامت کا روپ بھی اختیار کر لیتا ہے۔

سر جھکاؤ گے تو پتھر دیوتا ہو جائے گا
اتنا مت چاہو اسے وہ بے وفا ہو جائے گا

ایک ہی لفظ کب استعارہ اور کب علامت بن جاتا ہے؟ یہ بیان پر منحصر ہے۔استعارے اور علامت میں ایک واضح فرق (جو قدرے تفصیل سے استعارے اور علامت کے باب میں بیان ہو چکا ہے) یہ ہے کہ علامت میں معنی کا تنوُّع استعارے کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔استعارہ بیک وقت کسی ایک ہی مستعار لہ کا احاطہ کرتا ہے لیکن علامت میں معنی کی تہہ داری ہوتی ہے۔دوسری اہم بات یہ کہ علامت سے حقیقی اور مجازی دونوں معنی مراد لیے جاسکتے ہیں۔مثلاً استعارے کی مثال میں درج شعر میں شاعر خود کو پتھر کہتا ہے، حالاں کہ حقیقت میں انسان پتھر نہیں ہے اور نہ یہ معنی مراد لیے جاسکتے ہیں لیکن اس شعر میں ہم دونوں معنوں کا مزہ لے سکتے ہیں۔اس لیے کہ جس پتھر کے سامنے انسان جھکتا ہے وہ حقیقت میں دیوتا کہلاتا ہے۔اب اس کے مجازی معنوں کی تہہ داری اور گہرائی محسوس کی جاسکتی ہے۔کسی سنگ دل کی عزت و احترام کیجیے تو اسے خدا بننے میں دیر نہیں لگتی۔کسی سے بے حد وفاداری کا مظاہرہ کیجیے تو بے وفائی کا تیر سہنا پڑتا ہے۔کسی سے خلوص سے پیش آیئے تو وہ دھوکا دینے کی تاک میں رہتا ہے۔کسی کا احسان قبول کیجیے تو وہ غلام بنانے کے درپے ہو جاتا ہے۔

بشیر بدرؔ کے ہاں بعض مترادف استعارے ملتے ہیں۔مثلاً **دیا اور چراغ، پرندہ اور پنچھی، پیڑ اور پودا**۔وغیرہ۔یہ مترادفات اگرچہ ایک ہی مقصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن انھوں نے موقع محل کی مناسبت سے انھیں بدل بدل کر استعمال کیا ہے۔

نئے موسموں کی اڑان کو ابھی اس کی کوئی خبر نہیں
ترے آسماں کے جال کو نئے پنچھیوں کی تلاش ہے
کبھی آسماں کی بلندیوں سے اتر کے خاک پہ آئیں گے
ابھی پنچھیوں کو خبر نہیں یہ زمین دانوں کا جال ہے

ان اشعار میں صرف پنچھی استعارہ نہیں ہے بلکہ آسمان اور زمین بھی بطورِ علامت مستعمل ہیں۔یہاں پنچھی ایک جہاں گشت اور سرگرداں آدمی کا استعارہ ہے، آسمان بلندی اور زمین پستی کی علامت ہے۔پہلے شعر کا حُسن اس بات میں خاص طور سے پنہاں ہے کہ عام طور سے پنچھی کو آسمان کی تلاش رہتی ہے لیکن یہاں

آسمان خود پنچھیوں کی تلاش میں ہے۔ یہ دو الگ الگ غزلوں کے اشعار ہیں، انھیں ایک جگہ جمع کر کے یہ دکھانا مقصود ہے کہ بشیر بدرؔ کس طرح ایک ہی استعارے کی مدد سے اپنی فکر کی مختلف سمتوں کو سمیٹتے ہیں۔ پنچھی جب آسمان کی تلاش میں ہے تو زمین جال بچھائے منتظر ہے اور جب زمین پر ہے تو آسمان گھات لگائے ہے۔ یہ دونوں شعر علامتی حُسن رکھتے ہیں اور یہی نیا علامتی انداز ہے۔ قریب قریب یہی موضوع غالبؔ کے یہاں بھی دیکھیے کس طرح ادا ہوا ہے تاکہ نئی اور روایتی علامتوں کا فرق بھی واضح ہو جائے۔

دامِ ہر موج میں ہے حلقۂ صدکامِ نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

غالبؔ کے اس بلیغ علامتی شعر کا مضمون بھی قریب قریب وہی ہے، جس کا ذکر ابھی ہوا ہے۔ غالبؔ کہتے ہیں کہ ایک قطرے کو گہر بننے کے لیے سمندر کی تہوں میں اترنا پڑتا ہے اور دورانِ سفر اسے کئی موجوں اور نہنگوں (یعنی خطرات) کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس قطرے پر گہر بنے تک کیا کچھ گزرتی ہے، غالبؔ اس کا باریکی سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح بشیر بدرؔ اس پنچھی کا مشاہدہ کر رہے ہیں، جسے بلندیوں پر اڑان بھرنے کا اشتیاق ہے۔ وہ بھی اسی قطرے کی طرح اپنے سفر، حضر اور خطر سے نہ صرف بے خبر ہے بلکہ اس قدر کمزور بھی ہے کہ نبرد آزمائی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ جس طرح غالبؔ کے ہاں قطرہ گہر بننے کے لیے سمندر کی تہوں میں اترتا ہے چہ جائیکہ اس کی دانست میں گہر بننے کا کوئی گمان بھی نہ ہو اسی طرح بشیر بدرؔ کے ہاں پنچھی بلندیوں کو چھونے کے لیے اپنی اڑان پر بہ ضد ہے۔ اسے نہ آسمان کی سازش کی خبر ہے نہ زمین کے جال کی۔ وہ اس قدر معصوم اور ناتواں ہے کہ کسی بھی ارضی یا سماوی سازش کا شکار ہو سکتا ہے لیکن وہ اس کے باوجود اپنی اڑان بھرتا ہے۔ پنچھی کا مترادف پرندہ ہے۔ دیکھیے ان کے یہاں پرندہ کیا معنی رکھتا ہے اور ساتھ ہی حویلی کی نئی علامت کا لطف بھی لیجیے جو بیشتر جدید شعرا کے ہاں مستعمل ہے۔

کیوں حویلی کے اجڑنے کا مجھے افسوس ہو
سیکڑوں بے گھر پرندوں کے ٹھکانے ہوگئے

بشیر بدرؔ حویلی کے اجڑنے کا افسوس نہیں کرتے کیوں کہ ایک حویلی اجڑنے سے سینکڑوں بے گھر پرندوں کو (اپنا گھونسلا بنانے کا موقع ملتا ہے) ٹھکانا میسر آتا ہے۔ حویلی اور پرندے دونوں ہی لفظوں میں حقیقی معنوں کے تنوع کے ساتھ ساتھ مجازی معنوی تہداری کا حُسن بھی پوشیدہ ہے۔ حویلی کے اجڑنے سے سرمایا داروں کا اجڑنا، حکومتوں کا اجڑنا، سماج کی جابر کلاس کا اجڑنا مراد لیا جاسکتا ہے جیسا کہ مخدوم محی الدین کی نظم ”حویلی“ میں بوسیدہ حویلی سے فرسودہ سماج (ایک بوسیدہ حویلی یعنی فرسودہ سماج) مراد لیا گیا ہے۔ اس طرح

سے بے گھر پرندے؛ بے بس، لاچار، نادار، مفلوک الحال اور محکوم لوگ مراد لیے جاسکتے ہیں۔

بشیر بدرؔ پیڑ اور پودا (جو مترادف ہیں) دونوں کو استعاراتی رنگ دیتے ہیں۔ ایک شعر میں پودا، پھول اور تتلی کو دو مصرعوں میں بہت ہی خوبصورت علامتی رنگ دینے کی کوشش کی ہے جو دیکھنے کے قابل ہے۔

مکاں کے ساتھ وہ پودا بھی جل گیا جس میں
مہکتے پھول تھے پھولوں میں ایک تتلی تھی

پھول اور تتلی کا استعارہ انھوں نے بچے اور بچیوں کے لیے استعمال کیا ہے۔ مذکورہ شعر میں اگرچہ حقیقی معنی ہی منکشف ہوتے ہیں لیکن ان کے ایسے اشعار بھی ہیں، جن میں پھولوں سے بچوں اور تتلیوں سے بچیوں کے معنی بر آمد ہوتے ہیں اس کے علاوہ بچوں کے لیے چاند تارے اور فرشتے جیسے استعارے بھی وضع کیے ہیں۔

دوڑتے ہیں پھول بستوں کو دبائے
پاؤں پاؤں تتلیاں چلنے لگیں

سرخ نیلے چاند تارے دوڑتے ہیں برف پر
کل ہماری طرح یہ بھی دھند میں کھو جائیں گے

یہاں سرخ نیلے چاند تاروں کو برف پہ دوڑتے دکھانا شاعر کی اختراع ہے، جس میں امیجری کا حُسن نمایاں ہے۔ شعر میں کوئی بھی لفظ غیر اہم نہیں ہے، سرخ اور نیلے رنگ بھی ان کے یہاں استعارے ہیں، جنھیں وہ اپنے ملک کے دو ایسے مذہبی طبقوں کے لیے لاتے ہیں جو فرقہ واریت کی دھند میں اعلیٰ انسانی قدروں کے اوصاف سے محروم ہو کر آپس میں دست و گریباں ہیں۔ جب وہ ان دو طبقات کے معصوم بچوں کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت میں گھلتے ملتے دیکھتے ہیں تو ان کی معصومیت کا بیان یوں کرتے ہیں کہ سرخ نیلے چاند تارے آج ایک ساتھ کھیلتے کودتے ہیں لیکن بڑے ہو کر ان کی آنکھوں پر بھی نفرت و تاریکی کی دھند پڑ جائے گی اور یہ بھی ہماری طرح ہو جائیں گے۔ بچوں کی معصومیت، پاک بازی اور بے نیازی کو دیکھتے ہوئے انھوں نے فرشتوں کا استعارہ بھی لایا ہے۔

دل کے ان باغی فرشتوں کو سڑک پر جانے دو
بچ گئے تو شام تک گھر لوٹ کر آجائیں گے

آنگن میں ننھے ننھے فرشتے لڑیں گے جب
بھوری شفیق آنکھوں میں میں مسکراوں گا

بشیر بدرؔ کے ہاں فاختہ کا استعارہ کمزور، معصوم اور مظلوم طبقے کی ترجمانی کرتا ہے بالخصوص صنف

نازک کی۔ فاختہ عالمی شناخت یافتہ امن کی علامت کے طور پر مستعمل ہے۔ بشیر بدرؔ کے ملک میں امن پسند طبقہ اقلیتی طبقہ ہے اور اس پر طرح طرح کے ظلم روا رکھے جاتے ہیں۔ یہ طبقہ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی جرات بھی نہیں رکھتا لہٰذا وہ اس طبقے کی یوں ترجمانی کرتے ہیں۔

فاختہ کی مجبوری یہ بھی کہہ نہیں سکتی
کون سانپ رکھتا ہے اس کے آشیانے میں

مظلوم، معصوم اور کمزور کوئی فرد ہو یا طبقہ بشیر بدرؔ نے فاختہ کے استعارے سے اس کی نمائندگی کی ہے۔ مذکورہ بالا شعر خصوصی معنوں میں اس دور کی پسپا اور لاچار صنف نازک کا استعارہ ہے۔ یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ صرف اپنے ملک میں صنف نازک کے ساتھ ہونے والے مظالم کی شرح ناقابل یقین حد تک تجاوز کر چکی ہے۔ کتنی فاختائیں ایسی لاچار اور بے بس بھی ہیں جو یہ کہنے کی ہمت نہیں رکھتیں ؏ کون سانپ رکھتا ہے ان کے آشیانے میں! یعنی فاختہ اتنی معصوم اور لاچار ہے کہ وہ خود پر ہونے والے مظالم پر مزاحمت یا احتجاج تو چھوڑیے! وہ یہ کہنے سے بھی قاصر ہے کہ اس کے خلاف کون سازش رچتا ہے، اس کا آشیانا کون تباہ کرتا ہے یا اس کی زندگی کو برباد کرنے میں کس کا ہاتھ ہے۔ ظلم کا ہاتھ اس کی طرف چپ چاپ بڑھتا جاتا ہے اور وہ بے بس ولاچار سب کچھ سہہ جاتی ہے یہی مضمون بشیر بدرؔ کے اس شعر میں بھی ملاحظہ کیجیے۔

ان گنت کالے کالے پرندوں کے پر ٹوٹ کر زرد پانی کو ڈھکنے لگے
فاختہ دھوپ کے پل پہ بیٹھی رہی رات کا ہاتھ چپ چاپ بڑھتا رہا

یہ شعر سراپا علامتی ہے۔ **کالے پرندے، زرد پانی، فاختہ اور دھوپ کا پل** جیسی سبھی ترکیبیں خاص طور سے قابل توجہ ہیں۔ منظر یوں ہے کہ ایک پُل ہے، جس پر لاچار فاختہ بیٹھی ہے، اسی مقام سے کچھ کالے پرندوں کے پر ٹوٹ کر گرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کالے پرندے فاختہ پر ٹوٹ پڑے ہوں گے اور اسی اتھل پتھل میں ان کے پر ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔ پُل بیٹھنے کے لیے نہیں بلکہ پار کرنے کے لیے ہوتا ہے اور پھر ایسا پُل جس پر چلچلاتی دھوپ ہے فوراً ہی پار کیا جانا چاہیے لیکن فاختہ اسی پُل پر بیٹھی ہے اور آج تک اسے یہ پُل پار کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ کالا رنگ ہمیشہ ڈر، خوف اور وحشت کی علامت ہے جب کہ زرد رنگ کمزوری اور ناتوانی کی علامت ہے۔ دھوپ جبر کی علامت ہے اور رات بے سروسامانی کی! ان ساری علامتوں کو سمجھتے ہوئے شعر میں باندھے گئے منظر کی طرف توجہ دی جائے تو فاختہ پر ہونے والے ظلم و جبر کی تصویر عیاں ہو جاتی ہے۔ بشیر بدرؔ کے کلام میں عام طور سے اس قدر ابہام نہیں ہے بلکہ زیادہ تر کلام سہل ممتنع سے عبارت ہے البتہ چند ایک موضوعات یقیناً انھوں نے مبہم علامتوں کے پردوں میں کہے ہیں۔ ایسا کرنا شاید ان

موضوعات کی نزاکت کی وجہ سے لازم ہوا ہو۔ اس ابہام کا سہارا لیتے ہوئے بشیر بدرؔ نے بعض بہت ہی سنگین، نازک اور پامال موضوعات کو بھی چھوا ہے، جن میں جنسی استحصال کا موضوع خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ مثال کے طور پر یہ شعر دیکھیے

چاند ہاتھ میں بھر کر جگنوؤں کے سر کاٹو اور آگ پر رکھ دو
موم بتی کی رانیں جب بلیڈ سے کھل جائیں چاقوؤں کے سر رکھ دو

فاختہ کی طرح ایک علامت **مچھلی** ہے، جسے انھوں نے صنف نازک کے لیے لایا ہے، اس میں بھی قدرے مبہم اشعار ہیں۔ مچھلی کا استعارہ اکثر جدید شعرا کی طرح ان کے یہاں بھی صنف نازک ہی کے لیے مستعمل ہے۔ مچھلی کو پکڑنے میں سب کی دلچسپی ہے۔ اس کی زندگی پر مکمل قابض ہونے کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ اسے اپنے کانٹے میں پھنسا کر بے آب کیا جائے اور پھر مچھلی بولتی بھی نہیں، اس لیے یہ عورت کی خاموشی اور لب کشائی نہ کرنے کے لیے استعاراتی امکانات رکھتی ہے۔ بشیر بدرؔ کے یہاں مچھلی ایک طرف صنف نازک کی معصومیت اور مظلومیت کا استعارہ ہے اور دوسری طرف اس کی آزادی اور اس کے مناسبات کا استعارہ بھی ہے۔ اس دور میں عورت عریانیت اور فحاشی کا سرچشمہ بھی ہے اس کے بیان میں بدرؔ نے ابہام سے کام لیا ہے جو کہ ایسے موضوع میں غزل کے اشعار کے لیے ضروری خیال کیا جا سکتا ہے۔

لہروں نے گھیر رکھا تھا سارے مکان کو
مچھلی کدھر سے کمرے کے اندر چلی گئی

ساحل پہ مچھلی نے کپڑے اتارے
دریا کی چڑھی ہوئی موج کہے ہائے

یہ ابہام کہیں کہیں اتنی شدت اختیار کر گیا ہے کہ اس پر وہی اعتراضات لازم ہیں جو کبھی ندا فاضلی کے اس انداز پر کیے گئے تھے ع سورج کو چونچ میں لیے مرغا کھڑا رہا! لیکن بشیر بدرؔ کی مبہم علامتیں اس قدر شدید ابہام کا شکار بھی نہیں کہ کوشش کرنے پر انھیں کھولا نہ جا سکے۔ چند مثالیں دیکھئے

حقیقت سرخ مچھلی جانتی ہے
سمندر کتنا بوڑھا دیوتا ہے

پہلی نظر میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاعر اس شعر میں جس حقیقت سے پردہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ فی الحال پردے ہی میں رہ گئی۔ سرخ مچھلی سمندر کے بارے میں یہ تو جانتی ہے کہ وہ کتنا بوڑھا دیوتا ہے لیکن ہم سرخ مچھلی کے بارے میں شاید ہی جان سکیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ تھوڑی سی ذہنی ورزش کے بعد یہ سمجھ میں

آجاتا ہے کہ سمندر نظام ہے اور مچھلی عامتہ الناس جو اس نظام کے پابند ہیں۔ سرخ مچھلی سے محکوم و مظلوم عوام مراد لیے جاسکتے ہیں جو اس طرز کہن کے واحد شاہد ہیں۔ سمندر بوڑھا دیوتا اس لیے ہے کہ اس نظام کہن کو اس کی ہزار ہا خامیوں کے باوجود پوجا (تسلیم کیا) جارہا ہے۔ یہاں بوڑھے سمندر سے شاعر نے اسی طرز کہن کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی بیخ کنی کا بیڑہ پہلے پہل ترقی پسند شعرا نے اٹھایا تھا۔ علامہ اقبالؔ نے اس نظام کے لیے طرز کہن اور نظامِ کہن جیسی علامتیں استعمال کی ہیں۔ شروع میں اس طرز کہن سے سرمایہ دارای کا نظام مراد لیا جاتا رہا اور بعد ازاں جب سرمایہ داری کا تختہ الٹ دیا گیا اور اس کی جگہ جمہوری نظام نے لے لی تو ایک مدت کے بعد جمہوری نظام بھی اسی طرز کہن کا شکار ہوا۔ چنانچہ اقبال نے یورپ کے جمہوری نظام کی یوں تنقید کی ہے۔

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

جیسا کہ پچھلے صفحات میں ذکر کیا گیا کہ بعض موضوعات ایسے بھی ہوتے ہیں جنھیں غزل میں باندھنا کئی اعتبار سے دشوار ہوتا ہے۔ غزل کی جمالیات اور مزاج کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاعر نے ایسا التزام کیا کہ بات بھی ہو جائے اور آنچ بھی نہ آئے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض موضوعات شجرے ممنوع کی طرح ہوتے ہیں انھیں چھیڑنے کے لیے شعرا ابہام کا سہارا لیتے ہیں۔ اسی نوعیت کا ایک اور شعر دیکھیے۔

سمندر بوڑھے ہوجائیں گے اور اک فاحشہ مچھلی
ہمارے ساحلوں اور جنگلوں کی حکمراں ہوگی

اس شعر کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ انھوں نے اندرا گاندھی کے بر سر اقتدار آنے کی پیشن گوئی کی تھی۔ ایسے موضوعات کے لیے اس سے زیادہ واضح انداز مناسب بھی نہیں تھا۔ اب اگر غزل کے اسلوب اور موضوع کی نزاکت دونوں ہی باتیں درمیان آئیں تو ابہام ایک ضرورت بن جاتی ہے۔ بشیر بدرؔ ایک ایسے غزل گو ہیں جو Discotheque/Dance bar اور پھر اس سے بھی زیادہ نازک Lesbianism جیسے حساس موضوعات کو غزل میں پرونا چاہتے ہیں، ایسی صورت میں ابہام ضرورت ہی نہیں لازم بھی ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی چند اشعار دیکھیے۔

تھرکتی مچھلی نکل کر سرکتے کپڑوں سے — تمام رات کو اب بے لباس کر دے گی
تتلی بھاگے تتلی کے پیچھے — پھول آئے اور پھول چرا کے چلے گئے
مرد اس سمت دیکھتے ہی نہیں — گائے جب گائے کا بدن چاٹے

ایک بلی سفید چوہے کا دھوپ میں بیٹھ کر بدن چاٹے
ایک خرگوش برف پر لیٹا اک گلہری کا سرد تن چاٹے

بشیر بدرؔ نے زمانے کے چھوٹے بڑے سبھی موضوعات کو بلند تخیل کے ساتھ غزل میں برتنے کی سعی کی ہے اور ضرورت پڑنے پر علامت اور ابہام سے بھی کام لیا ہے لیکن کبھی کبھی تخیل کی بلندی سے اتر کر بالکل عام سطح پر آتے ہیں، ایسی سطح کہ جسے غزل کا مزاج قبول ہی نہ کرے۔ درج ذیل دو اشعار میں پہلے شعر میں تخیل کی بلندی اور دوسرے شعر میں پستی ملاحظہ کیجیے۔ دوسرے شعر کو غزل کا شعر تسلیم کرنا آسان نہیں ہے۔

سنہری مچھلیاں بادل میں کوند جاتی ہیں بدن وہی ہے جو بندش میں بھی قبا سے لڑے
مچھلیاں ٹوٹتی ہیں کاروں پر گھوڑے اسکوٹروں کے دیوانے

ظاہر ہے غزل کا اپنا مزاج ہے۔ اگرچہ اس میں حیات و کائنات کے ہر موضوع کو سمونے کی گنجائش ہے لیکن اس کا مزاج ہی اس کا غرور ہے اور یہ وہ مغرور اور خوددار صنف ہے، جو اپنے مزاج پر اتراتی ہے لہٰذا مضمون کوئی بھی ہو اسے غزل کے مزاج میں ڈھالنا لازم ہے۔ بشیر بدرؔ کے یہاں ایسے پست درجے کے اشعار بہت زیادہ بھی نہیں ہیں لیکن ہیں ضرور! وہ اس جرم کو قبول بھی کرتے ہیں لیکن اس الزام کو اپنے سر لینے کے بجائے اسے تہذیبِ نو پر عائد کرتے ہیں۔

غزلیں اب تک شراب پیتی تھیں نیم کا رس پلا رہے ہیں ہم
ٹیڑی تہذیب ٹیڑی فکرونظر ٹیڑی غزلیں سنا رہے ہیں ہم

دراصل نئے حالات اور نئے مسائل کے بیان کے لیے نئے نشانات بھی موجود رہتے ہیں۔ شاعر کا کام یہ ہے کہ ان کا انتخاب کر کے ان میں فن کارانہ حُسن پیدا کرے۔ بشیر بدرؔ نے روایتی نشانات کے ساتھ ساتھ اکثر نئے نشانات کا انتخاب بھی کیا ہے اور ان کو فن کارانہ انداز سے برتنے میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔ روایتی استعارات میں سے **دیا اور چراغ** بشیر بدرؔ کے یہاں داخلی کیفیات کے بیان کے لیے دو خوب صورت استعارے ہیں جو کہ غزل کی روایت میں پہلے سے موجود ہیں البتہ اُن کے منفرد اسلوب میں ان میں ایک جدت پیدا ہوئی ہے۔

دل سے اک روشنی جہاں میں تھی یہ دیا بھی بجھا بجھا سا ہے
عجب چراغ ہوں دن رات جلتا رہتا ہوں میں تھک گیا ہوں ہوا سے کہو بجھائے مجھے

روایتی استعاروں میں سے بشیر بدرؔ کا ایک محبوب استعارہ آئینہ ہے، یہ جس طرح میرؔ نے اسے بڑے سلیقے سے استعمال کیا ہے، اسی طرح بشیر بدرؔ نے بھی اسے خوب برتا ہے۔ آئینہ کا مستعار لہ کوئی صاف دل شخص ہو سکتا ہے۔ مثال کے لیے میرؔ کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں۔

دل صاف ہو تو جلوہ گہ یار کیوں نہ ہوں
آئینہ ہو تو قابلِ دیدار کیوں نہ ہو

آئینہ اولیا اور صوفیہ کا بھی پسندیدہ استعارہ رہا ہے، جس سے انھوں نے قلبی طہارت کے موضوع کی تبلیغ میں مدد لی ہے لیکن بشیر بدرؔ نے اسے ان معنوں کے برعکس اس سے دو کام لیے ہیں۔ ایک کام یہ کہ وہ پتھر کے استعارے سے تصویر کا ایک رخ دکھاتے ہیں اور آئینہ کے استعارے سے دوسرا رخ۔ مطلب یہ کہ پتھر اگر سنگ دل اور بے رحم انسان کی عکاسی کرتا ہے تو رحم دل اور پاک و صاف دل رکھنے والوں کی نمائندگی کے لیے آئینہ کا استعارہ انھیں مدد دیتا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ آئینے میں وہی دکھانے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کے دور کے آئینے کا مقدر ہے۔ ظاہر ہے آئینہ وہی دکھاتا ہے جو اس کے روبرو کر دیا جائے۔ ایک متضاد معاشرے میں (جس کے کئی چہرے ہوں) آئینے کا استعارہ دم توڑ دیتا لیکن بشیر بدرؔ نے یہ کام بھی سلیقے سے نبھایا اس شعر میں ایک جھلک دیکھیے۔

میں خزاں کی دھوپ کا آئینہ کہ میں ایک ہو کے ہزار ہوں
کہیں آنسوؤں کا ہوں قافلہ کہیں جگنوؤں کی قطار ہوں

ایک دلچسپ بات یہ کہ آئینہ بھی ان کے یہاں استعارے سے گزر کر علامت کا روپ اختیار کرتا ہے۔ یہ حق گوئی اور بے باکی کی علامت بن کر جب سماج کے سامنے کھڑا ہو کر اس کا اصلی چہرہ دکھاتا ہے تو سماج اپنے چہرے کا میل دھونے کے بجائے آئینے کو توڑنے کی بات کرتا ہے۔

جاؤ ان کمروں کے آئینے اٹھا کر پھینک دو
بے ادب یہ کہہ رہے ہیں ہم پرانے ہوگئے

اس شعر میں آئینہ بہ طور علامت ہے، اس کے حقیقی معنی بھی مراد لیے جاسکتے ہیں اور مجازی بھی لیکن اس کے مجازی معنوں کی تہہ داری (جو حُسنِ بیان سے سامنے آئی ہے) یقیناً قابل ستائش ہے۔ چند بے باک اور حق گو اشخاص جب اپنے فرسودہ نظام کو آئینہ دکھاتے ہیں تو وہ ملامت کا شکار ہوتے ہیں۔ دراصل ہر معاشرے میں چند لوگ آئینے کی طرح اس کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو بیان کرتے ہیں، جنھیں سننے کی معاشرہ تاب نہیں رکھتا ہے۔ ان استعارات کے علاوہ بشیر بدرؔ کا ایک محبوب استعارہ آنسو ہے۔ ان کی عشقیہ اور رومانی طرز کی شاعری میں آنسو کا بہت ذکر ملتا ہے، ان کو آنسو بہت عزیز ہیں۔ وہ ان کے لیے نت نئے استعارے وضع کرتے ہیں۔

اندھیری رات کا تنہا مسافر مری پلکوں پہ اب سہما ہوا ہے
مری آنکھوں کے تارے اب نہ دیکھ پاؤگے رات کے مسافر تھے کھو گئے خیالوں میں
ان آنکھوں کو غور سے دیکھو مندروں میں چراغ جلتے ہیں
پلکوں کے مہ و انجم مٹی میں ملاتے ہو شبنم کی پھواروں سے پتھر کہیں پگھلا ہے

ان اشعار میں بدرؔ آنسو کو مسافر، تارے، جگنو، موتی، چراغ اور مہ و انجم کہہ کر پکارتے ہیں۔ وہ ان استعاروں میں امیجری کے سو سو رنگ بھرتے ہیں۔ بصری تصویریں بنانے کے ساتھ ساتھ وہ ان کو مجسم کر کے تجسیم کاری سے بھی کام لیتے ہیں۔ اب ایک شعر ملاحظہ فرمائیں جو ان کے منفرد رنگِ تغزل کا ترجمان ہے۔

وہ مہکتی پلکوں کی اوٹ سے کوئی تارہ چمکا تھا رات میں
مری بند مٹھی نہ کھولیے وہی کوہِ نور ہے ہات میں

اس شعر میں بھی آنسو کی بات ہو رہی ہے اور اس کے لیے دو خوبصورت استعارے استعمال ہوئے ہیں۔ پہلے مصرعے میں تارہ اور دوسرے مصرعے میں کوہِ نور۔ کوہِ نور کے لغوی معنی نور کا پہاڑ ہیں لیکن یہ مرکب لفظ ایک مشہور و مقبول اور نایاب و نادر ہیرے کے لیے مستعمل ہے۔ کوہِ نور ایک ایسا انمول ہیرا ہے جو ہر زمانے میں سلاطین عالم کی کشش اور توجہ کا مرکز رہا ہے اور آج تاجِ برطانیہ کی زینت بنا ہوا ہے۔ اس لفظ کے فن کارانہ استعمال سے آنسو کی قدر و قیمت کو واضح کرنے میں شاعر نے کمالِ مہارت سے کام لیا ہے۔

بشیر بدرؔ کا ادراک اپنے معاصر اور ماقبل دونوں شعرا سے منفرد ہے۔ وہ حقائق کو ایک منفرد نظر سے دیکھتے ہیں۔ حقائق سبھی شعرا کے سامنے یکساں ہوتے ہیں البتہ فن کار کا انھیں دیکھنے، پرکھنے اور برتنے کا جدا انداز ان میں انفرادیت پیدا کرتا ہے۔ مثلاً: دھوپ کو اکثر شعرا نے سختی اور مشکلات کے معنوں کے لیے مستعار لیا ہے لیکن وہ دھوپ کے مثبت پہلو کو بھی فراموش نہیں کرتے۔ ان کے یہاں دھوپ جہاں سختی اور مشکلات کا استعارہ ہے وہاں یہ روئیدگی، تابناکی اور شادابی کی علامت بھی ہے۔ دیکھیے ان دونوں پہلوؤں کو کس سلیقے سے بیان کرتے ہیں۔

میں یہ سمجھا کہ لوٹ آئے تم دھوپ کل اتنی اجلی اجلی تھی
دھوپ نکلی ہے مدتوں بعد گیلے جذبے سکھارہے ہیں ہم
خون پانی بنا کے پیتی ہے دھوپ سرمایہ دار لگتی ہے
مدت سے ایک لڑکی کی رخسار کی دھوپ نہیں آئی اس لیے مرے کمرے میں اتنی ٹھنڈک رہتی ہے
آنکھوں میں مسکراتی ہوئی نرم دھوپ سے کس طرح سرد برف کے پتھر پگھل گئے

درج بالا پہلے تین اشعار میں دھوپ کو حقیقی معنٰی میں مستعمل دیکھا جاسکتا ہے یعنی ان اشعار میں دھوپ سے مراد وہی حقیقی دھوپ لی جاسکتی ہے جو سورج کی تپش کہلاتی ہے۔ معنیٰ کی لطافتیں اور نزاکتیں حقیقت سے زیادہ مجاز میں پیدا ہوتی ہیں یعنی لفظ حقیقی معنوں سے نکل کر مجاز میں جس قدر داخل ہوتا ہے اسی قدر نئے نئے معنی پیدا کرتا ہے لیکن شاعر نے حقیقی دھوپ کو بھی اپنے منفرد انداز سے نئے معنی دینے میں مہارت دکھائی ہے۔ تیسرے اور چوتھے شعر میں تشبیہ کا حُسن ہے۔ تشبیہ کو مجاز نہیں حقیقت ہی کی توسیع مانا جاتا ہے۔ یوں کہیے کہ تشبیہ میں لفظ کی حقیقت اور مجاز کا سنگم ہوتا ہے۔ یہاں شاعر نے دھوپ کو سرمایہ دار بنانے میں دعویٰ اور دلیل کا بہترین اہتمام کر کے ایک اعلیٰ شعر کہہ دیا ہے۔ چوتھے شعر میں تشبیہ بالاضافت ہے اور پانچویں شعر میں دھوپ پوری طور سے مجاز کا روپ دھار کر استعارہ بن چکی ہے۔ یہ دھوپ سورج کی نہیں بلکہ حسین آنکھوں کی نرم دھوپ ہے جو عشق کے سرد برف کے پتھر پگھلا رہی ہے۔

چیزوں کو مثبت انداز سے دیکھنے کا رویہ بشیر بدرؔ کے یہاں رجائی رویہ اختیار کر کے ایک Optimistic Perceptionیعنی رجائی نقطۂ نظر قائم کرتا ہے۔ اس کی مثال ان کے استعارے جگنو سے دی جاسکتی ہے جو ایک حقیر سا کیڑا ہے لیکن نہ صرف روشنی کا پیامبر ہے بلکہ اس کی جدوجہد اور اندھیرے سے لڑنے کا حوصلہ بھی قابل تعریف ہے۔

ان اندھیروں میں جہاں سہمی ہوئی ہے یہ زمیں
رات سے تنہا لڑا جگنو میں ہمت ہے بہت

استعاراتی یا علامتی اسلوب کا ایک واضح مقصد معنوی تنوّع پیدا کرنا ہوتا ہے لیکن شعری جمالیات اس معنوی تنوّع میں مضمون آفرینی اور ندرت کا مطالبہ رکھتی ہے۔ چنانچہ شاعر بسا اوقات بہت ہی معمولی مضمون کو غیر معمولی بنانے کی سعی کرتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ کوئی مضمون اپنی ذات میں اہم ہوتا ہے نہ غیر اہم بلکہ فن کار اپنے ہنر سے اسے اہمیت کا حامل بناتا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو بشیر بدرؔ نے روایتی، سطحی اور معمولی مضامین میں بھی نئی روح پھونکی ہے۔

بڑے تاجروں کی ستائی ہوئی
یہ دنیا دلہن ہے جلائی ہوئی

شعر میں بالکل عام سا مضمون ہے کہ یہ دنیا بڑے لوگوں کی ہو چکی ہے لیکن فن کاری نے اسے خاص مقام عطا کیا ہے۔ کبھی کبھی بیان کی تازگی، امیجری کے نئے پن اور ندرتِ بیان کے ساتھ بشیر بدرؔ معنی آفرینی اور خیال آفرینی کی حدوں سے گزرتے نظر آتے ہیں۔ اس طرح کے دو شعر ملاحظہ کیجئے۔

آنسوؤں کے ساتھ سب کچھ بہہ گیا　　دل میں سناٹا سا باقی رہ گیا

چھوڑ آیا ہوں زمین و آسماں　　فاصلہ اب اور کتنا رہ گیا

آنسوؤں کے ساتھ سب کچھ بہہ جانا اور سنّاٹا باقی رہ جانا مضمون آفرینی ہے۔ ہر چیز بہہ گئی لیکن جس سنّاٹے کا ختم ہونا مقصود و مطلوب تھا، وہ باقی رہ گیا۔ دوسرا شعر بھی اعلیٰ ہے، جس میں عشق کے مقامات کی فضیلت اور حدود کی لامتناہیت کا منفرد اندازِ بیان ہے۔ اقبالؔ نے کہا ہے کہ دردِ عشق ایک لمحے بھر میں زمین و آسمان کا سفر طے کراتا ہے۔ ع عشق کی اک جست نے کر دیا قصہ تمام! محولا بالا دوسرے شعر میں شاعر نے اسی مضمون کو ندرت عطا کرنے کی کوشش کی ہے۔ کبھی کبھی ایسے ہی اشعار میں ندرت اور شوخی یکجا ہو جاتی ہے۔

مری نگاہ مخاطب سے بات کرتے ہوئے

تمام جسم کے کپڑے اتار لیتی ہے

یہ ایک بہت ہی عام سا مضمون ہے کہ بعض لوگوں کہ نگاہ اس قدر تیز ہوتی ہے کہ ایک ہی لمحے میں اپنے مخاطب کے اندرون میں جھانک سکتی ہے لیکن یہاں شاعر نے اس مضمون کو شوخی اور ندرت کے ساتھ ایک نیا اظہار دینے کی سعی کی ہے۔

غزل کی روایت کئی صدیوں کو محیط ہے ۔اب شاید ہی کوئی موضوع بچا ہو جو غزل میں نہ سمویا گیا ہو۔ بہر حال مضمون نیا ہو یا پرانا قبولیت کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ شاعر اس میں فن کارانہ جدت پیدا کرے۔ دراصل ایک رنگ کے مضمون کو سو طرح سے باندھنے کے امکانات ہوتے ہیں۔ جدت طرازی اور نیا پن یہ نہیں کہ شاعر کوئی ان چھوا یا بالکل نیا موضوع تلاش کر کے لائے۔ اگر ایسا ہوتا تو غالبؔ کے بعد شاعری کے سارے باب بند ہو جاتے۔ دراصل جدت طرازی کسی مضمون کو بالکل منفرد اور نئے انداز میں پیش کرنے کا نام ہے اور بشیر بدرؔ اس فن میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔

صنعتوں کا برمحل استعمال

ابھی تک ہم نے موزونیت، فصاحت، تشبیہ، استعارہ اور امیجری کے تعلق ہی سے بات کی اور چند عیوب کا بھی ذکر کیا لیکن علومِ بلاغت کے کچھ اجزا کا تجزیہ پیش کرنا ابھی باقی ہے۔ فصاحت و بلاغت سے کلام میں ظاہری و باطنی حُسن پیدا ہوتا ہے۔ فصاحت کے لوازمات شاعری کے لیے بہر صورت ناگزیر ہیں البتہ کسی کلام میں علوم بلاغت میں سے چند ایک خوبیاں ہی بیک وقت جمع ہو سکتی ہیں۔ علوم بلاغت میں بنیادی طور سے علم بیان اور علم بدیع شامل ہیں۔ علم بیان اصل علم بلاغت ہے، جس میں تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور کنایہ

شامل ہیں، ابھی تک ہم نے بشیر بدرؔ کے کلام سے انھیں علوم کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔ ان وسائل کا مقصد کلام میں معنی کے نت نئے انداز پیدا کرتے ہوئے معنوی امکانات کو وسعت دینا ہوتا ہے۔ علم بدیع میں صنائع لفظی و معنوی شامل ہیں اور صنعتوں کا بر محل استعمال جہاں کلام میں لفظی و معنوی حُسن و نزاکت کا باعث ہے، وہیں صنعتوں کا بے جا استعمال اہلِ علم کے نزدیک معیوب ٹھہرتا ہے۔ اٹھارہویں صدی میں شمالی ہند میں جب ولیؔ کے تتبع میں شاعری کا دور شروع ہوا تو ایہام گوئی کے بے جا التزام سے شاعری گورکھ دھندا بن گئی بعد ازاں اس کے رد عمل میں باقاعدہ تحریک شروع ہوئی جو ردِّ ایہام گوئی سے موسوم ہے۔ دراصل صنعتوں کی دانستہ بھرتی محض آورد ہے اور اصل شاعری آورد نہیں آمد ہوتی ہے۔ اسی طرح سے اُردو شاعری میں ایک زمانے تک فارسی دانی اور زبان دانی کے مظاہرے کو قابل فخر سمجھا جاتا رہا لیکن یہ شاعرانہ رعب محض وقتی ثابت ہوا۔ آگے چل کر جب نقد و نظر سے شاعری کی قدریں متعین ہوئیں تو معلوم ہوا کہ اصل شاعری کو زبان دانی کے بے جا مظاہرے سے کوئی سروکار نہیں ہے بلکہ اصل شاعری سہل ممتنع، زبان کی سادگی، روزمرہ اور عام بول چال میں فن کارانہ مہارت جیسی خوبیوں کا مطالبہ کرتی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ صنعتوں کا بے جا استعمال معیوب ہے لیکن اگر یہی استعمال فطری نزاکت سے کلام میں در آئے تو حُسن کلام کا وسیلہ بن جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ردِّ ایہام گوئی کی تحریک کے باوجود بھی شاعری کی ایک خوبصورت صنعت کا نام صنعتِ حُسنِ ایہام ٹھہرا۔

صنعتِ حُسنِ ایہام: غالبؔ کے بعض بے حد مقبول اشعار میں حُسن ایہام موجود ہے یعنی یہ ایہام عیب کی صورت میں نہیں بلکہ حُسن کی صورت میں ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ غالبؔ کے ایسے اشعار کی مقبولیت ہی حُسن ایہام ہے۔

کیوں کر اس بت سے رکھوں جان عزیز
کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

اس شعر میں صنعت ادماج ہے جو ایہام ہی کی ایک صورت ہے۔ ایہام اور ادماج دونوں میں کسی لفظ یا ترکیب سے دو معنی بر آمد ہوتے ہیں؛ ایک قریب کے اور دوسرے بعید کے۔ دونوں میں ”فرق یہ ہے کہ ایہام میں قاری ایک دلچسپ شک میں مبتلا ہوتا ہے کہ آیا شاعر کی مراد اس موقع پر اس معنی سے تھی یا اس معنی سے اور یہ تشکیک ہی شعر کی تفہیم میں لطف پیدا کرتی ہے۔ اس کے بر خلاف ادماج میں شک یا وہم لفظ کے معنی میں نہیں رہتا بلکہ دونوں ہی مفاہیم اپنی جگہ درست، صاف اور واضح ہوتے ہیں۔ قاری کو اختیار ہے کہ وہ کسی ایک معنی یا مفہوم کو قبول کرے۔“[55] اس شعر کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اس بت سے تعلق رکھوں تو ایمان کو

خطرہ لاحق ہو گا لیکن اصل اور پر لطف معنی یہ ہیں کہ اس بُت (محبوب) پر جان لٹانا عین ایمان ہے لہٰذا میں اس پر اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں۔ اب بشیر بدرؔ کا یہ شعر ملاحظہ کیجیے۔

تم مری زندگی ہو یہ سچ ہے
زندگی کا مگر بھروسہ کیا

ظاہری مفہوم یہ ہے کہ تم میری زندگی ہو یعنی مجھے زندگی کی طرح عزیز ہو لیکن زندگی (حیات) کا بھروسہ اس دنیا میں کیا جا سکتا نہیں۔ اصل میں پر لطف اور درپردہ معنٰی یہ ہیں کہ تم میری زندگی ہو یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے مگر اور زندگی کا بھروسہ کیا لہٰذا تم (محبوب) پر بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

صنعتِ حُسنِ تلمیح: بشیر بدرؔ ایک ایسے شاعر ہیں جن کی شاعری میں امیجری تشبیہات و استعارات کی صدر نگی تو ہے لیکن صنعتوں کی بھرمار نہیں ہے بلکہ ان کے کلام میں جو صنعتیں ہیں، وہ بر محل ہیں۔ ان میں تکلف، تصنع یا آورد نہیں ہے، ایسا لگتا ہے کہ ان کے اپنے منفرد اظہار میں فطری طور سے کچھ لفظی و معنوی خوبیاں در آئی ہیں۔ ایک شعر ملاحظہ کیجیے۔

ہم کو بے کار لیے پھرتے ہو بازاروں میں
ہم نہ یوسف ہیں نہ یوسف کے خریداروں میں

اس شعر میں صنعت حُسنِ تلمیح ہے۔ عربی، فارسی اور اردو شاعری میں یوسف، کلیم، ابنِ مریم، اسمٰعیل، ابراہیم، مجنوں اور فرہاد جیسے مشہور کرداروں کی تلمیح سے معنوی حُسن پیدا کیا جاتا ہے۔ حُسن یوسف صرف خوبصورتی کا استعارہ نہیں ہے بلکہ اس میں کئی اسرار پوشیدہ ہیں۔ یوسف نبیِ برحق بھی ہے اور حُسن مطلق کا پرتو بھی! کنعان سے لے کر بازارِ مصر تک یوسف کا سارا پر اسرار سفر اپنے آپ میں تلمیح ہے۔ اس لیے کہ کنعان سے لے کر مصر کے بازار میں نیلام ہونے تک کتنے ہی لوگ اس بے نظیر حُسن کے محرم نہ ہو سکے، صرف ایک بڑھیا اور زلیخا ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انھوں نے حُسن یوسف کی قدر شناسی کی اور بقدر ظرف اس کا دام دینا چاہا۔ بڑھیا نے اپنا مال اور زلیخا نے اپنی عزت و آبرو کو حُسن یوسف پر نچھاور کر دیا۔ بشیر بدرؔ اپنی جدت طرازی سے اس تلمیح میں خوب معنوی حُسن پیدا کیے ہیں۔ کہتے ہیں ہم میں نہ کوئی یوسف ہے اور نہ یوسف کا چاہنے والا لہٰذا ہمارا بازار میں پھرنا ہی بے کار ہے، اس طرح یہ شعر بے حد بلیغ ہے۔ ایک اعتبار سے یہ دنیا بازارِ مصر ہی کی طرح ہے، جس میں یا تو یوسف کا کام ہے یا یوسف کے خریداروں کا۔ اگر یہاں شعر کی شرح مقصود ہوتی تو اس شعر پر کئی صفحات لکھے جا سکتے تھے تاہم شعر کے فنی محاسن کو واضح کرنے کے لیے کچھ باتیں بیان کرنا ضروری ہیں۔

شعر بہت ہی صاف شفاف ہے، ہر قسم کی تصنع اور بناوٹ سے پاک ہونے کے باوجود بے حد بلیغ بھی ہے۔ شعر کو پڑھتے ہی مفہوم ذہن میں آجاتا ہے، سوائے یوسف کی تلمیح کے کوئی بھی لفظ مبہم یا مشکل نہیں ہے لیکن اس سادگی کے باوجود اس میں اس قدر تنوّع ہے کہ محض سرسری نظر سے اس کی جامعیت کو ذہن نشین کرنا مشکل ہے۔ معنوی گہرائیاں صرف مشکل اشعار میں نہیں ہوتی ہیں بعض اوقات بہت ہی سادہ اور سلیس بیان میں بلاغت کے سمندر پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس شعر کی ساری بلاغت اگرچہ یوسف کی تلمیح ہی میں مضمر ہے لیکن شاعر نے جس جدت اور انفرادیت سے لفظوں اور تراکیب کو اس تلمیح سے مطابقت دی ہے اس سے گہرائیاں اور گہری ہوگئی ہیں۔ جیسا کہ اشارتاً ذکر ہوا کہ یہ تلمیح دراصل یوسف کی نہیں حُسن یوسف کی ہے کیوں کہ یہاں یوسف مذکور ہے اور حُسن محذوف۔ بازار، خریدار اور یوسف تینوں چیزوں کو مد نظر رکھا جائے تو حُسن کا محذوف ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ پہلی سطح پر اس شعر کے موضوع میں یوسف کے چاہِ کنعاں سے لے کر بازار مصر میں فروخت ہونے تک اور پھر زلیخا کا حُسن یوسف پر فدا ہونے کی روداد تک سب شامل ہے۔ دوسری سطح پر اس شعر کا بیان اس المیہ کو بھی محیط ہے کہ حُسن یوسف کا ہم میں کوئی قدر شناس نہیں ہے۔ ان سبھی موضوعات کا تعلق شعر کے حقیقی معنوں سے ہے لیکن اس تلمیح کا ایک مجازی محل بھی ہے، جہاں اس کی معنویت وسیع تر ہو جاتی ہے۔ مجازی معنوں کی طرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ اگر بازار (بازارِ مصر) سے دنیا مراد لی جائے تو مجازی معنوں کے پردے اٹھنا شروع ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں یا تو حُسن (یوسف) کی قیمت ہے یا حُسن شناسی (یوسف کی خریداری) کی۔ حُسن حق ہی کا مظہر ہے۔ اسے پہچاننا حق کو پہچاننا ہے لیکن یہاں حُسن کو اور حُسن شناسی کو بھی اپنے بلیغ تر معنوں میں سمجھنے کی ضرورت ہے، جس کی ابتدا کارخانۂ قدرت کی ہر شے کی معارفت سے اور انتہا خود خالق کائنات کے حُسن کی معارفت پر ہوتی ہے۔ اگر اس بازار میں ہماری حیثیت نہ یوسف کی سی ہے اور نہ یوسف کے خریدار (حُسن شناس، حق شناس) جیسی تو اس بازار میں ہماری شورش عبث ہے۔ ہماری حیثیت محض ایک غافل تماشائی کی سی ہے جو واضح طور سے فضول اور بے کار ہے! اس کے علاوہ بشیر بدرؔ نے حسینؓ، یزید، سرمد اور منصور کی تلمیح بھی لائی ہے، بغیر تفصیل کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

اندھے کنویں میں مار کے جو پھینک آئے تھے ان بھائیوں سے کہیو ابھی تک حیات ہوں

دونوں کو پیاسا مار رہا ہے کوئی یزید یہ زندگی حسینؓ ہے اور میں فرات ہوں

شیشہ بھی آج سرمد و منصور ہوگیا آئینہ تجھ کو دیکھ کر مغرور ہوگیا

صنعتِ حُسنِ ارصاد: بشیر بدرؔ کے کلام میں ایک صنعت کثرت سے ملتی ہے جو ان کے کلام کی

مقبولیت کی ایک اہم وجہ ہے، وہ ہے صنعت ارصاد۔ ''جب کسی شعر میں کوئی لفظ آئے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ شعر کا قافیہ کیا ہو گا تو اس کو ارصاد کہتے ہیں''[56] بشیر بدرؔ کی کلیات میں جگہ جگہ ایسے اشعار ملتے ہیں کہ شعر مکمل ہونے سے قبل ہی قاری یا سامع کا ذہن اسے مکمل کر لیتا ہے۔

سویرے ستاروں کی شبنم کہاں ذرا دیر میں تم کہاں ہم کہاں
مسافر کے رستے بدلتے رہے مقدر میں چلنا تھا چلتے رہے
اداس رات ہے کوئی تو خواب دے جاؤ مرے گلاس میں تھوڑی شراب دے جاؤ

صنعتِ مراعات النظیر: یہ صنعت بھی بشیر بدرؔ کے کلام میں کثرت سے ملتی ہے۔ ''اس کی تعریف یہ ہے کہ کلام میں ایسے الفاظ جمع کیے جائیں جن کے معنی میں ایک دوسرے کے ساتھ نسبت واقع ہو مگر یہ نسبت تضاد یا تقابل کی نہ ہو۔''[57] اس صنعت کی بشیر بدرؔ کے کلام میں ایسی بہتات ہے کہ اکثر ایک ہی غزل میں کئی اشعار میں موجود ہے۔ ایک غزل کے چند شعر دیکھئے۔

دشمن نہ کوئی فوج نہ گھوڑے نہ شہسوار خود سے لڑیں کہ آج تو میدان صاف ہے
سرخ، دھانی، سبز، نیلی، دودھیا شام آئی پتیاں جلنے لگیں
بند کر لو در، دریچے کھڑکیاں پھر ہوا میں سیٹیاں بجنے لگیں
گارے چونے پتھر کے دشمن دیکھو آہن کی دیوار بنا کر چلے گئے
دنیا کی یہ مایا کنکر پتھر ہے آنسو، شبنم، ہیرا، موتی ہم دونوں

پہلے شعر میں میدانِ جنگ کی مناسبت میں دشمن، فوج، گھوڑے اور شہسوار؛ دوسرے شعر میں پتّیوں کی مناسبت میں سرخ، دھانی، سبز، نیلی، دودھیا؛ تیسرے شعر میں بند کرنے کی مناسبت میں در، دریچے، کھڑکیاں اور چوتھے شعر میں دیوار کی مناسبت میں گارے، چونے، پتھر سبھی مراعات النظیر کی بہترین مثالیں ہیں۔

صنعتِ حُسنِ تعلیل: کلام بشیر بدرؔ میں صنعت حُسنِ تعلیل بھی شامل ہے، اس کی تعریف یوں ہے ''اگر کسی چیز کے لیے کوئی ایسی وجہ بیان کی جائے جو چاہے واقعی نہ ہو مگر اس میں کوئی نہ کوئی شاعرانہ جدّت و نزاکت ہو اور بات واقعہ اور فطرت سے مناسبت بھی رکھتی ہو تو اسے حُسنِ تعلیل کہتے ہیں۔''[58] اب بشیر بدرؔ کا شعر دیکھیے۔

اسی خیال سے پتھر ہے بیچ پانی میں
کوئی تو موج گہر کی اسے خبر دے گی

اس شعر میں شاعر نے پتھر کے پانی کے بیچ ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ یہ گھر کے سُراغ میں پانی کے بیچ رہتا ہے تاکہ کوئی موج اسے گھر کی خبر دے سکے۔ یہ وجہ واقعی یا حقیقی نہیں ہے لیکن اس میں ایک شاعرانہ ندرت ہے البتہ حقیقت سے مناسبت کم ہونے کی وجہ سے شعر میں زیادہ دم نہیں ہے۔ اب تعلیل کے چند اور شعر دیکھیے ۔

یہ کوئی بات کہنا چاہتے ہیں	ستاروں کے لبوں پہ کپکپی ہے
خشک پتوں کو کوئی روند رہا ہے شاید	بال بکھرائے ہوئے بادِ صبا آئی ہے
آہستہ آہستہ دل پر دستک دو	دھیرے دھیرے یہ دروازہ کھلتا ہے
چراغوں کو آنکھوں میں محفوظ رکھنا	بڑی دور تک رات ہی رات ہوگی

پہلے شعر میں ستاروں کے ٹمٹمانے کی وجہ شاعر کی نظر میں یہ ہے کہ یہ (ستارے) کوئی بات کہنا چاہ رہے ہیں، اس لیے ان کے لبوں پر کپکپی (ٹمٹماہٹ) طاری ہے۔ دوسرے شعر میں انوکھا منظر کھینچا ہے، جب بادِ صبا کی رفتار میں تیزی دیکھی تو اس کی تشبیہ ایسے شخص سے دی جو بال بکھرائے دوڑا چلا آرہا ہو اور وجہ یہ بیان کی کہ شاید کوئی خشک پتوں کو روند رہا ہے، جس کا پیغام لے کر بادِ صبا تیزی سے چلی آرہی ہے۔ یہ سبھی صنعتِ حُسنِ تعلیل کی بہترین مثالیں ہیں۔

صنعت حُسن تکرار: بشیر بدرؔ کے کلام میں صنعت حُسن تکرار کثرت سے ملتی ہے۔ شعر میں لفظوں کے مکرر آنے کو تکرار کہتے ہیں، اگر یہ تکرار غیر مناسب ہو یا طبیعت پر گراں گزرے تو یہ تکرارِ قبیح کہلاتی ہے یعنی ایسی صورت میں یہ شعر کا عیب ظاہر ہوتی ہے لیکن یہی تکرار اگر کوئی لفظی یا معنوی خوبی پیدا کرے تو یہ کلام کا حُسن بن جاتی ہے اور صنعتِ حُسنِ تکرار کہلاتی ہے، چند شعر ملاحظہ کیجیے ۔

آہستہ آہستہ دل پر دستک دو	دھیرے دھیرے یہ دروازہ کھلتا ہے
کھڑے کھڑے میں سفر کر رہا ہوں برسوں سے	زمین پاؤں کے نیچے کہاں ٹھہرتی ہے
زندگی رات ہے اور رات بھی بیمار کی رات	درد بن بن کے چمکتی رہے تنویرِ سخن
کتابیں کتابیں کتابیں کتابیں	کبھی تو وہ آنکھیں وہ رخسار پڑھنا

پہلے شعر میں لفظ **آہستہ** بھی دوبار اور **دھیرے** بھی دوبار لایا ہے، دوسرے شعر میں **کھڑے کھڑے**، تیسرے شعر کے پہلے مصرے میں لفظ **رات** تین بار لایا ہے اور مصرع ثانی میں **بن بن** کی تکرار ہے لیکن ان سبھی الفاظ کو اس طرح برتا ہے کہ یہ اشعار حُسن تکرار کی مثال بن گئے ہیں۔ چوتھا شعر تو کمالِ حُسنِ تکرار کا غماز ہے۔ پورا مصرع صرف ایک لفظ **کتابیں** کی تکرار پر مشتمل ہے، کمال حُسن اگلے مصرع سے قائم ہوا ہے ؎

کبھی تو وہ آنکھیں وہ رخسار پڑھنا۔ اس طرز ادا میں بشیر بدرؔ خاص مہارت رکھتے ہیں۔

صنعتِ حُسنِ اشتقاق: یہ صنعت بھی بشیر بدرؔ کے کلام میں ملتی ہے۔ شعر میں چند ایسے الفاظ کا جمع ہونا جو ایک ہی مصدر سے مشتق ہوں صنعت اشتقاق کہلاتا ہے۔ مثلاً غالبؔ کا مشہور مصرع ؏ اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے! بشیر بدرؔ کے درج ذیل اشعار میں کہنا سے کہنے اور کہہ، بہنا سے بہتے اور بہہ، قاتل سے قاتلوں اور قتل اشتقاق کی عمدہ مثالیں ہیں۔

اپنی جگہ جمے ہیں کہنے کو کہہ رہے ہیں
سب لوگ ورنہ بہتے دریا میں بہہ رہے ہیں
کئی لوگ جان سے جائیں گے مرے قاتلوں کی تلاش میں
مرے قتل میں مرا ہاتھ تھا یہ کبھی کسی کو خبر نہ ہو

صنعتِ حُسن ترصیع: جب شعر میں دو ایسے مصرعے آئیں کہ دوسرے مصرعے کے الفاظ پہلے مصرعے کے علی الترتیب ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں، تو یہ صنعت حُسنِ ترصیع کہلاتی ہے۔ ترصیع دو طرح کی ہے ایک یہ کہ الفاظ علی الترتیب موزوں ہوں لیکن مقفیٰ نہ ہوں اور دوسری یہ کہ موزوں بھی ہوں اور مقفیٰ بھی ہوں۔ مؤخر الذکر زیادہ واضح صنعت ہے، جس کی بہترین مثال کسی کا یہ شعر ہے۔

وحیدِ یگانہ ریاضت میں تھے
جنیدِ زمانہ عبادت میں تھے

درسِ بلاغت میں ترصیع کے لیے ہم قافیہ ہونے کی شرط نہیں دی گئی ہے، اس اعتبار سے بشیر بدرؔ کے سیکڑوں اشعار حُسنِ ترصیع سے آراستہ ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ترنم اور نغمگی کے شاعر ہیں، ان کے کلام میں موزونیت کی کئی باریکیاں ملتی ہیں۔ مصرعے میں علی الترتیب ہم وزن الفاظ لانے سے غنائیت میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اس کا خوب استعمال کرتے ہیں۔ ہم ان کی پہلی ہی غزل سے دو شعر درج کرتے ہیں۔

سنو پانی میں یہ کس کی صدا ہے کوئی دریا کی تہہ میں رو رہا ہے
حقیقت سرخ مچھلی جانتی ہے سمندر کتنا بوڑھا دیوتا ہے

درسِ بلاغت کی تعریف کے مطابق یہ دونوں اشعار ترصیع کے ہیں کیوں کہ ان میں علی الترتیب دونوں مصرعوں کے الفاظ ہم وزن ہیں۔ حقیقت---سمندر، سرخ---کتنا، مچھلی---بوڑھا، جانتی---دیوتا، ہے---ہے۔ اس اعتبار سے بشیر بدرؔ کے سیکڑوں اشعار ترصیع کے حُسن سے آراستہ ہیں۔ ایک اور شعر دیکھیے۔

سادہ ورق پہ ابھرے گا شاید قلم کا چاند
شہر غزل کی رات ہے یادِ صنم کا چاند

سادہ---شہر، ورق---غزل، پہ---کی، ابھرے---رات، گا---ہے، شاید---یاد، قلم---صنم، کا چاند---کا چاند۔ میرا خیال ہے کہ اس خوبی کو ترصیع کی کسی ذیلی قسم میں شامل ہونا چاہیے۔ مکمل طور سے ترصیع کے لیے اساتذہ نے وزن کے ساتھ ساتھ قافیے کی بھی شرط رکھی ہے۔ جیسے بشیر بدرؔ کا درج ذیل شعر جس میں رات اور برف تو ہم قافیہ نہیں ہیں باقی تمام الفاظ علی الترتیب ہم قافیہ و ہم وزن ہیں۔

رات کی بدلیاں بکھرنے لگیں
برف کی چوٹیاں چمکنے لگیں

صنعتِ حُسنِ تضاد: یہ صنعت بھی بشیر بدرؔ کے کلام میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ شعر میں ایسے الفاظ لانا جو ایک دوسرے کی ضد ہوں، اسے صنعتِ طباق بھی کہا جاتا ہے۔ بشیر بدرؔ ایسے الفاظ یکجا کرنے میں ماہر ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ مثال کے طور پر یہ دو شعر ملاحظہ کیجیے۔

تو ایک ہاتھ میں لے آگ ایک میں پانی — تمام رات ہوا میں جلا بجھا مجھ کو
ازل سے ابد تک سفر ہی سفر ہے — کہیں صبح ہوگی کہیں رات ہوگی

ان اشعار کے ہر مصرعے میں تضاد کی بہترین مثالیں ہیں۔ پہلے شعر کے مصرع اول میں آگ اور پانی، مصرع ثانی میں جلا اور بجھا؛ دوسرے شعر کے مصرع اول میں ازل اور ابد، مصرع ثانی میں صبح اور رات تضاد کی مثالیں ہیں۔ دوسرے شعر میں صنعت تضاد کے علاوہ صنعتِ حُسنِ تکرار (سفر ہی سفر) بھی ہے۔ کسی بھی شاعر کے کلام میں صنعتوں کا پایا جانا ایک عام سی بات ہے، ان میں سے بعض صنعتوں (جیسے تضاد) کے لیے درجنوں اشعار درج کیے جاسکتے ہیں طوالت سے بچنے کے لیے ہم نے چند ہی مثالوں پر اکتفا کیا ہے۔ ان کے کلام میں اور بھی کئی صنعتیں موجود ہیں مثلاً بعض اشعار ایسے ہیں، جن میں رجوع یا استدراک جیسی کیفیت ہے، پہلے مصرع سے مدح کا گمان ہوتا ہے اور دوسرے مصرع میں ہجو جیسی کیفیت ہے یا اس کے برعکس۔

انڈا مچھلی کھا کے جن کو پاپ لگے
ان کا پورا ہاتھ لہو میں ڈوبا ہے

معائبِ کلام

عیوب کی بات کرتے ہوئے سب سے پہلے فصاحت کا ذکر آتا ہے۔ دراصل شاعری اُم الکلام ہے، اس

میں فصاحت کا اپنی اعلیٰ ترین صورت میں جھلکنا ناگزیر ہے۔ وزن اور قافیہ وردیف کی پابندیاں اگرچہ فصاحت کے راستے میں آڑے آسکتی ہیں لیکن یہی فن کاری کا امتحان بھی ہوتا ہے۔ شاعری میں فصاحت کے التزام کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ناقدین کسی جملے یا فقرے کی درست بناوٹ کی سند اساتذہ کے اشعار سے دیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں فصاحت کے معاملے میں اہلِ علم اتنی سنجیدگی سے کام لیتے ہیں کہ میرؔ وغالبؔ جیسے اساتذہ کو بھی معاف نہیں کرتے۔ استادِ سخن حسرت موہانی نے نکات سخن میں غالبؔ کے کلام کی چھوٹی چھوٹی لغزشوں کو اس طرح دلائل سے اجاگر کیا ہے کہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ مثلاً غالبؔ کے اس مشہور شعر میں ایک لفظ کی قبیح تکرار کو معاف نہیں کیا جاسکا۔

حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالبؔ
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

بلاشبہ شعر میں لفظ قسمت کی تکرار سے ذہن اکتا جاتا ہے اور اس قدر نایاب شعر بھی معیوب معلوم ہوتا ہے۔ غالبؔ کی اس چوک کو اہلِ علم نے شدت سے محسوس کیا یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں نے مصرع اول میں لفظ قسمت کو قیمت سے بدل دیا گیا، حالاں کہ دیوانِ غالبؔ میں یہ شعر لفظ قسمت ہی کے ساتھ موجود ہے۔ غالبؔ کا ذکر درمیان لانے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اگر فصاحت کا معیار برقرار رکھنے کے لیے ایسے خدائے سخن کی چوک کو برداشت نہیں کیا جاسکتا ہے تو ہر شاعر کو اس معاملے میں سنجیدہ ہونے کی ضرورت ہے۔ فصاحت کے لیے صرف سلاست، سادگی اور روانی ہی کافی نہیں ہے اور بھی کئی چیزیں ہیں، جن سے فصاحت کی تعمیر ہوتی ہے۔ تصنع، تکلف اور بناوٹ سے بچ نکلنے کے بعد بھی اشعار کی نوک پلک سنوارنے میں کئی بار غور وخوض کی ضرورت پڑتی ہے، معمولی سی عدم توجہی سے کوئی کمی یا نقص رہ سکتا ہے۔ اگرچہ بشیر بدرؔ اشعار کی کاٹ چھانٹ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن بعض مقامات پر چوک جاتے ہیں۔

زندگی تو نے مجھے قبر سے کم دی ہے زمیں
پاؤں پھیلاؤں تو دیوار میں سر لگتا ہے

دیوار میں سر لگنا؛ نہ روزمرہ ہے اور نہ اہلِ زبان اسے اس طرح بولتے ہیں بلکہ اس فقرے کو یوں ادا کیا جاتا ہے کہ ''دیوار سے سر لگتا ہے'' فقرے اور محاورے کو مستند اہلِ زبان کی طرز پر بولنا مشروط ہے۔ اہلِ زبان کی سند میسر نہ ہونے کی صورت میں فقرے کو قواعدِ صرفی کے اصولوں پر پرکھا جاسکتا ہے۔ دیوار میں سر لگنے کی قواعدی غلطی بھی چھپی نہیں ہے، ایک ادنیٰ طالب علم بھی اس غلطی کو دور سے پکڑ سکتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہاں وزن کی بھی کوئی مجبوری نہیں ہے۔ غزل ''فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن'' کے وزن پر ہے

اور یہی وزن ''دیوار سے سر لگتا ہے'' سے بھی ادا ہو جاتا۔ جس طرح ''میں ''کو بطور میم متحرک ادا کیا گیا ہے، اسی طرح ''سے ''کو بھی سین متحرک برتنے کی گنجائش ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس معمولی سی عدم توجہی نے اتنے خوب شعر کو مشکوک بنا رکھا تھا لیکن بعد میں وہ اس غلطی کو سدھارتے ہیں جیسے کہ شروع کے مشاعروں میں وہ اس مصرع کو اس غلطی کے ساتھ ہی پڑھتے دیکھے جاسکتے ہیں لیکن بعد میں شاید کسی نے ان کی رہنمائی کی ہو یہی وجہ ہے کہ بعد کے ایک مشاعرے میں وہ اس مصرعے کو درست پڑھتے دیکھے جاسکتے ہیں لیکن مجموعے اور کلیات میں یہ شعر اس غلطی کے ساتھ ہی درج ہے۔ ایک اور شعر پڑھیے۔

سبز پتے دھوپ کی یہ آگ جب پی جائیں گے
اُجلے پھر کے کوٹ پہنے ہلکے جاڑے آئیں گے

بشیر بدرؔ سبز پتوں کو دھوپ کی آگ پلا رہے ہیں، جاڑے کو اجلے پھر کا کوٹ پہنا رہے ہیں، امیجری کے اس بالکل نئے انداز میں اگر الفاظ بے ربط ہوتے تو شعر کا حُسن باقی نہیں رہتا۔ مصرع اولیٰ میں ایک حرف ''یہ ''غیر ضروری معلوم ہوتا ہے اس کا حذف کرنا ہی بہتر تھا، یہ عیب ہے جو حشو کہلاتا ہے۔ اب یہ انداز دیکھیے۔

پکے گیہوں کی خوشبو چیختی ہے
بدن اپنا سنہرا ہو چکا ہے

اس شعر کے بارے میں یہ سوچا جاسکتا ہے کہ خوش بو مہکتی ہے چیختی نہیں ہے لیکن امیجری کے نئے پن کی وجہ سے اسے قبول کیا جاسکتا ہے کہ یہاں شاعر نے تجسیم کاری سے کام لیا ہے۔ اس شعر میں کوئی عیب دکھانا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ شاعر اپنے اس رنگ میں جب حد سے بڑھ جاتے ہیں تو غلطیاں کرتے ہیں۔ مثلاً یہ اشعار۔

ایسی گڈ مڈ ہوئیں سردیاں، گرمیاں آگ کی سسکیوں میں کھلی قلفیاں
دُھوپ میں سرخ تارے چمکنے لگے پکّے امرود پر پڑ گئیں چتّیاں
صبح کی پسلیوں سے نکلنے لگیں کرنیں باندھے ہوئے رنگ کی لنگیاں

یہاں شاعر اس حد تک پہنچ گیا کہ کرنوں کو لنگیاں پہنا دیں۔ ظاہر ہے جب شاعر نے کرنوں کو صبح کی پسلیوں سے نکالا تو انھیں برہنہ دکھانا بھی شاید مناسب نہیں سمجھا، اس لیے کہ ابتدائے آفرینش میں اُمِ ہوا بھی بابا کی پسلی سے پیدا ہوئی تھی اب معلوم یہ کرنا ہے کہ برہنہ پیدا ہوئی تھیں یا لنگی پہن کر۔ اوّل تو یہ ٹیڑی مزاج

غزل کو قبول ہی نہیں ہے دوم یہ کہ مضمون پھیکا اور خشک اور اس پہ ستم یہ کہ قافیے بھی غیر شاعرانہ۔نہ صرف کرنوں کو لنگیاں پہننی پڑی ہیں بلکہ آگ میں قلفیاں بھی کھل گئی ہیں اور امرود پر چتّیاں بھی پڑ گئیں جو صرف الہٰ آبادی امرود پر ہوتی ہیں۔ پکے امرودوں پر چتّیاں سرخ تاروں کی طرح چمکی ہیں یہ ایک بہتر تصویر ہے لیکن کھلی قلفیاں غیر مناسب سی ترکیب ہے۔ قافیہ کی مجبوری کو حل کرنے کے لیے یہ مصرع ''آگ کی سسکیاں'' سے بھی مکمل کیا جاسکتا تھا یا کوئی اور طریقہ بھی ہو سکتا تھا لیکن شاعر پر نئی ادا کا جادو سوار تھا لہٰذا قلفیاں کھل اٹھیں۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ بشیر بدرؔ پر امیجری کا یہ رنگ شروع شروع میں زیادہ غالب تھا اور اسی وجہ سے انھوں نے اُردو کو نئی امیجری سے ممیز بہترین غزلیں عطا کی ہیں لیکن اس دوران یہ چند مایوس کن لغزشیں بھی سرزد ہوئی ہیں۔

تنافر

ان کے کلام میں کہیں کہیں ایسے اشعار بھی ملتے ہیں، جن میں تنافرِ حروف ہے۔ جب شعر میں کچھ ایسے حروف یکجا ہو جائیں، جن کی صوتی مناسبت کی وجہ سے شعر پڑھتے ہوئے زبان لڑکھڑا جائے اسے تنافر کہتے ہیں۔ ایک شعر پڑھیے، جس کے دوسرے مصرعے میں میم کی تکرار کی وجہ سے پڑھتے ہوئے زبان میں لغزش ہوتی ہے۔

آنگن میں ننھے ننھے فرشتے لڑیں گے جب
بھوری شفیق آنکھوں میں مَیں مسکراؤں گا

غزل میں قافیہ اور وزن دو لازمی جز ہیں۔ قافیے کا فہم و ادراک ہونا اور درست قافیہ لانا شعر کو حُسن بخشتا ہے ورنہ معیوب ہو جاتا ہے۔ پوری غزل کا ایک ہی زمین میں ہونا لازم ہوتا ہے یعنی ہر ایک غزل ایک مخصوص وزن میں قافیے کے التزام کے ساتھ ہوتی ہے۔ پوری غزل میں ایک ہی قافیے کو نہیں دہرایا جاسکتا ہے کیوں کہ دہرانے کی چیز ردیف ہے۔ بسا اوقات شاعر کسی مشکل قافیے کا انتخاب کرتا ہے، جس کی وجہ سے قافیہ ملنا مشکل ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ گنجائش ہے کہ شاعر بین القوافی کے تحت غزل کہے یعنی ایک شعر چھوڑ کر پھر وہی قافیہ لائے جو پہلے شعر میں لایا ہے۔ بشیر بدرؔ نے اس اصول کو اکثر غزلوں میں فراموش کیا ہے۔ ایک بہت ہی دلکش غزل کا حال یہ ہے کہ مسلسل چار اشعار میں قافیہ نہیں بدلا گیا، ایسا لگتا ہے کہ بے قافیہ غزل ہے، صرف ردیف کا اہتمام ہے لیکن پانچویں شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ جسے ہم ردیف جان رہے تھے وہی قافیہ ہے۔

اک پل کی زندگی مجھے بے حد عزیز ہے پلکوں پہ جھلملاؤں گا اور ٹوٹ جاؤں گا

یہ رات پھر نہ آئے گی بادل برسنے دے	میں جانتا ہوں صبح تجھے بھول جاؤں گا
مٹی تری صدا ہوں میں ٹھنڈے ستاروں کی	خاموش ہونٹ چومتے ہی ڈوب جاؤں گا
اس دن بجائے اوس کے ٹپکے گا سرخ خون	تلوار لے کے جب میں خلاؤں میں جاؤں گا
جب رات کے سپرد مجھے کرنے آؤ گے	رومال روشنی کا ہوا میں اڑاؤں گا

اگر غزل کا مطلع ہوتا تو معاملہ کسی قدر واضح ہو سکتا تھا لیکن بشیر بدرؔ کی بہت سی غزلیں بے مطلع ہیں۔ مطلعے تو خیر مل ہی جاتے ہیں لیکن مقطع کافی تلاش کے بعد ہی ملتا ہے۔ انھوں نے پوری کلیات میں صرف سترہ مرتبہ اپنا تخلص استعمال کیا ہے۔ کبھی کبھی بشیر بدرؔ کبھی بدرؔ صاحب اور کبھی بدرؔ جی! لیکن جب کیا ہے تو خوب کیا ہے۔ مطلع اور مقطع غزل کے لوازمات میں سے نہیں ہیں، استاد شاعروں نے اکثر غزلیں ایسی کہی ہیں جو بغیر مطلع و مقطع کے ہیں البتہ یہ بھی درست ہے کہ مطلع اور مقطع کے بغیر غزل میں کسی کمی کا احساس رہتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر گیان چند جین سے اتفاق کیا جاسکتا ہے جو ایسی غزلوں کو ناقص الطرفین خیال کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

> ”مطلع یا مقطع لانا لازمی نہیں ہے لیکن مطلع کے بغیر غزل ناقص الاوّل اور مقطع کے بغیر ناقص الآخر معلوم ہوتی ہے۔ مطلع کا نہ ہونا غزل کے لیے بطورِ خاص معیوب ہے۔ ایک غزل میں کئی مطلعے ہوسکتے ہیں۔ کبھی کبھی تو پوری غزل مطلعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔“[۶]

ایطا اور عیوبِ قوافی

یہ درست ہے کہ بغیر مطلع کے غزلیں زیادہ معیوب نظر آتی ہیں لیکن بشیر بدرؔ نے چند ہی غزلیں بے مطلع کہی ہیں۔ بہر حال مطلعے اور مقطعے کی بحث ضمناً حائل ہوئی اصل میں بات قافیے کی ہو رہی تھی۔ انھوں نے اکثر غزلوں میں نے قافیے کے اصول کی پابندی نہیں کی ہے۔ چند غزلیں غیر مردف ہیں، جس سے ہمیں شکایت نہیں ہے البتہ عیوب قوافی کا مسئلہ اہم ہے۔ قافیے کے اہم عیوب اقویٰ، اکفا اور ایطا ہیں، جن سے بچنا شاعر کو لازم ہوتا ہے۔ روی کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف اقویٰ ہے جیسے دُم کا قافیہ دَم لانا کہ ایک میں روی سے قبل کی حرکت مضموم اور دوسرے میں مفتوح ہے۔ حرف روی کی حرکت کا اختلاف اکفا کہلاتا ہے، جیسے آپ کا قافیہ کتاب لانا اس سے قافیے کا حسن ہی ختم ہوتا ہے۔ ایطا کی تعریف صاحب بحر الفصاحت نے یہ کی ہے کہ ” قافیے میں معنی واحد پر تکرارِ حروف زائد کی ہو بغیر موافقت روی کے۔ “[59] بشیر بدرؔ کی چند اچھی غزلیں اور اشعار ان عیوب کا شکار ہیں۔

آگ کی تتلیوں کو اگر چھو لیا
راکھ ہو جائے گا لکڑیوں کا مکاں

اس غیر مردف غزل کے قوافی گرمیاں، قلفیاں، چٹیاں اور مکاں وغیرہ ہیں۔ سارے ہی دشوار قافیے ہیں لیکن اصولاً سوائے مکاں کے باقی درست ہیں، مکاں کا قافیہ یہاں بہر صورت غلط ہے اس میں عیب واضح ہے۔ دراصل گرمیاں، قلفیاں، چٹیاں سے حرفِ روی ''ی'' ظاہر ہوا ہے اس کے بعد مکاں کا قافیہ لانا درست نہیں ہے۔ یہ غلط فہمی حرفِ روی کی غلط تعریف سے پیدا ہوتی ہے۔ حرفِ روی کا تعین محض قافیے کے آخری حرف سے کرنا درست نہیں ہے بلکہ اس کے سابقوں اور لاحقوں پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ روی سے پہلے کے چار حروف اور بعد کے چار حروف کو اسی لیے اہلِ علم نے اہمیت دی ہے۔ کچھ مزید اشعار دیکھیے۔

مرا کیا کہیں بھی چلا جاؤں گا مگر راستہ تو بنا جاؤں گا
اگر بارشیں آگئیں راہ میں سمندر کی تہہ میں اتر جاؤں گا

اس غزل (کلیات ص ۱۱۶) کے قافیے چلا، بنا، گیا، وغیرہ اور ردیف **جاؤں گا** ہے لیکن مذکورہ بالا دوسرے شعر میں **اتر جاؤں** گا لایا ہے۔ غزل کے باقی قوافی میں حرف روی الف ہے، جس کا اس شعر میں کوئی التزام نہیں ہے لہٰذا اکفا کا عیب واضح طور پر عیاں ہے۔ چلا اور بنا سے حرف روی نکال کر چل اور بن بچتا ہے دونوں بامعنی ہیں لیکن ہم قافیہ نہیں ہیں اس لیے ایطا شمار ہو گا۔ ایطا سے معیوب مزید اشعار درج ہیں:

رات کی بدلیاں بکھرنے لگیں
برف کی چوٹیاں چمکنے لگیں
کہرے کے کمبل میں پول کپکپائے
دو بلب چشمے کے پیچھے تھرتھرائے
اندھیرے راستوں میں یوں تیری آنکھیں چمکتی ہیں
خدا کی برکتیں جیسے پہاڑوں پر اترتی ہیں
دکھلا کے یہی منظر بادل چلا جاتا ہے
پانی سے مکانوں پہ کیسے لکھا جاتا ہے

بشیر بدرؔ کے اکثر اشعار میں اقویٰ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ دراصل روی سے ماقبل کی حرکت کی یکسانیت

سے قافیہ اثرانداز ہوتا ہے۔ ان کے بعض اشعار اس عیب (اقواء) کا شکار ہیں۔ ایک غزل ملاحظہ کیجیے۔

اس زخمی پیاسے کو اس طرح پلا دینا — پانی سے بھرا شیشہ پتھر پہ گرا دینا

ان پتّوں نے گرمی بھر سائے میں ہمیں رکھا — اب ٹوٹ کے گرتے ہیں بہتر ہے جلادینا

چھوٹے قدو قامت پہ ممکن ہے ہنسے جنگل — اِک پیڑ بہت لمبا ہے اس کو گرادینا

ممکن ہے کہ اس طرح وحشت میں کمی آئے — خوابیدہ درختوں میں تم آگ لگا دینا

اب دوسروں کی خوشیاں چبھنے لگیں آنکھوں میں — یہ بلب بہت روشن ہے اس کو بجھا دینا

مطلع میں پلا اور گرا قوافی ہیں۔ "پلا" روی "الف" زائد کے ساتھ ہے اور "گرا" روی اصلی کے ساتھ ہے۔ پے اور گاف مکسور ہیں اور باقی قوافی میں بھی روی ما قبل از قبل کی حرکت کا اہتمام لازم تھا لیکن یہاں شاعر نے "جلا" جیم مفتوح، "لگا" لام مفتوح اور "بجھا" بے مضموم لایا ہے، جس سے قافیے کی خوش آہنگی بری طرح سے متاثر ہوئی ہے۔ ایک اور غزل کے چند اشعار میں قافیے کی لاپرواہی ملاحظہ ہو۔

قدم جمانا ہے اور سب کے ساتھ چلنا ہے — ہم اپنی راہ کا پتھر ہیں اور دریا بھی

بہت ذہین و زمانہ شناس تھا لیکن — وہ رات بچوں کی صورت لپٹ کے رویا بھی

یہ خشک شاخ نہ سرسبز ہوسکی اس نے — مجھے گلے سے لگایا پلک سے چوما بھی

ہم نے پوری غزل درج نہیں کی۔ اس غزل (کلیات ص ۱۴۴) کے دیگر قوافی **گزرا، چمکا، کہرا اور صحرا** وغیرہ ہیں۔ مطلع میں چلنا کا قافیہ دریا لے آنا مستحسن نہیں تھا اب اسی گنجائش پہ قناعت کرتے لیکن دو اشعار میں **رویا اور چوما** بھی لے آئے، جو سراسر نامناسب ہیں۔ قافیے کا اصل مقصد کسی ایک حرف کی تکرار ہرگز نہیں ہے۔ روی کی تکرار کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ قافیے کے الفاظ میں ایک صوتی تناسب پیدا ہو جائے جو غنائیت کا باعث بنے۔ بشیر بدرؔ نے بعض قافیے ایسے بھی لائے ہیں، جن میں حرف روی کی عبث تکرار کے سوا کوئی اور خوبی ہے ہی نہیں۔ مثلاً کلیات کے صفحہ ۱۴۹ پر ایک غزل ہے، جس کے قوافی؛ جینا ہے، کٹتا ہے، لیٹا ہے، آتا ہے، کپڑا ہے، بیٹھا ہے، چھٹتا ہے وغیرہ دیکھے جاسکتے ہیں۔

تقابلِ ردیفین

ان کی بعض اچھی غزلوں کے اچھے اشعار کو تقابلِ ردیفین نے معیوب بنادیا ہے۔ ردیف مطلع کے دونوں مصرعوں میں اور فرد کے صرف دوسرے مصرعے میں آتی ہے۔ اگر فرد کے دونوں مصرعوں میں ردیف آجائے تو شعر کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ردیف سے قبل قافیہ ہوتا ہے اگر قافیہ اور ردیف دونوں مصرعوں میں ہو تو شعر حُسن مطلع ہو جائے گا لیکن اگر فرد کے پہلے مصرعے کے آخر میں ردیف

کا لفظ آئے اور قافیہ نہ آئے تو شعر با قافیہ سا معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً ان کی ایک غزل کی ردیف ''ہے'' ہے اور قوافی صدا، رہا، پڑا دیوتا وغیرہ ہیں اسی غزل کا درج ذیل شعر جو ان کا مشہور علامتی شعر ہے، تقابلِ ردیفین سے معیوب ہے۔

حقیقت سرخ مچھلی جانتی ہے
سمندر کتنا بڑا دیوتا ہے

ایک اور غزل کی ردیف ''رہے تھے'' ہے اور قوافی کہہ، رہ اور بہہ ہیں۔ درج ذیل شعر میں رہے کی تکرار سے ردیف کا تقابل ہوا ہے۔ اسی طرح کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

ایسا لگا کہ ہم تم کہرے میں چل رہے ہیں
دو پھول اونچی اونچی لہروں پہ بہہ رہے تھے

کہاں سے آئی یہ خوشبو یہ گھر کی خوشبو ہے
اس اجنبی کے اندھیرے میں کون آیا ہے

اک ذہنِ پریشاں میں وہ پھول سا چہرہ ہے
پتھر کی حفاظت میں شیشے کی حفاظت ہے

رونے کا اثر دل پر رہ رہ کے بدلتا ہے
آنسو کبھی شیشہ ہے آنسو کبھی پانی ہے

گلابی جھیل میں نیلے ستارے تیریں گے
اگر بدن کی سبھی بتیاں بجھا دو گے

ایک اہم بات یہ کہ غیر شاعرانہ الفاظ کا غزل میں استعمال کامل متغزلین اور اساتذہ کی نظر میں شجرے ممنوعہ ہے۔ حسرتؔ موہانی اس تعلق سے لکھتے ہیں کہ ''غزل کے اشعار میں غیر شاعرانہ الفاظ کا استعمال بدرجۂ غائیت ناگوار سمجھا جاتا ہے۔ یہ عیب زیادہ تر ان خشک شعرا کے کلام میں پایا جاتا ہے، جن کی شاعری کو سوز و گداز سے بہت کم لگاؤ ہوتا ہے''[60] بشیر بدرؔ کے اکثر اشعار میں غیر شاعرانہ الفاظ داخل کلام ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ ایسے سبھی اشعار خشک اور سوز و گداز سے عاری ہیں۔

میں نیچے زرد گھاس کے بستر پہ سو گیا — وہ اپنی سرخ کار کے چھت پر چلی گئی
شاور کے نیچے کھلتی جاتی ہے شام — میری آنکھوں پر اک ٹاول لپٹی ہے
یہ زعفرانی پلوور اسی کا حصہ ہے — کوئی جو دوسرا پہنے تو دوسرا ہی لگے

فصاحت کے تین بڑے عیب تنافر، تعقید اور غرابت ہیں۔ تنافر قرأت کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔ موزونیت اور قافیے کی پابندی کی خاطر الفاظ کی نشست میں تبدل و تأخر کا نام تعقید ہے اور غرابت ایسے غیر مانوس اور مشکل الفاظ کا استعمال ہے، جن کے معنی تک لغت کے بغیر رسائی نہ ہو سکے۔ بشیر بدرؔ کا کلام ان عیوب سے کافی حد تک پاک ہے البتہ چند اشعار ضرور ملتے ہیں۔ ان کے یہاں مشکل الفاظ کا کم ہی گزر ہوتا ہے ،انھوں نے عام بول چال کے ایسے الفاظ کو جو غزل کے مزاج میں کم ہی ڈھلتے ہیں، دانستہ غزل سے آشنا کرانے کا بیڑہ اٹھایا۔ ایسے میں بعض الفاظ سے غیر مانوسیت کی شکایت پیدا ہونا فطری بات ہے۔ یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ انھوں نے درجنوں نئے الفاظ کو غزل میں سلیقے سے برتا ہے۔ جس سطح پر انھوں نے یہ کام کیا ہے، ان سے قبل شاید ہی کوئی شاعر کر سکا ہو۔ انھوں نے نہ صرف لفظوں کی نوک پلک سنوارنے کا کام کیا ہے بلکہ وہ ایسے الفاظ کو غزل میں شامل کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں جو غزل کے مزاج کو کبھی قبول نہیں ہوئے۔ درج ذیل اشعار میں بہت خوبصورتی سے اس مضمون کو بیان بھی کر دیا ہے۔

سنوار نوک پلک ابروؤں کو خم کر دے گر پڑے ہوئے لفظوں کو محترم کر دے

اب ترستے رہو غزل کے لیے تم نے لفظوں سے بے وفائی کی

پروفیسر عنوان چشتی حرف برہنہ میں بشیر بدرؔ کے شعری مجموعے آمد کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کی بعض خامیوں کو ڈھال بنا کر شدت پسندانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے انھیں سرے سے شاعر ہی تسلیم نہیں کرتے۔ کوئی بھی معتبر نقاد چند خامیوں کی بنا پر کسی شاعر کی تمام شاعرانہ عظمت سے انکار نہیں کر سکتا جب تک نہ کچھ ذاتی بغض و عناد درمیان ہو۔ یہاں ایک نظر ان خامیوں پر ڈالتے ہیں جو پروفیسر عنوان چشتی نے حرفِ برہنہ میں تحریر کی ہیں۔

ا۔ ''بشیر بدر کی غزلوں میں ذہنی ناپختگی اور ذہنی و جذباتی نابالغی کی نفسیات کا گہرا اثر ہے''[61] ابھی تک ہم نے بشیر بدرؔ کے کلام کا جو تجزیہ پیش کیا ہے اس کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ موصوف نقاد کا یہ اعتراض نامناسب اور بے بنیاد ہے۔ البتہ بعض غزلوں اور بعض اشعار میں یہ خامی ضرور ہے اور اس شدت کے ساتھ ہے کہ ہم سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ آخر ایسے سطحی خیالات اور جذباتیت پر مبنی اشعار کو کلیات میں شامل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ حالاں کہ ان کا مختصر کلام بھی اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہے ۔ان کے غزلیہ سرمائے میں سینکڑوں بہترین اور مقبولِ عام اشعار کا پایا جانا یقیناً اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ ایک کامیاب غزل گو شاعر ہیں لیکن لاپرواہی یا کسی اور سبب سے انھوں نے بھرتی کے اشعار کلیات میں شامل کیے ہیں۔ مثلاً درج ذیل اشعار ایسے ہیں جنھیں کلیات میں شامل نہ کیا جاتا تو اچھا تھا یہ نہ صرف سطحی خیالات پر مبنی ہیں بلکہ ان

میں غزل کے شعر کا وہ وصف سرے سے ناپید ہے، جس میں کسی خیال کو شعری جامہ پہننے تک تخیل کے کئی نشیب و فراز سے گزرنا لازم قرار پاتا ہے۔

دنیا ہے بے پناہ تو بھرپور زندگی
دو عورتوں کے بیچ میں لیٹا ہوا ہوں میں

چھوٹے سے ڈبے میں اتنے مسافر
مل جل کے سب بیٹھیں آؤ سٹ جائیں

ہیٹر میں بجھی بجھی بیمار سوں سوں
پانی تو پانی ہے کیسے کھول جائے

دھوپ آتی ہے مجھ کو پھیلانے
شامیانہ مرا، ہوا تانے

مچھلیاں ٹوٹتی ہیں کاروں پر
گھوڑے اسکوٹروں کے دیوانے

اجلے چوہے نفیس سوٹوں میں
اچھلے لگتے ہیں جیسے افسانے

اگر ایسے اشعار وہ کلیات میں شامل نہیں کرتے تو مختصر اور بے داغ کلام کا گلدستہ ہمارے ہاتھوں میں ہوتا۔ یہ ایسے اشعار ہیں جن میں لفظوں کی موزونیت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔۔ سطحی اور تخیل سے عاری مضامین محض شاعرانہ مصوری کے خام پیکر ہیں۔ آپ انھیں اگر شعر تسلیم کر بھی لیں لیکن غزل کے اشعار کہلانے کے یہ مستحق نہیں ہیں۔ لیکن چند ایسی غزلوں اور اشعار کی بنا پر ہم ان کی مجموعی حیثیت کو فراموش نہیں کر سکتے۔ پروفیسر عنوان چشتی کو جن اشعار میں غیر سنجیدہ و غیر مہذب جذباتیت اور ذہنی نابالغی کی نفسیات کا اثر نظر آتا ہے ہمیں اس پر کلام ہے۔ مثلاً

کبھی حسن پردہ نشیں بھی ہو زرا عاشقانہ لباس میں
جو میں بن سنور کے کہیں چلوں مرے ساتھ تم بھی چلا کرو

موصوف کو ایک تو زرا کے الف کے دب کر نکلنے پر اعتراض ہے جو بجا ہونے کے باوجود کوئی بڑا عیب نہیں ہے اور دوم ان کا خیال ہے کہ "حسن پردہ نشیں کو دیوانہ بنانے کی تمنا اور اس کو اپنے ساتھ لے چلنے کی بچکانہ خواہش غیر مہذب جذباتیت ہے"[62] فلسفیانہ توجیہ سے تو یہ اعتراض ہے ہی بے بنیاد اس لیے کہ حسنِ

محبوب کو بے نقاب دیکھنے کی تمنا اگر عاشق کو مجبور تماشہ نہ کرے تو عشقیہ روایت کی ساری عمارت منہدم کی جانی چاہئے۔ دوسری بات یہ کہ کون ساجذبہ مہذب ہے اور کون ساغیر مہذب ہے اس تعلق سے غزل مذہب اور سماج کے اصولوں کی پابند نہیں ہے۔اس کی اپنی تہذیب ہے اور اپنا مذہب ہے جو عشق سے سروکار رکھتا ہے۔

ایطا کی یہ مثالیں سامنے لانے کے بعد بھی ہمارا یہ خیال نہیں کہ بشیر بدر ایطا کے عیب سے واقف نہیں ہیں بلکہ ہمارا خیال ہے کہ انھوں نے دانستہ طور پر غزل کی بعض عروضی پابندیوں سے بغاوت کی ہے اور اس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں مثلاً یہ اشعار دیکھیے

یوں ہی بے سبب نہ پھرا کرو کسی شام گھر بھی رہا کرو
یہ غزل کی سچی کتاب ہے اسے چپ کے چپ کے پڑھا کرو
کوئی پھول دھوپ کی پتیوں میں ہرے ربن سے بندھا ہوا
وہ غزل کا لہجا نیا نیا نہ کہا ہوا نہ سنا ہوا

عروضی تعریف کے مطابق ان مشہور و مقبول اشعار میں بھی ایطا ہے۔ اس لیے کہ پڑھ میں ہائے مخلوط ہے اور رہ میں ہائے ہوز ہے اگرچہ صوتی مناسبات پر ان کو ہم قافیہ تسلیم کرنے میں بہت گنجائش ہے لیکن بعض عروض دان انھیں قوافی تسلیم نہیں کرتے۔اسی طرح بندھ اور سن بھی ہم قافیہ نہیں۔ اگر شاعر عروضیوں کے کٹر اصولوں سے انحراف کرنے سے خائف رہتا تو اردو غزل کو یہ بہترین شعر نصیب نہیں ہوتے۔اسی طرح کئی اور اچھے شعر ہیں جن میں کوئی نہ کوئی عروضی عیب نظر آتا ہے لیکن وہ اردو غزل کے مقبول ترین اشعار کی صف میں شامل ہیں:

کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا جو گلے ملو گے تپاک سے
یہ نئے مزاج کا شہر ہے زرا فاصلوں سے ملا کرو
کئی اجنبی تری راہ میں مرے پاس سے یوں گزر گئے
جنھیں دیکھ کر یہ تڑپ ہوئی ترا نام لے کے پکار لوں
مرے ساتھ تم بھی دعا کرو یوں کسی کے حق میں برا نہ ہو
کہیں اور ہو نہ یہ حادثہ کوئی راستے میں جدا نہ ہو

ان اشعار میں زرا کا الف دب کر نکلتا ہے اور یوں کا واو ساقط ہوتا ہے، جس پر پروفیسر عنوان چشتی کو بہت اعتراض ہے لیکن یہ اشعار اردو غزل کے محبین کے دل کی دھڑکن ہیں اور وسیع النظر ناقدین ان اشعار کو

اردو غزل کا اہم سرمایہ تسلیم کرتے ہیں۔ عنوان چشتی کے تجزیہ میں ہمیں تعصب کی بو سونگتی ہے جس کی کئی مثالیں ہم دے سکتے ہیں مثلاً درج ذیل شعر کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ "ابروؤں میں خم کرنا چہ معنی دارد، یہ غلط زبان ہے۔ دوسرے مصرعے میں ہوئے بھرتی کا ہے جس کی وجہ سے بندش الفاظ ڈھیلی ہے"[63]

سنوار نوک پلک ابروؤں میں خم کردے
گرے پڑے ہوئے لفظوں کو محترم کردے

ابروؤں میں خم کرنے کی ترکیب بشیر بدرؔ کی جدت پسند اختراعی طبیعت کی عمدہ مثال ہے اور یہی ان کی انفرادیت بھی ہے۔ اس میں نئی امیجری کا رنگ ہے، کسی طرح کی کوئی غلط بیانی نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح کا میرؔ کا یہ شعر دیکھیے

صف الٹ جا عاشقوں کی گر ترے ابرو ہلیں
ایک دم تلوار کے چلنے میں ہوئے ملک صاف

یہاں ابرو ملنے سے عاشقوں کی صفیں الٹ رہی ہیں۔ اسے شاعری میں حسن مبالغہ کہیں گے نہ کہ غلط بیانی۔ بشیر بدرؔ کے شعر میں لفظ کی تجسیم ہو رہی ہے، اس کو سجایا جارہا ہے، جس کی وجہ سے اس کے ابروؤں میں خم یا پیچ ڈالے جارہے ہیں۔ اسے غلط بیانی نہیں کہا جاسکتا ہے۔ دوسرے مصرے میں ہوئے کی بھرتی میں دورائے نہیں، حشو لاحق ہے لیکن یہ بھرتی شعری وزن کی ضروت کے عین مطابق ہے۔ ایک اور شعر ملاحظہ کیجیے

پتھر کے جگر والو غم میں وہ روانی ہے
خود راہ بنا لے گا بہتا ہوا پانی ہے

اس شعر میں بھی پروفیسر عنوان چشتی کو "وہ" بھرتی کا نظر آتا ہے۔ ان کے خیال میں وہ سراسر غیر ضروری ہے جو ایک بڑا عیب ہے۔ غور کیا جائے تو اس شعر میں وہ بھرتی کا نہیں ہے بلکہ یہ شعر میں بھرپور معنوی حسن پیدا کرتا ہے۔ اس کی حیثیت یہاں تاکیدی نوعیت کی ہے جو غم کی تائید کر رہا ہے اور اس کی طغیانی کی حمایت کرتے ہوئے ایک دعوی قائم کرتا ہے، جس کی دلیل پر دوسرا مصرع صاد ہے۔ اس طرح کے اعتراضات کرتے ہوئے اور بعض اشعار کو خارج از وزن ثابت کرکے عنوان چشتی نے بشیر بدرؔ کے تعلق سے یہ نتیجہ نکالا کہ "بشیر بدرؔ کی آمد اردو شاعری کے لیے خوش آئند نہیں، بلکہ یہ ادھ کچری شاعری پر مشتمل ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کتاب کو صحیفۂ اغلاط کہا جاسکتا ہے" ایسی بیان بازی بلاشبہ متعصبانہ رویے کی غمازی کرتی ہے۔ اپنے پورے تجزیے میں پروفیسر موصوف عیب ہی عیب گناتے رہے اور ان درجنوں غزلوں اور اشعار

کی طرف سے نگاہیں چراتے رہے جو نئی غزل کا بیش قیمت سرمایہ ہیں۔ اکثر الزام تراشی اور غلط بیانی سے بھی کام لیتے رہے مثلاً آمد کی غزل نمبر ۸۳ کے پہلے دو اشعار کی تقطیع انھوں نے بحر رمل مسدس سالم محذوف میں کی اور باقی پانچ اشعار کو خارج از وزن کہہ دیا۔

ایک سواری آئے گی اک جائے گی
باری باری سب کی باری آئے گی
پھول اگر پیروں کے نیچے آئیں گے
آنکھوں کی بینائی کم ہو جائے گی

اول تو بحر کا نام درست نہیں لکھا بحر یا سالم ہو گی یا محذوف سالم بھی اور محذوف بھی نہیں ہو سکتی۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس غزل کے پہلے دو شعر بحر رمل مسدس محذوف میں تقطیع ہوتے ہیں اور باقی نہیں ہوتے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ یہ اشعار کہیں ذوالبحرین یا صنعت متلون کی خصوصیت تو نہیں رکھتے۔ دراصل یہ غزل رمل میں نہیں بحر متقارب کے ہندی الاثر وزن میں ہے جس کا تفصیلی ذکر ہم نے تقطیع کے باب میں کیا ہے البتہ اس غزل کے یہ دو شعر رمل مسدس میں بھی تقطیع ہوتے ہیں یعنی یہ اشعار صنعت متلون کی خصوصیت رکھتے ہیں۔

یہ بات مخفی نہیں کہ بشیر بدرؔ کے عہد تک پہنچتے پہنچتے اردو شاعری کئی نشیب و فراز سے گزری ہے۔ اس دوران شاعری کو ہیئت کی پابندیوں سے آزاد کرنے کی دانستہ کوششیں بھی ہوئیں۔ یہ کوششیں نظم کی حد تک ہی کامیاب ہو سکیں لیکن ہیئت کی سطح پر غزل نے کوئی سمجھوتا نہیں کیا اور اس کی کلاسیکی ہیئت بر قرار رہی۔ غزل آزادی سے قبل کے دور میں اسی وجہ سے جمود کا شکار رہی کہ اس نے ان نئے مشوروں کو خاطر میں نہیں لایا۔ جدیدیت کے نئے تقاضوں کے باوجود غزل اپنی کلاسیکی ہیئت کے قالب میں مستحسن رہی۔ نثری غزل اور آزاد غزل کے سارے تجربات اپنے آپ دم توڑ گئے۔ اس کشمکش میں جدید متغزلین کی ان کاوشوں کو فراموش نہیں کرنا چاہیے، جنھوں نے دبستان غزل میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتے ہوئے غزل کو زندہ رکھا۔ انھیں کا شعر ہے۔

صرف اک خواب تھی جدید غزل
ناز کر ہم سے بے کمالوں پر

اس تجزیے کا حاصل یہ ہے کہ بشیر بدرؔ کے یہاں فصاحت کی عمدہ ترین مثالیں موجود ہیں؛ زبان کی پاکیزگی، سادگی اور صفائی کے ساتھ ساتھ امیجری کا نیا اور منفرد نظام بھی ان کے کلام میں ملتا ہے۔ لغت کے چٹخارے اور فارسی دانی کے رعب کے برعکس عوامی زبان میں تغزل کا رنگ قائم ہے۔ تنافر، غرابت اور تعقید (

جو فصاحت کے بڑے عیوب ہیں) سے کافی حد تک کلام پاک نظر آتا ہے۔ سہلِ ممتنع، ترنم اور موسیقیت ان کی غزلوں کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کی شاعری میں فکر کی بلندی بھی ہے، امیجری اور استعارے کی خوبیاں بھی ہیں۔ ان خوبیوں کے ساتھ بے تکلف اور برجستہ اندازِ شعر بھی ہے جو مقصدِ کلام یعنی ترسیل و ابلاغ کو جلا بخشتا ہے۔ چند گنے چنے اشعار کے علاوہ علامتوں کا قبیح ابہام نہیں ہے۔ نثر کے مقابلے میں کسی قدر شعر میں ابہام ہونا فطری ہے لیکن زیادہ ابہام کسی بھی صورت میں پسندیدہ نہیں ہے۔ دانستہ یا قصداً پیدا کیے گئے ابہام (Intentive Ambiguity) کو تو کسی نے بھی پسند نہیں کیا ہے مگر فطرتاً آجائے تو مضائقہ نہیں۔ بشیر بدرؔ شعریت کی روح کو پہچانتے ہیں اور تغزل کو شعر کی روح جانتے ہیں، سوز و گداز اور درد و تاثیر کی اہمیت سے آشنا ہیں، مصوری کا آرٹ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں موزونیت، موسیقیت اور امیجری جیسے اعلیٰ اوصاف کے ساتھ غزل کے گوناگوں محاسن در آئے ہیں۔ ان کا یہ شعر ان کی غزل گوئی پر صادق آتا ہے۔

چمکتی ہے کہیں صدیوں میں آنسوؤں سے یہ زمیں
غزل کے شعر کہاں روز روز ہوتے ہیں

ooo

۳۔ غزلیات کی تقطیع

عروضی مطالعے میں تقطیع ہی ایک ایسا عمل ہے، جس کے ذریعے موزونیت کی جڑوں تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ تقطیع مصرعے اور شعر کو چھوٹی سی چھوٹی عروضی اکائیوں میں توڑنے کا نام ہے۔ جس طرح راگ اور موسیقی میں سروں کی الگ الگ اکائیوں سے موسیقی کی دھنوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے، اسی طرح شاعری میں موزونیت کو پرکھنے کے لیے اس کی بنیادی صوتی اکائیوں کو تقطیع کے ذریعے کھولا جاتا ہے۔ شعر کی موزونیت کے لیے ایک اہم بات یہ ہے کہ دونوں مصرعے نہ صرف ایک دوسرے کے ہم وزن ہوں بلکہ اپنے آپ میں بھی موزون ہوں یعنی شعر کے موزون ہونے سے پہلے مصرعے کا موزون ہونا ضروری ہے۔ ہر کہی ہوئی سطر یا جملہ موزون مصرع نہیں ہوتا۔ وہی مصرع موزون کہلاتا ہے، جو کسی نہ کسی عروضی وزن میں کہا گیا ہو۔ غزل میں موزونیت کا اصول یہ ہے کہ پوری غزل ایک ہی وزن یا بحر میں ہو۔ تقطیع کے عمل میں غزل کا وزن معلوم ہونے کے بعد غزل کے تمام اشعار کو عروض کی چھوٹی سی چھوٹی صوتی اکائیوں میں توڑا جاتا ہے تا کہ موزونیت کی تمام خصوصیات واضح ہو جائیں۔

تقطیع کے کئی طریقے رائج ہیں لیکن عاجز نے کافی غور و خوض اور تمام طریقوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک ایسا طریقہ منتخب کیا ہے، جو اگر چہ زیادہ ریاضت اور مشقت کا تقاضہ کرتا ہے لیکن تقطیع کی مستند تعریف (شعر کو چھوٹی سی چھوٹی عروضی اکائیوں میں توڑنا) پر پورا اترتا ہے اور تقطیع کرنے کے اغراض و مقاصد (جیسے کہ موزونیت کی روح تک پہنچنا) کو بھی حدفِ نظر رکھتا ہے۔ درج ذیل مثال کے ذریعے تقطیع کے چند مروجہ طریقوں کو ملاحظہ کیجیے اور یہ دیکھیے کہ تقطیع کے مختلف طریقوں میں سے ہمارے منتخبہ طریقے کی کیا انفرادی خصوصیات ہیں۔

چھوڑ آیا ہوں زمین و آسماں
فاصلہ اب اور کتنا رہ گیا

یہ شعر **بحر رمل مسدس محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن** کے وزن پر ہے۔ اس کی تقطیع مختلف طریقوں میں ملاحظہ کیجیے۔

ا۔

فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن		فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن
چھوڑ آیا ہوں زمین و آسماں				فاصلہ اب اور کتنا رہ گیا		
چھوڑ آیا	**ہوں زمین و**	**آسماں**		**فاصلہ اب**	**اور کتنا**	**رہ گیا**

درج بالا طریقے میں شعر کے الفاظ کو عروضی ارکان کی مناسبت میں لکھ کر یہ واضح کیا جاتا ہے کہ کون سا لفظ کس عروضی رکن کے وزن پر ہے۔ ظاہر ہے یہ طریقہ نہ تقطیع کی بنیادی تعریف پر پورا اترتا ہے اور نہ تقطیع کے اہداف کو حاصل کرنے میں معاون ہے۔ البتہ یہ طریقہ بہت آسان ہے اس میں زیادہ مشقت یا محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔

فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن		فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن
چھوڑ آیا ہوں زمین و آسماں				فاصلہ اب اور کتنا رہ گیا		
چھو ڑ آ یا	ہو ز می نو	آ س ما		فا ص لہ اب	او ر کت نا	رہ گ یا

درج بالا طریقہ بھی رائج ہے جس میں ماقبل طریقے کے مقابلے میں ایک چیز زائد ہے کہ الفاظ کی صوتیات کا لحاظ رکھا گیا ہے یعنی ان زائد حروف کو تقطیع میں نہیں لکھا گیا ہے جو اصولاً تقطیع میں گرتے ہیں۔ موزونیت الفاظ کی مکتوبی حالت سے سروکار نہیں رکھتی موزونیت کا سروکار الفاظ کی صوتیات سے ہے۔ لیکن عاجز کا خیال ہے کہ یہ طریقہ بھی پوری طرح سے نہ تقطیع کی تعریف پر اترتا ہے نہ موزونیت کے اہداف کو پوری طرح سے حاصل کرنے میں کامیاب ہے البتہ اول الذکر سے بہتر ہے۔

۳۔

فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن
چھوڑ آیا ہوں زمین و آسماں				فاصلہ اب اور کتنا رہ گیا		
چھو ڑ آ یا	ہو ز می نو	آ س ما		فا ص لہ اب	او ر کت نا	رہ گ یا

درج بالا طریقہ ہم نے اختیار کیا ہے۔ یہ تقطیع کی بنیادی تعریف پر پوری طرح سے اترتا ہے یعنی اس میں مصرعے کو عروض کی چھوٹی سی چھوٹی اکائی میں توڑا جا سکتا ہے۔ اس کے ذریعے بہت سے مسائل کا حل بھی ہوتا ہے اور بہت سی الجھنیں بھی دور ہوتی ہیں البتہ یہ اول الذکر طریقوں کے مقابلے میں زیادہ محنت اور ریاضت طلب کرتا ہے۔ اس کی خصوصیات کو سمجھنے کے لیے رکن **فاعلاتن** کی مثال لیجیے۔ اس رکن میں شروع اور آخر میں سبب خفیف ہے اور بیچ میں وتد مجموع نظر آتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے اگر ہم اس رکن کو منفصل لیں اگر یہی رکن متصل لیا جائے تو **فاع لاتن** ہو گا یعنی شروع میں وتد مفروق اور آخر پر دو سبب خفیف۔ اب اگر اس رکن کو ہم عروض کی چھوٹی سی چھوٹی صوتی اکائی میں توڑیں تو یوں ہو گا فاع لا تن اس صورت میں عین مشترک ہے جو منفصل کی صورت میں وتد مجموع شمار کیا جا سکتا ہے اور متصل کی صورت میں وتد مفروق ہو گا۔

غزلیات کی تقطیع دیکھنے سے قبل درج ذیل نکات کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے، بصورتِ دیگر تقطیع کو سمجھنے میں دشواری ہوگی اور اشکالات پیدا ہوں گے۔ کچھ عروضی رعایتیں ایسی ہیں جو اکثر غزلوں میں برتی گئی ہیں۔ عام قاعدہ ہے کہ ہر غزل کی تقطیع کے بعد ان کی وضاحت کی جائے لیکن اس طرح صفحات کی تعداد بلاوجہ بڑھتی ہے اسی لیے ہم نے شروع ہی میں ان نکات کی وضاحت کی ہے۔

➢ بعض اوزان میں عروض وضرب میں فعْلن اور فَعِلن بدلتے رہتے ہیں اور یہ عمل جائز ہے۔ ہر غزل کی تقطیع میں اس کی وضاحت نہیں کی جاسکتی ہے، لہٰذا یہ بات ذہن میں رہے۔ مثال کے طور پر **بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن** کے درج ذیل شعر میں عروض میں فَعِلن اور ضرب میں **فعْلن** لایا ہے۔ اس طرح وزن کا نام مسکن ہٹاکر صرف مخبون محذوف رہا۔

کھلے سے لان میں سب لوگ بیٹھے چائے پئیں
دُعا کرو کہ خدا ہم کو آدمی کردے

➢ بعض اوزان میں عروض وضرب میں فعْلن کی جگہ فَعِلان یا فاعلات بھی آتا ہے یہ عمل جائز ہے ۔مثال کے طور پر **بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن** کے درج ذیل شعر میں عروض میں فَعِلان اور ضرب میں **فعْلن** لایا ہے۔

ہوا کی طرح میں بیتاب ہوں کہ شاخ گلاب
جو ریگزاروں پہ تالاب کے کنول لکھ دے

➢ بعض اوزان میں جیسے رمل محذوف میں عروض وضرب میں فاعلن کی جگہ فاعلات بھی آتا ہے یہ عمل جائز ہے۔ رمل مثمن اور رمل محذوف کا اجتماع بھی جائز ہے، مثال کے طور پر **بحر رمل مسدس محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن کے درج ذیل شعر میں۔**

دوڑتے ہیں پھول بستوں کو دبائے
پاؤں پاؤں تتلیاں چلنے لگیں

مجموعہ "امیج" کی غزلوں کی تقطیع[1]

غزل ۱۔ بحرِ ہزج مسدس محذوف: مفاعی لن مفاعی لن فعولن

م فا عی لن	م فا عی لن	ف عو لن		م فا عی لن	م فا عی لن	ف عو لن
سنو پانی میں یہ کس کی صدا ہے				کوئی دریا کی تہہ میں رو رہا ہے [2]		
س نو پا نی	مِ یہ کس کی	ص دا ہے		کُ ئی در یا	کِ تہ می رو	ر ہا ہے
سویرے میرے ان آنکھوں نے دیکھا				خدا چاروں طرف بکھرا پڑا ہے		
س وی رے می	رِ ان آ کھو	نِ دی کھا		خ دا چا رو	ط رف بکھ را	پ ڑا ہے
اندھیری رات کا تنہا مسافر				مری پلکوں پہ اب سہما ہوا ہے		
اَ دھی ری را	تِ کا تن ہا	م سا فر		م ری پل کو	پ اب سہ ما	ہ وا ہے
سمیٹو اور سینے میں چھپا لو				یہ سنّاٹا بہت پھیلا ہوا ہے		
س می ٹو او	رِ سی نے می	چھ پا لو		یِ سن نا ٹا	ب ہت پھی لا	ہُ وا ہے
حقیقت سرخ مچھلی جانتی ہے				سمندر کتنا بوڑھا دیوتا ہے		
ح قی قت سر	خ مچھ لی جا	ن تی ہے		س من در کت	نَ بو ڑھا دی	وِ تا ہے
ہماری شاخ کا نو خیز پتّہ				ہوا کے ہونٹ اکثر چومتا ہے		
ہَ ما ری شا	خ کا نو خی	زِ پت تا		ہ وا کے ہو	ٹِ اک ثر چو	مِ تا ہے

غزل ۲۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

م فا ع لن	فَ عِ لا تن	م فا ع لن	فعْ لن		م فا ع لن	فَ عِ لا تن	م فا ع لن	فعْ لن
دہکتی دھوپ سمندر ہے، یہ جزیرے ہیں					گھنے درخت جو سڑکوں پہ سایہ کرتے ہیں			
دہک تِ دھو	پ س من در	ہِ یہ ج زی	رے ہی		گھ نے درخ	تِ جُ سڑ کو	پ سا یَ کر	تے ہی

---

[1] بشیر بدر کا پہلا مجموعہ اکائی ہے لیکن اس کا کلام بعد کے مجموعوں میں بھی شامل کیا گیا ہے، اسی وجہ سے اسے کلیات میں بھی شامل نہیں کیا گیا ہے۔ ہم نے بھی تقطیع کلیات میں شامل کلام کی ترتیب سے کی ہے۔

[2] یہ شعر کلیات (مرتبہ فاروق ارگلی) میں اسی طرح درج ہے، جب کہ مجموعہ "امیج" میں سنو پانی میں کی جگہ سسکتے پانی میں ہے۔ ممکن ہے بدر نے بعد میں اصلاح کی ہو۔

عجیب شہر ہے یہ اس کے آسمان پہ بھی					لہو میں ڈوبے ہوئے سرخ سرخ کپڑے ہیں			
ع جی ب شہ	رِ ہِ یے اس	کِ آ س ما	نِ پَ بھی		ل ہو مِ ڈو	بِ ہُ وئے سر	خ سر خ کی	ڑے ہی
وہ کوئی اور تھا شب خون مارنے والا					ہمیں نہ مارو کہ ہم بے ضرر فرشتے ہیں			
وُ کو ءِ او	رِ تَ شب خو	نِ ما ر نے	وا لا		ہَ می نَ ما	رُ کِ ہم بے	ضَ رر ف رش	تے ہی
یہ پتھروں کا ہے جنگل چلو یہاں سے چلیں					ہمارے پاس تو گیلی زمیں کے پودے ہیں			
یِ پتھ تھ رو	کَ ہِ جن گل	چلو یَ ہا	سِ چ لی		ہَ ما رِ پا	سِ تُ گی لی	ز می کِ پو	دے ہی
عظیم دشمنو چاکو چلاؤ موقع ہے					ہمارے ہاتھ ہماری کمر کے پیچھے ہیں			
ع ظی م دش	مَ نُ چاکو	چ لا ؤ مو	قع ہے		ہَ ما رِ ہا	تِ ہَ ما ری	ک مر کِ پی	چھے ہی

غزل۳۔ بحرِ رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فا ع لن		فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فا ع لن
سبز پتّے دھوپ کی یہ آگ جب پی جائیں گے					اُجلے فر کے کوٹ پہنے ہلکے جاڑے آئیں گے			
سب زِ پت تے	دھوپ کی یے	آگ جب پی	جا ءِ گے		اج لِ فر کے	کو ٹ پہ نے	ہل ک جاڑے	آ ءِ گے
سُرخ نیلے چاند تارے دوڑتے ہیں برف پر					کل ہماری طرح یہ بھی دُھند میں کھو جائیں گے			
سُرخ نی لے	چاد تارے	دوڑتے ہی	بر فِ پر		کل ہ ما ری	طرح یے بھی	دھن دمی کھو	جا ءِ گے
شام تک میلہ ہے پاگل پیڑ پنچھی کس کے میت					اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائیں گے			
شام تک می	لا ہِ پا گل	پی ڑ پن چھی	کس کِ می ت		اپ نِ اپ نی	بو لیا سب	بو ل کر اڑ	جا ءِ گے
دل کے ان باغی فرشتوں کو سڑک پر جانے دو					بچ گئے تو شام تک گھر لوٹ کر آجائیں گے			
دل کِ ان با	غی ف رش تو	کو س ڑک پر	جا نِ دو		بچ گ ئے تو	شا م تک گھر	لو ٹ کر آ	جا ءِ گے
تنہا طے کرنا ہے سب کو رات کا سارا سفر					جھاڑیوں میں جگنوؤں کے قافلے کھوجائیں گے			
تن ہَ طے کر	نا ہِ سب کو	را تِ کا سا	را س فر		جھا ڑ یو می	جگ ن وؤ کے	قا ف لے کھو	جا ءِ گے

غزل۴۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا ع لا تُ	م فا ع لُ	فا ع لن		مف عو لُ	فا ع لا تُ	م فا ع لُ	فا ع لن
اک پل کی زندگی مجھے بے حد عزیز ہے					پلکوں پہ جھلملاؤں گا اور ٹوٹ جاؤں گا			
اک پل کِ	زن دگی مُ	جِ بے حد عَ	زی زِ ہے		پل کو پ	جل م لا ؤ	گَ ار ٹوٹِ	جا ؤ گا
یہ رات پھر نہ آئے گی بارش برسنے دے					میں جانتا ہوں صبح تجھے بھول جاؤں گا			

یے را تِ	پھر نَ آ ءِ	گِ بارش بَ	رس نِ دے		می جا نِ	تا ہُ صب حِ	ٹُ جھے بھولِ	جا ؤ گا
اُس دن بجائے اوس کے ٹپکے گا سُرخ خون					تلوار لے کے جب میں خلاؤں میں جاؤں گا			
اس دن بَ	جا ءِ او سِ	کِ ٹپ کے گَ	سر خ خو ن		تل وا رِ	لے کِ جب مِ	خ لا ؤ مِ	جا ؤ گا
رہ رہ کے ایک پھول مہکتا ہے خون میں					اس کو بدن کی مٹی کے نیچے دباؤں گا			
رہ رہ کِ	ای ک پھولِ	م ہک تا ہِ	خو نِ می		اس کو بَ	دن کِ مٹ ٹِ	کِ نی چے چھُ	پا ؤ گا
آنگن میں ننھے ننھے فرشتے لڑیں گے جب					بھوری شفیق آنکھوں میں میں مسکراؤں گا			
آ گن می	نن نِ نن نِ	ف رش تے لَ	ڑے گِ جب		بھو ری شَ	فی قِ آ کھُ	مِ می مس کِ	را ؤ گا

غزل۵۔بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف:

فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا ع لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا ع لن	فا عِ لن	فا عِ لن
اڑتی کرنوں کی رفتار سے تیز تر، نیلے بادل کے اک گاؤں میں جائیں گے دھوپ ماتھے پہ اپنے سجا لائیں گے، سائے پلکوں کے پیچھے چھپا لائیں گے							
اُڑ تِ کر	نو کِ رف	تا رِ سے	تی زِ تر	نی لِ با	دل کِ اک	گا ؤ می	جا ء گے
دھو پِ ما	تھے پِ اپ	نے س جا	لا ءِ گے	سا ءِ پل	کو کِ پی	چھے چھ پا	لا ءِ گے
برف پر تیرتے روشنی کے بدن، چلتی گھڑیوں کی دو سوئیوں کی طرح دائرے میں سدا گھومنے کے لیے،آہنی محوروں میں جڑے جائیں گے							
بر ف پر	تی رِ تے	رو ش نی	کے ب دن	چل تِ گھڑ	یو کِ دو	سو ءِ یو	کی ط رح
دا ء رے	می س دا	گھو مِ نے	کے لِ یے	آ ہ نی	مح و رو	می ج ڑے	جا ء گے
جب ذرا شام کچھ بےتکلف ہوئی،برگزیدہ فرشتوں کے پر نُچ گئے رات کا ٹیپ سورج بجا دے اگر، موم کے پاک چہرے پگھل جائیں گے							
جب ذ را	شا مِ کچھ	بے تَ کل	لف ہُ وی	بر گ زی	دہ ف رش	تو کِ پر	نچ گ ئے
را تِ کا	ٹی پِ سو	رج ب جا	دے ا گر	مو م کے	پا ک چہ	رے پِ گھل	جا ء گے
سرمئی ہڈیوں، خاکی اشجار نے، لوٹنے والوں کا خیر مقدم کیا							

<table dir="rtl">
<tr><td colspan="8">ہم نے تو یہ سنا تھا کہ ان لوگوں پہ، چاند تارے بہت پھول برسائیں گے</td></tr>
<tr><td>سر مَ ئی</td><td>ہڈ ڈ یو</td><td>خا کِ اش</td><td>جا رِ نے</td><td>لو ٹِ نے</td><td>وا لُ کا</td><td>خی رِ مق</td><td>دم ک یا</td></tr>
<tr><td>ہم نِ تو</td><td>یے سُ نا</td><td>تھا کِ ان</td><td>لو گُ پے</td><td>چا د تا</td><td>رے ب ہت</td><td>پھو ل بر</td><td>سا ءِ گے</td></tr>
<tr><td colspan="8">مختلف پیچ میں ایک سی شخصیت، یاد کا پھول بن کے بکھر جائے گی
دھوپ کے چمچماتے ہوئے ہاتھ جب، نیم کے پھول سڑکوں پہ برسائیں گے</td></tr>
<tr><td>مخ ت لف</td><td>پی چ می</td><td>ای کِ سی</td><td>شخ ص یت</td><td>یا د کا</td><td>پھو ل بن</td><td>کے بِ کھر</td><td>جا ء گی</td></tr>
<tr><td>دھو پِ کے</td><td>چم چ ما</td><td>تے ہُ وئے</td><td>ہا تھ جب</td><td>نی مِ کے</td><td>پھو ل سڑ</td><td>کو پِ بر</td><td>سا ء گے</td></tr>
</table>

غزل۶۔بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف:

فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

<table dir="rtl">
<tr><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td></tr>
<tr><td colspan="8">ناریل کے درختوں کی پاگل ہوا، کھل گئے بادباں لوٹ جا، لوٹ جا
سانولی سرزمیں پر میں اگلے برس، پھول کھلنے سے پہلے ہی آجاؤں گا</td></tr>
<tr><td>نا ر یل</td><td>کے د رخ</td><td>تو کِ پا</td><td>گل ہ وا</td><td>کھل گ ئے</td><td>با د با</td><td>لو ٹ جا</td><td>لو ٹ جا</td></tr>
<tr><td>سا و لی</td><td>سر ز می</td><td>پر مِ اگ</td><td>لے ب رس</td><td>پھو ل کھل</td><td>نے سِ پہ</td><td>لے ہِ آ</td><td>جا ءُ گا</td></tr>
<tr><td colspan="8">گرم کپڑوں کا صندوق مت کھولنا، ورنہ یادوں کی کافور جیسی مہک
خون میں آگ بن کر اتر جائے گی، صبح تک یہ مکاں خاک ہو جائے گا</td></tr>
<tr><td>گر مِ کپ</td><td>ڑو کَ صن</td><td>دو قِ مت</td><td>کھو ل نا</td><td>ور نَ یا</td><td>دو کِ کا</td><td>فو رِ جی</td><td>سی م ہک</td></tr>
<tr><td>خو ن می</td><td>آ گ بن</td><td>کر اُ تر</td><td>جا ء گی</td><td>صب حِ تک</td><td>یے م کا</td><td>خا کِ ہو</td><td>جا ء گا</td></tr>
<tr><td colspan="8">میرے بچپن کے مندر کی وہ مورتی، دھوپ کے آسماں پر کھڑی تھی جہاں
ایک دن جب مرا قد مکمل ہوا، اس کا سارا بدن برف میں دھنس گیا</td></tr>
<tr><td>می ر بچ</td><td>پن کِ من</td><td>در کِ وہ</td><td>مو ر تی</td><td>دھو پ کے</td><td>آ س ما</td><td>پر کھ ڑی</td><td>تھی ج ہا</td></tr>
<tr><td>ای کِ دن</td><td>جب م را</td><td>قد م کم</td><td>مل ہ وا</td><td>اس ک سا</td><td>را ب دن</td><td>بر ف می</td><td>دھس گ یا</td></tr>
</table>

لان میں ایک بھی بیل ایسی نہیں، جو دیہاتی پرندے کے پر باندھ لے ایک دن برف زاروں سے دریا چلے، آنسوؤں کا نمک خون میں گھل گیا							
لا ن می	ای ک بھی	بی ل ای	سی ن ہی	جو دِ ہا	تی پ رن	دے ک پر	با د لے
ای ک دن	بر ف زا	رو سِ در	یا چ لے	آ س وو	کا ن مک	خو ن می	گھل گ یا
ان گنت کالے کالے پرندوں کے پر ٹوٹ کر زرد پانی کو ڈھکنے لگے فاختہ دھوپ کے پل پہ بیٹھی رہی، رات کا ہات چپ چاپ بڑھتا گیا							
ان گ نت	کا ل کا	لے پ رن	دو ک پر	ٹو ٹ کر	زر د پا	نی کُ ڈھک	نے ل گے
فا خ تا	دھو پ کے	پل پ بی	ٹھی ر ہی	را ت کا	ہا ت چپ	چا پ بڑھ	تا گ یا

غزل ۷۔ بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف:

فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
کچّے پھل کوٹ کی جیب میں ٹھونس کر جیسے ہی میں کتابوں کی جانب بڑھا گیلری میں چھپی دوپہر نے مجھے ناریل کی طرح توڑ کر پی لیا							
کچ چ پھل	کو ٹ کی	جی ب می	ٹھو س کر	جی سِ ہی	می کِ تا	بو کِ جا	نب بَ ڑھا
گی لِ ری	می چھ پی	دو پِ ہر	نے مُ جھے	نا ر یل	کی ط رح	تو ڑ کر	پی لِ یا
پٹڑیوں پر کھڑے دو نئے ڈبوں نے جس گھڑی طے کیا ہم نہ ہوں گے جدا سبز پلکیں جھکیں، دیو آگے بڑھا، ایک ڈبّہ اکیلا کھڑا رہ گیا							
پٹ ر یو	پر کھ ڑے	دو نَ ئے	ڈب بُ نے	جس گھ ڑی	طے کِ یا	ہم نَ ہو	گے جُ دا
سب ز پل	کی جھُ کی	دی وِ آ	گے بَ ڑھا	ای کِ ڈب	با اَ کی	لا کھ ڑا	رہ گَ یا
دُھند کی بند پلکیں کترتے ہوئے سائیکل پر چلیں دُھوپ کی قینچیاں رنگ والی ہواؤں کے کرتے اُڑے صبح کا سائرن دے رہا ہے صدا							
ڈھن د کی	بن د پل	کی کَ تر	تے ہُ وے	سا ء کل	پر چَ لی	دھو پِ کی	قن چِ یا

<table>
<tr><td>رن گ وا</td><td>لی ہ وا</td><td>وؤ کِ کر</td><td>تے اُ ڑے</td><td>صب حِ کا</td><td>سا ءِ رن</td><td>دے رَ ہا</td><td>ہ ص دا</td></tr>
<tr><td colspan="8">ایک مانوس بے نام کہرے میں سب اپنے اندر ہی اندر سلگنے لگے
اُن کے سینوں پہ جب سرمئی شام نے درد کا پاک لوبان سُلگا دیا</td></tr>
<tr><td>ای کِ ما</td><td>نو سِ بے</td><td>نا مِ کہ</td><td>رے مِ سب</td><td>اپ نِ ان</td><td>در ہِ ان</td><td>در سُ لگ</td><td>نے لَ گا</td></tr>
<tr><td>اُن کِ سی</td><td>نو پ جب</td><td>سر م ئی</td><td>شا م نے</td><td>در د کا</td><td>پا ک لو</td><td>با ن سل</td><td>گا لِ یا</td></tr>
<tr><td colspan="8">ریشمی بالوں والے کسی پھول کی گرم ٹوپی پھنسی جھاڑیوں میں ملی
سرخ خرگوش کے وہ تعاقب میں گم وادیوں میں اترتا چلا ہی گیا</td></tr>
<tr><td>ری شِ می</td><td>با لُ وا</td><td>لے کِ سی</td><td>پھو لِ کی</td><td>گر مِ ٹو</td><td>پی پھَ سی</td><td>جھا ڑ یو</td><td>می مِ لی</td></tr>
<tr><td>سُر خ کر</td><td>گو شِ کے</td><td>وہ تَ عا</td><td>قب مِ گم</td><td>وا د یو</td><td>می اُ تر</td><td>تا چ لا</td><td>ہی گَ یا</td></tr>
</table>

غزل۸۔ بحر متقارب چوبیس رُکنی:

فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن

<table>
<tr><td>ف عولن</td><td>ف عولن</td><td>ف عولن</td><td>ف عولن</td><td>ف عولن</td><td>ف عولن</td><td>ف عولن</td><td>ف عولن</td><td>ف عولن</td><td>ف عولن</td><td>ف عولن</td><td>ف عولن</td></tr>
<tr><td colspan="12">پھٹے کاغذوں، چیتھڑوں، زرد پتّوں، کتابوں کے اوراق لے کر ہوا سر پٹکتی چلی جارہی ہے
یہ دونوں کا باہم عجب سلسلہ ہے، زمیں کے بدن پر جہاں گھاؤ دیکھا ہوا اس کو بھرتی چلی جارہی ہے</td></tr>
<tr><td>پھ ٹے کا</td><td>غ ذو چی</td><td>تھ ڑو زر</td><td>د پت تو</td><td>ک تا بو</td><td>ک او را</td><td>ق لے کر</td><td>ہ وا سر</td><td>پ ٹک تی</td><td>چ لی جا</td><td>ر ہی ہے</td><td>[1]</td></tr>
<tr><td>ی دو نو</td><td>ک با ہم</td><td>ع جب سل</td><td>س لا ہے</td><td>ز می کے</td><td>ب دن پر</td><td>ج ہا گھا</td><td>وِ دی کھا</td><td>ہ وا اس</td><td>ک بھرتی</td><td>چ لی جا</td><td>ر ہی ہے</td></tr>
<tr><td colspan="12">مرے پاؤں اسٹیل، سینہ سڑک، ہاتھ لکڑی کے جنگلے، گزرتے ہیں جن پر ٹرک ریل،موٹر بسیں، بیل گاڑی
مگر اب یہ محسوس ہوتا ہے مجھ کو کہ کچھ دن سے پانی مجھے کاٹتا ہے زمیں اپنے اندر ہی دھنستی چلی جارہی ہے</td></tr>
</table>

[1] مطلع کے عروض میں ایک رکن زائد ہے اور دوسرے شعر کے عروض میں ایک رکن کم ہے۔ اتنی طویل بحر میں موزوں مصرعے کہنا بدرؔ کی انفرادیت ہے، یہ دونوں اشعار ایک رکن کی کمی یا زیادتی سے بھی بالکل موزوں نظر آتے ہیں۔ اتنی طویل بحر میں ایک رکن کی کمی زیادتی سے موزونیت میں کوئی واضح فرق نہیں پڑا ہے۔

<table dir="rtl">
<tr><td>م رے پا</td><td>ڈ اس ٹی</td><td>لِ سی نا</td><td>س ڑک ہا</td><td>تھ لک ڑی</td><td>کِ جگ لے</td><td>گُ زرتے</td><td>ہِ جن پر</td><td>ٹ رک ری</td><td>ل مو ٹر</td><td>ب سی بی</td><td>ل گا ڑی</td></tr>
<tr><td>م گر اب</td><td>یِ مح سو</td><td>سِ ہو تا</td><td>ہِ مجھ کو</td><td>کِ کچھ دن</td><td>سِ پا نی</td><td>م جھے کا</td><td>ٹ تا ہے</td><td>ز می اپ</td><td>نِ ان در</td><td>ہِ دھس تی</td><td>چ لی جا*</td></tr>
<tr><td colspan="12">میں آنچل کا سایہ کھلے آنگنوں، اونچی دیوار و در چھت شجر اور پہاڑوں سے ہوتا خلا کا مکیں ہو رہا ہوں
طلب تھی کہ اس پھیلتے اور سمٹتے بدن کو میں بانہوں میں بھر لوں مگر دھوپ کیسی سرکتی چلی جارہی ہے</td></tr>
<tr><td>م آ چل</td><td>کَ سا یا</td><td>کھ لے آ</td><td>گ نو او</td><td>چ دی وا</td><td>رُ در چھت</td><td>ش جر ار</td><td>پ ہا ڑو</td><td>س ہو تا</td><td>خ لا کا</td><td>م کی ہو</td><td>ر ہا ہو</td></tr>
<tr><td>طَلب تھی</td><td>کِ اس پھی</td><td>لِ تے ار</td><td>سِ مٹ تے</td><td>ب دن کو</td><td>م با ہو</td><td>م بھر لو</td><td>م گر دھو</td><td>پ کی سی</td><td>س رک تی</td><td>چ لی جا</td><td>ر ہی ہے</td></tr>
</table>

غزل۹۔ بحر رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

<table dir="rtl">
<tr><td>فا ع لا تن</td><td>فا ع لا تن</td><td>فا ع لا تن</td><td>فا ع لن</td><td></td><td>فا ع لا تن</td><td>فا ع لا تن</td><td>فا ع لا تن</td><td>فا ع لن</td></tr>
<tr><td colspan="4">صبح کا جھرنا ہمیشہ ہنسنے والی عورتیں</td><td></td><td colspan="4">جھٹپٹے کی ندیاں خاموش گہری عورتیں</td></tr>
<tr><td>صب ح کا جھر</td><td>نا ہَ می شا</td><td>ہس نِ وا لی</td><td>عو ر تی</td><td></td><td>جھٹ پ ٹے کی</td><td>ند دِ یا خا</td><td>موش گہ ری</td><td>عو ر تی</td></tr>
<tr><td colspan="4">سڑکوں، بازاروں، مکانوں، دفتروں میں رات دن</td><td></td><td colspan="4">لال، پیلی، سبز، نیلی جلتی بجھتی عورتیں</td></tr>
<tr><td>سڑ کُ با زا</td><td>رو مَ کا نو</td><td>دف تَ رو می</td><td>را تِ بھر</td><td></td><td>لا لِ پی لی</td><td>سب ز نی لی</td><td>جل تِ بجھ تی</td><td>عو ر تی</td></tr>
<tr><td colspan="4">شہر میں اک باغ ہے اور باغ میں تالاب ہے</td><td></td><td colspan="4">تیرتی ہیں اس میں ساتوں رنگ والی عورتیں</td></tr>
<tr><td>شہ رمی اک</td><td>با غِ ہے ار</td><td>با غ می تا</td><td>لا بِ ہے</td><td></td><td>تی رِ تی ہی</td><td>اس م سا تو</td><td>رن گِ وا لی</td><td>عو ر تی</td></tr>
<tr><td colspan="4">سینکڑوں ایسی دکانیں ہیں جہاں مل جائیں گی</td><td></td><td colspan="4">دھات کی پتھر کی، شیشے کی، ربر کی عورتیں</td></tr>
<tr><td>سی ک ڑوای</td><td>سی د کا نی</td><td>ہی ج ہا مل</td><td>جا ء گی</td><td></td><td>دھات کی پتھ</td><td>تھر کِ شی شے</td><td>کی ر بر کی</td><td>عو ر تی</td></tr>
<tr><td colspan="4">فاختائیں، تتلیاں، مچھلی، گلہری، بلیاں</td><td></td><td colspan="4">زندگی میں آئیں اپنی کیسی کیسی عورتیں</td></tr>
<tr><td>فا خ تا ئی</td><td>تت ل یا مچھ</td><td>لی گ لہ ری</td><td>بل ل یا</td><td></td><td>زن د گی می</td><td>آ ءِ اپ نی</td><td>کی سِ کی سی</td><td>عو ر تی</td></tr>
</table>

غزل۱۰۔ بحر رمل مسدس محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

<table dir="rtl">
<tr><td>فا ع لا تن</td><td>فا ع لا تن</td><td>فا ع لن</td><td></td><td>فا ع لا تن</td><td>فا ع لا تن</td><td>فا ع لن</td></tr>
<tr><td colspan="3">چل مسافر بتّیاں جلنے لگیں</td><td></td><td colspan="3">آسمانی گھنٹیاں بجنے لگیں</td></tr>
<tr><td>چل م سا فر</td><td>بت تِ یا جل</td><td>نے لَ گی</td><td></td><td>آ سِ ما نی</td><td>گھٹ ٹِ یا بج</td><td>نے لَ گی</td></tr>
<tr><td colspan="3">سرخ، دھانی، سبز، نیلی، دُودھیا</td><td></td><td colspan="3">شام آئی پتّیاں جلنے لگیں</td></tr>
<tr><td>سر خِ دھا نی</td><td>سب زِ نی لی</td><td>دُو د یا</td><td></td><td>شا م آ ئی</td><td>پت تِ یا جل</td><td>نے لَ گی</td></tr>
</table>

دن کے سارے کپڑے ڈھیلے ہوگئے				رات کی سب چولیاں کسنے لگیں		
دن کِ سارے	کپ ڑ ڈھی لے	ہو گَ ئے		را تِ کی سب	چو لِ یا کس	نے لَ گی
رات اک تالاب کے آئینے میں				جھلملاتی کشتیاں چلنے لگیں		
را ت اک تا	لا ب کے آ	ئی نِ می		جھل مِ لا تی	کش تِ یا چل	نے لَ گی
بند کر لو در دریچے کھڑکیاں				پھر ہوا میں سیٹیاں بجنے لگیں		
بن دِ کر لو	در د ری چے	کھڑ ک یا		پھر ہ وا می	سی ٹِ یا بج	نے لَ گی
دوڑتے ہیں پھول بستوں کو دبائے				پاؤں پاؤں تتلیاں چلنے لگیں		
دو ڑ تے ہی	پھو ل بس تو	کو د با ئے		پا ؤ پا وٗ	تت ل یا چل	نے لَ گی

غزل ۱۱۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فعْ لن
لہو پکارتا ہے روشنی کے پیکر دے					زمینیں چیخ رہی ہیں ہمیں پیمبر دے			
لَ ہو پُ کا	رِ تَ ہی رو	شِ نی کِ پی	کر دے		ز می نِ چی	خ ر ہی ہی	ہَ می پَ یم	بر دے
ذرا سا سر ہے مگر اس میں ایک صحرا ہے					اسی طرح مری آواز کو سمندر دے			
ذ را سَ سر	ہَ مَ گر اس	مِ ایکِ صح	را ہے		اسی ط رح	م ری آ وا	ز کو سَ من	در دے
یہ اب کہ خود پہ گرا کر شہید ہو جائیں					خلا میں سہمی ابابیلوں کو وہ پتھر دے			
یِ اب کِ خد	پ گِ را کر	ش ہی دِ ہو	جا ئی		خ لا مِ سہ	مِ اَ با بی	لُ کو وُ پتھ	تھر دے
اندھیرے کمرے میں سب لوگ اب برہنہ ہیں					کسی کا ہاتھ بڑھے اور روشنی کر دے			
ا دھی رِ کم	رِ مِ سب لو	گِ اب ب رہ	نا ہی		کِ سی کَ ہا	تھ بَ ڑھے او	رِ رو ش نی	کر دے
کھلے سے لان میں سب لوگ بیٹھے چائے پئیں					دُعا کرو کہ خدا ہم کو آدمی کردے			
کھُ لے سِ لا	نِ مِ سب لو	گ بی ٹھ چا	یِ پ ئی		دُ عا کَ رو	کِ خُ دا ہم	کُ آ دِ می	کر دے

غزل ۱۲۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	مَ فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	مَ فا عی لُ	فا عِ لن
اپنی اداس دھوپ تو گھر گھر چلی گئی					یہ روشنی لکیر کے باہر چلی گئی			
اپ نی اُ	داسِ دھوپ	تو گھر گھر چ	لی گ ئی		یے رو شِ	نی ل کی رِ	کِ ان در چَ	لی گ ئی
نیلا سفید کوٹ زمیں پہ بچھا دیا					پھر مجھ کو آسمان پہ لے کر چلی گئی			

نی لا س	فی د کو ٹ	زمی پے ب	چھا د یا		پھر مجھ کُ	آ س ما ن	پ لے کر چ	لی گ ئی
میں نیچے زرد گھاس کے بستر پہ سوگیا					وہ اپنی سرخ کار کی چھت پر چلی گئی			
م نی چ	زر د گھا س	کِ بس تر پ	سو گ یا		وہ اپ نِ	سر خ کا ر	ک چھت پ چ	لی گ ئی
کب تک جھلستی ریت پر چلتی تمھارے ساتھ					دریا کی موج دریا کے اندر چلی گئی			
کب تک جھ	لس تِ ریتِ	پ چل تی ت	ما ر سا تھ		در یا ک	مو ج در یَ	کِ ان در چ	لی گ ئی
لہروں نے گھیر رکھا تھا سارے مکان کو					مچھلی کدھر سے کمرے کے اندر چلی گئی			
لہ رو نِ	گھی ر رکھ کھ	تھ سارے م	کا ن کو		مچھ لی کِ	دھر س کم رِ	ک ان در چ	لی گ ئی

غزل۱۳۔ بحرِ رمل مثمن مشکول مسکّن: مفعول فاعِلاتن مفعول فاعِلاتن

مف عو لُ	فا عِ لا تُن	مف عو لُ	فا عِ لا تن		مف عو لُ	فا عِ لا تُن	مف عو لُ	فا عِ لا تن
اپنی جگہ جمے ہیں کہنے کو کہہ رہے تھے					سب لوگ ورنہ بہتے دریا میں بہہ رہے تھے			
اپ نی جَ	گے ج مے ہی	کہ نے کُ	کہہ رہے تھے		سب لو گ	ور نَ بہ تے	در یا مِ	بہہ رہے تھے
ایسا لگا کہ ہم تم کہرے میں چل رہے ہوں					دو پھول اونچی نیچی لہروں پہ بہہ رہے تھے			
ای سا ل	گا ک ہم تم	کہ رے می	چل رہے تھے		دو پھو ل	او چ نی چی	لہ رو پ	بہہ رہے تھے
دل اُجلے پاک پھولوں سے بھر دیا تھا کس نے					اُس دن ہماری آنکھوں سے اشک بہہ رہے تھے			
دل اج ل	پاک پھو لو	سے بھر د	یا تھ کس نے		اس دن ہ	ما ر آ کھو	سے اش ک	بہہ رہے تھے
اکثر شراب پی کر پڑھتی تھی وہ دعائیں					ہم ایک ایسی لڑکی کے ساتھ رہ رہے تھے			
اک ثر ش	راب پی کر	پڑھ تی تھ	وہ د عا ئی		ہم ای ک	ای س لڑ کی	سے پا ر	کر رہے تھے
اخبار میں تو ایسی کوئی خبر نہیں تھی					جھلسے مکان جھوٹے افسانے کہہ رہے تھے			
اخ با ر	می ت ای سی	کو ئی خ	بر ن ہی تھی		جھل سے م	کا ن جھو ٹے	اف سا ن	کہہ رہے تھے

غزل۱۴۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

م فا عِ لن	فَ عِ لا تُن	م فا عَ لن	فعْ لن		م فا عِ لن	فَ عِ لا تُن	م فا عَ لن	فعْ لن
ہوا میں ڈھونڈ رہی ہے کوئی صدا مجھ کو					پکارتا ہے پہاڑوں کا سلسلہ مجھ کو			
ہ وا م ڈھو	ڈ ر ہی ہے	کُ ہی ص دا	مجھ کو		پ کا ر تا	ہ پ ہا ڑو	ک سل س لا	مجھ کو
میں آسمان و زمیں کی حدیں ملا دیتا					کوئی ستارہ اگر جھک کے چومتا مجھ کو			
م آ س ما	نُ ز می کی	ح دی م لا	دی تا		کُ ئی س تا	ر ا گر جھک	ک چو م تا	مجھ کو

چپک گئے مرے تلوؤں سے پھول شیشے کے					زمانہ کھینچ رہا تھا برہنہ پا مجھ کو			
چ پک گ ئے	م ر تل وؤ	س پھول شی	شے کے		ز ما نَ کھی	چ ر ہا تھا	ب رہ ن پا	مجھ کو
وہ شہسوار بڑا رحم دل تھا میرے لیے					بڑھا کے نیزہ زمیں سے اٹھا لیا مجھ کو			
وُ شہ س وا	ر ب ڑا رح	م دل تھ می	ر ل ئے		ب ڑھا ک نی	ز ز می سے	ا ٹھا ل یا	مجھ کو
مکان، کھیت سبھی آگ کی لپیٹ میں تھے					سنہری گھاس میں اس نے چھپا لیا مجھ کو			
م کا ن کھی	ت س بھی آ	گ کی ل پی	ٹ م تھے		پ کا ر تا	ہ پ ہا ڑو	ک سل س لا	مجھ کو

غزل ۱۵۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

م فا عِ لن	فَ عِ لا تُن	م فا عَ لن	فعْ لن		م فا عِ لن	فَ عِ لا تُن	م فا عَ لن	فعْ لن
دہکتے نیزوں سے یہ رات حملہ کر دے گی					سجا کے چاند کی کشتی میں میرا سر دے گی			
د ہک ت نی	زُ سِ یے را	ت حم ل کر	دے گی		س جا ک چا	د کِ کش تی	م می ر سر	دے گی
یہ نرم بلی جو سوئی ہے میرے سینے پر					میں سو گیا تو کلیجہ ہی چاک کر دے گی			
ی نر م بل	ل جُ سو ئی	ہ می ر سی	نے پر		م سو گ یا	ت ک لی جا	ہِ چا ک کر	دے گی
اسی خیال سے پتھر ہے بیچ پانی میں					کوئی تو موج، گھر کی اُسے خبر دے گی			
ا سی خ یا	ل س پتھ تھر	ہ بی چ پا	نیم ی		کُ ئی ت مو	ج گ ہر کی	ا سے خ بر	دے گی
بدن کے پیڑ کو خود اس کی شاخ کاٹے گی					یہی تراش زمیں کو نیا شجر دے گی			
ب دن ک پی	ڑ کُ خد اس	کِ شا خ کا	ٹے گی		ی ہی ت را	ش ز می کو	ن یا ش جر	دے گی
طواف دائرے کا پہلی بار ٹوٹا ہے					یہ رہ گزر ہمیں اک اور رہ گزر دے گی			
ط وا ف دا	ءِ ر کا پہ	لِ با ر ٹو	ٹا ہے		یِ رہ گ زر	ہ مِ اک او	ر رہ گ زر	دے گی

غزل ۱۶۔ (ہندی) بحرِ متقارب اثرم مقبوض محذوف مضاعف[1]:

فعل فعول فعول فعول فعول فعول فعول فعولن

فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن
ماٹی کی کچی گاگر کو، کیا کھونا کیا پانا بابا							
ما ٹی	کی کچ	چی گا	گر کو	کا کھو	نا کا	پا نا	با با

[1] مذکورہ غزل کی تقطیع ہندی کے معروف وزن سمان سویا چھند میں بھی ہوتی ہے، اس باب کے آخر میں ہندی اوزان کی تقطیع میں غزل نمبر ا میں ملاحظہ فرمائیں۔

<table dir="rtl">
<tr><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td></tr>
<tr><td colspan="8">ماٹی کو ماٹی رہنا ہے، ماٹی میں مل جانا بابا</td></tr>
<tr><td>ما ٹی</td><td>کو ما</td><td>ٹی رہ</td><td>نا ہے</td><td>ما ٹی</td><td>می مل</td><td>جا نا</td><td>با با</td></tr>
<tr><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ ل</td><td>ف عو لن</td></tr>
<tr><td colspan="8">جس لکڑی کو اندر اندر دیمک بالکل چاٹ چکی ہو</td></tr>
<tr><td>جس لک</td><td>ڑی کو</td><td>ان در</td><td>ان در</td><td>دی مک</td><td>بل کل</td><td>چا ٹ</td><td>چ کِ ہو</td></tr>
<tr><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ ل</td><td>ف عو ل</td><td>ف عو لن</td><td>فعْ لن</td></tr>
<tr><td colspan="8">اس کو اوپر سے چمکانا راکھ پہ دھوپ چمکانا بابا</td></tr>
<tr><td>اس کو</td><td>او پر</td><td>سے چم</td><td>کا نا</td><td>را کھ</td><td>پ دھوپ</td><td>ج ما نا</td><td>با با</td></tr>
<tr><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td></tr>
<tr><td colspan="8">چھت کے اوپر بادل برسیں، چھت کے نیچے اپنی آنکھیں</td></tr>
<tr><td>چھت کے</td><td>او پر</td><td>با دل</td><td>بر سی</td><td>چھت کے</td><td>نی چے</td><td>اپ نی</td><td>آ کھی</td></tr>
<tr><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td></tr>
<tr><td colspan="8">تن کی اس گیلی مٹی کو گھل گھل کر بہہ جانا بابا</td></tr>
<tr><td>تن کی</td><td>اس گی</td><td>لی مٹ</td><td>ٹی کو</td><td>گھل گھل</td><td>کر بہ</td><td>جا نا</td><td>با با</td></tr>
</table>

غزل ۱۷۔ بحر ہزج اشتر دوازدہ رکنی (بارہ رکنی): فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن

<table dir="rtl">
<tr><td>فا عِ لن</td><td>م فا عی لن</td><td>فا عِ لن</td><td>م فا عی لن</td><td>فا عِ لن</td><td>م فا عی لن</td></tr>
<tr><td colspan="6">چاند ہاتھ میں بھر کر، جگنوؤں کے سر کاٹو اور آگ پر رکھ دو
موم بتی کی رانیں، جب بلیڈ سے کھل جائیں، چاقوؤں کے سر رکھ دو</td></tr>
<tr><td>چا دِ ہا</td><td>تھِ می بھر کر</td><td>جگ ن وو</td><td>کِ سر کا ٹو</td><td>او رِ آ</td><td>گِ پر رکھ دو</td></tr>
<tr><td>مو م بت</td><td>تِ کی را نی</td><td>جب بَ لڈ</td><td>سِ کھل جائی</td><td>چا ق وو</td><td>کِ سر رکھ دو</td></tr>
<tr><td colspan="6">میں بھی اک شجر ہی ہوں، جس پہ آج تک شاید، پھول پھل نہیں آئے
تم مری ہتھیلی پر، ایک رات چپکے سے، برف کے ثمر رکھ دو</td></tr>
<tr><td>می بھِ اک</td><td>ش جر ہی ہو</td><td>جس پ آ</td><td>ج تک شا ید</td><td>پھو ل پھل</td><td>ن ہی آ ئے</td></tr>
</table>

تم م ری	ہ تھی لی پر	ای ک را	ت چپ کے سے	بر ف کے	ث مر رکھ دو
دھوپ کا ہر بجرا آگ کے سمندر میں چل پڑا ہمیں لینے نرم و گرم ہونٹوں سے بند ہوتی پلکوں پر تتلیوں کے پر رکھ دو					
دھو پ کا	ہ رک بج را	آ گ کے	س من در می	چل پ ڑا	ہ می لی نے
نر م گر	م ہو ٹو سے	بن د ہو	ت پل کو پر	تت ل یو	ک پر رکھ دو

غزل۱۸۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

م فا عِ لن	فَ عِ لا تُن	م فا عَ لن	فعْ لن		م فا عِ لن	فَ عِ لا تُن	م فا عَ لن	فعْ	لن
زمیں سے آنچ زمیں توڑ کر نکلتی ہے					عجیب تشنگی ان بادلوں سے برسی ہے				
ز می س آ	چ ز می تو	ڑ کر ن کل	تی ہے		ع جی ب تش	ن گِ ان با	د لو س بر	سی	ہے
مری نگاہ مخاطب سے بات کرتے ہوئے					تمام جسم کے کپڑے اتار دیتی ہے				
م ری ن گا	ہ م خا طب	س با ت کر	ت ہ ئے		ت مام جس	م ک کپ ڑے	ا تا ر لی	تی	ہے
ہمارے عہد میں نایاب ہے بچائے رہو					تمھاری آنکھ میں اک چیز جو چمکتی ہے				
ہ ما ر عہ	د م نا یا	ب ہے ب چا	ءِ ر ہو		ت ما ر آ	کھ م اک چی	ز جو چ مک	تی	ہے
پگھل رہی ہیں چٹانیں نحیف ہاتھوں میں					بدن میں پیار کے کیسی عجیب گرمی ہے				
پ گھل رہی	ہ چ ٹا ن ی	ن حی ف ہا	تھو می		ب دن م پا	ر ک کی سی	ع جی ب گر	می	ہے
ہوا کے آنکھ نہیں ہاتھ اور پاؤں نہیں					اسی لیے وہ سبھی راستوں پہ چلتی ہے				
ہ وا ک آ	کھ ن ہی ہا	تھ او ر پا	ءُ ن ہی		اسی ل یے	وُ س بھی را	س توپ چل	تی	ہے

غزل۱۹۔ بحرِ متقارب مدسس مضاعف: فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل

بحرِ ہندی/راس چھند، کل ۲۲ ماترائیں، ۱۶ویں ماترا پر وشرام۔[1]

سب آنے والے بہلا کے، چلے گئے						
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	ف عل	ف عل	کل ۲۲ ماترا

---

[1]۔ یہ غزل ہندی وزن میں ہے لہذا یہاں اس غزل کی تقطیع عروض و پنگل دونوں پیمانوں میں کی گئی ہے۔

۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲،	۱ ۲	۱ ۲	
سب آ	نے وا	لے بہ	لا کے،	چ لے	گ ئے	
آنکھوں پر شیشے چمکا کر، چلے گئے						
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲،	ف عل ۱ ۲	ف عل ۱ ۲	کل ۲۲ ماترا
آ کھو	پر شی	شے چم	کا کر،	چ لے	گ ئے	
اگر کبھی لوٹیں گے راکھ بٹوریں گے						
فع ل ۲ ۱	ف عو لن ۱ ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	ف عو لن ۱ ۲ ۲	فع ۲	کل ۲۲ ماترا
اگ ر	ک بھی لو	ٹی گے	را کھ	ب ٹو ری	گے	
جنگل میں جو آگ لگا کر چلے گئے						
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع ل ۲ ۱	ف عو لن ۱ ۲ ۲	ف عل ۱ ۲	گ ئے ۱ ۲	کل ۲۲ ماترا
جن گل	می جو	آ گ	ل گا کر	چ لے	گ ئے	
جب دو نالی نے رکھ پھیرا سب غازی						
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع ۲	کل ۲۲ ماترا
جب دو	نا لی	نے رکھ	پھی را	سب غا	زی	
اپنے اپنے ہاتھ اٹھا کر چلے گئے						
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع ل ۲ ۱	ف عو لن ۱ ۲ ۲	ف عل ۱ ۲	ف عل ۱ ۲	کل ۲۲ ماترا
اپ نے	اپ نے	ہا تھ	اُ ٹھا کر	چ لے	گ ئے	

غزل۲۰۔بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع:فاعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
دھوپ آتی ہے مجھ کو پھیلانے				شامیانہ مرا ہوا تانے		

دھوپ آتی	ہ مجھ ک پھی	لا نے		شا م یا نا	م را ہ وا	تا نے
پتّے، موتی ہتھیلیوں پہ لیے				صبح کو دے رہے ہیں نذرانے		
پت ت مو تی	ہ تھی ل یو	پ ل یے		صب ح کو دے	ر ہے ہ نذ	را نے
مچھلیاں ٹوٹتی ہیں کاروں پر				گھوڑے اسکوٹروں کے دیوانے		
مچھ ل یا ٹو	ٹ تی ہ کا	رو پر		گھو ڑ اس کو	ٹ روک دی	وا نے
بلیاں کرسیوں پہ آ بیٹھیں				زنگ آلود چمچے کھنکانے		
بل ل یا کر	س یو پ آ	بی ٹھی		زنگ آ لو	د چم چ چھی	لا نے
آخری وقت جب گزرنے لگوں				کچھ بھی میری نظر نہ پہچانے		
آ خ ری وق	ت جب گ زر	م ل گے		کچھ بھ میر ی	ن ظر ن ہی	چا نے
ایک چڑیا ہے اس کو لے آنا				میرے کانوں میں گیت ٹپکانے		
ای ک چڑ یا	ہ اس ک لے	آ نا		می ر کا نو	م گی ت ٹپ	کا نے

غزل ۲۲۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعِلن

فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
رات کی بدلیاں بکھرنے لگیں				برف کی چوٹیاں چمکنے لگیں		
را ت کی بد	ل یا ب کھر	ن ل گی		بر ف کی چو	ٹ یا چ مک	ن ل گی
ریت میں آگ دفن ہے شاید				منجمد مچھلیاں پگھلنے لگیں		
ری ت می آ	گ دف ن ہے	شا ید		من ج مد مچھ	ل یا پ گھل	ن ل گی
پھر یہ گلزار ہو نہ جائے کہیں				آگ میں تتلیاں چمکنے لگیں		
پھر ی گل زا	ر ہو ن جا	ءِ ک ہی		آگ می تت	ل یا چ مک	ن ل گی
بحری قزاق ہو گئے بوڑھے				بے خطر کشتیاں گزرنے لگیں		
بح ر قز زا	ق ہو گ ئے	بو ڑھے		بے خ طر کش	ت یا گ زر	ن ل گی
پیٹھ پر بستروں کو لادے ہوئے				پیڑ سے چیٹیاں اترنے لگیں		
پی ٹھ پر بس	ت رو ک لا	د ہُ وئے		پی ڑ سے چی	ٹ یا ا تر	ن ل گی
اب سمندر ہماری طرح ہوا				ریت پر سیپیاں سلگنے لگیں		
اب س من در	ہ ما ر طر	ہ ہ وا		ری ت پر سی	پ یا س لگ	ن ل گی

غزل ۲۳۔ بحر متقارب مسدس مضاعف: فعِل فعُول فعُول فعُول فعُول فعَل [1]

بحرِ ہندی / راس چھند، کل ۲۲ ماترائیں، ۱۶ویں ماترا پر وشرام۔

سناٹا	کیا	چپکے		کہتا	ہے	
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲،	فع لن ۲ ۲	فع ۲	کل ۲۲ ماترا
سن نا	ٹا کا	چپ کے	چپ کے،	کہ تا	ہے	
ساری	دنیا	کس	کا رین	بسیرا	ہے	
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع ل ۲ ۱،	ف عو لن ۱ ۲ ۲	فع ۲	کل ۲۲ ماترا
سا ری	دن یا	کس کا	ری ن	ب سی را	ہے	
انڈا	مچھلی	چھو کر	جن کو	پاپ	لگے	
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲،	فع لُ ۲ ۱	ف عل ۱ ۲	کل ۲۲ ماترا
ان ڈا	مچھ لی	چھو کر	جن کو،	پا پ	ل گے	
ان کا	پورا	ہاتھ	لہو	میں ڈوبا	ہے	
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع ل ۲ ۱	ف عو لن ۱ ۲ ۲،	فع لن ۲ ۲	فع ۲	کل ۲۲ ماترا
ان کَ	پو را	ہا تھ	ل ہو می	ڈو با	ہے	
آہستہ	آہستہ	دل	پر	دستک	دو	
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲،	فع لن ۲ ۲	فع ۲	کل ۲۲ ماترا
آ ہس	تا آ	ہس تا	دل پر	دس تک	دو	
دھیرے	دھیرے	یہ	دروازہ	کھلتا	ہے	

[1] یہ غزل ہندی وزن میں ہے لہذا یہاں اس کی تقطیع عروض و پنگل دونوں پیمانوں میں کی گئی ہے۔

فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع	کل ۲۲ ماترا
۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲	
دھی رے	دھی رے	یے در	وا زا،	کھل تا	ہے	

غزل۲۴۔متدارک مثمن سالم:فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
ایسی گڈ مڈ ہوئیں سردیاں گرمیاں					آگ کی سسکیوں میں کھلی قلفیاں			
ای س گڈ	مڈ ہ ئی	سر د یا	گر م یا		آ گ کی	سس ک یو	می کھ لی	قل ف یا
دھوپ میں سرخ تارے چمکنے لگے					پکے امرود پر پڑ گئیں چتیاں			
دھو پ می	سر خ تا	رے چ مک	نے ل گے		پک ک ام	رو د پر	پڑ گ ئی	چپ ت یا
صبح کی پسلیوں سے نکلنے لگیں					کرنیں باندھے ہوئے رنگ کی لنگیاں			
صب ح کی	پس ل یو	سے ن کل	نے ل گی		کر ن با	دھے ہ ئے	رن گ کی	لن گ یا
آگ کی تتلیوں کو اگر چھو لیا					راکھ ہو جائے گا لکڑیوں کا مکاں			
آ گ کی	تت ل یو	کو ا گر	چھو ل یا		را کھ ہو	جا ء گا	لک ڑ یو	کا م کا

غزل۲۵۔بحرِ خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع:فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
رات کے ساتھ رات لیٹی تھی				صبح اِک پالنے میں روتی تھی		
رات کے سا	تھ رات لی	ٹی تھی		صب ح اک پا	ل نے م رو	تی تھی
کتنے شاداب کتنے دلکش تھے				جب ندی روز ہم سے ملتی تھی		
کت ن شا دا	ب کت ن دل	کش تھے		جب ن دی رو	ز ہم س مل	تی تھی
رنگ سارے اٹیچیوں میں گئے				دھوپ میں الگنی اکیلی تھی		
رن گ سارے	ا ٹی چ یو	م گ ئے		دھوپ م یال	گ نی ا کی	لی تھی
توڑ کر بے شمار کر ڈالا				یہ اکائی بہت اکیلی تھی		
تو ڑ کر بے	ش ما ر کر	ڈا لا		یے ا کا ئی	ب ہت ا کی	لی تھی

غزل۲۶۔ متقارب مسدس مضاعف: فِعْل فعُول فَعُول فعُول فَعُول فَعَل[1]

بحرِ ہندی/ راس چھند، کل ۲۲ ماترائیں، ۱۶ویں ماترا پر وشرام۔

سرمہ	مسی	کنگھی	چوٹی،	بھولی	ہے	
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع	کل ۲۲ ماترا
۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲،	۲ ۲	۲	
سر ما	مس سی	کن گھی	چو ٹی،	بھو لی	ہے	
سوکھے	پتوں	پر جو	مینا	بیٹھی	ہے	
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع	کل ۲۲ ماترا
۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲،	۲ ۲	۲	
سو کھے	پت تو	پر جو	می نا،	بی ٹھی	ہے	
کہرے	کے	لرزیدہ	ہاتھوں	میں	اکثر	
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع	کل ۲۲ ماترا
۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲،	۲ ۲	۲	
کہ رے	کے لر	زی دا	ہا تھو،	می اک	ثر	
تلسی	اور	ادرک کی	چائے	چھلکتی	ہے	
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	ف عو لن	فع	کل ۲۳ ماترا
۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲،	۱ ۲ ۲	۲	
تل سی	او رد	رک کی	چا ئے،	چھ لک تی	ہے	
ساون	نے	دھرتی پر	پھیلا	دیں	آنکھیں	
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع	کل ۲۲ ماترا
۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲،	۲ ۲	۲	
سا ون	نے دھر	تی پر	پھی لا،	دی آ	کھی	
لیکن	میرا	چہرہ	اب	بھی خالی	ہے	

[1]۔ یہ غزل ہندی وزن میں ہے لہذا یہاں اس کی تقطیع عروض و پنگل دونوں پیمانوں میں کی گئی ہے۔

فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع	کل ۲۲ ماترا
۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲	
لی کن	میر ا	چہ را	اب بھی،	خا لی	ہے	

غزل۲۷۔خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
یاد اب خود کو آرہے ہیں ہم				کچھ دنوں تک خدا رہے ہیں ہم		
یا د اب خد	ک آ ر ہے	ہی ہم		کچھ د نو تک	خ دا ر ہے	ہی ہم
آج تو اپنی خامشی میں بھی				تیری آواز پارہے ہیں ہم		
آ ج تو اپ	نِ خا م شی	می بھی		تی رِ آ وا	ز پا ر ہے	ہی ہم
جو کبھی لوٹ کر نہیں آتے				وہ زمانے بلا رہے ہیں ہم		
جو ک بھی لو	ٹ کر ن ہی	آ تے		وہ ز ما نے	بُ لا ر ہے	ہی ہم
زندگی اب تو سادگی سے مل				بعد صدیوں کے آ رہے ہیں ہم		
زن د گی اب	ثُ سا د گی	سے مل		بع د صد یو	کِ آ ر ہے	ہی ہم
غزلیں اب تک شراب پیتی تھیں				نیم کا رس پلا رہے ہیں ہم		
غزل اب تک	ش را ب پی	تی تھی		نی م کا رس	پ لا ر ہے	ہی ہم

غزل۲۸۔بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عیلُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عیلُ	فا عِ لن
ہم سے مسافروں کا سفر انتظار ہے					سب کھڑکیوں کے سامنے لمبی قطار ہے			
ہم سے مُ	سافِ روکَ	س فران تِ	ظا ر ہے		سب کھڑکِ	یوِ ک سا مِ	ن لم بی قَ	طا ر ہے
بانسو کے جنگلوں میں وہی تیز بو ملی					جن کا ہماری بستیوں میں کاروبار ہے			
با سو ک	جن گ لو م	و ہی تی زِ	بو م لی		جن کا ہَ	ما رِ بس تِ	یُ می کا رُ	با ر ہے
آواز پھڑ پھڑا کے وہیں دفن ہوگئی					سینے میں غالباً کوئی بجلی کا تار ہے			
آ وا ز	پھڑ پھ ڑا ک	و ہی دف ن	ہو گ ئی		سی نے م	غا لِ بن کُ	ءِ بج لی کَ	تا ر ہے
سورج بریدہ سر ہے زمیں کے شہید کا					یہ دھوپ اس کے زرد بدن کی بہار ہے			
سو رج بُ	ری دَ سر ہ	ز می کے ش	ہی د کا		یے دھو پ	اس کِ زر د	ب دن کی ب	ہا ر ہے

غزل۲۹۔ بحر متقارب مثمن محذوف: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعَل

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل
مرا کیا کہیں بھی چلا جاؤں گا					مگر راستہ تو بنا جاؤں گا				
م را کا	ک ہی بھی	چ لا جا	ءُ گا		م گر را	س تا تو	ب نا جا	ءُ	گا
اگر بارشیں آ گئیں راہ میں					سمندر کی تہہ میں اُتر جاؤں گا				
ا گر با	ر شی آ	گ ئی را	ہ می		س من در	کِ تہ می	اُ تر جا	ءُ	گا
اگر مجھ کو کرنوں کے نیزے لگے					میں کتّے کو کچا چبا جاؤں گا				
ا گر مجھ	کُ کر نو	کِ نی زے	ل گے		م کت تے	کُ کچ چا	چ با جا	ءُ	گا
اگر چاند ہر سال آتے رہے					تو میں چاند ہی پر چلا جاؤں گا				
ا گر چا	د ہر سا	ل آ تے	ر ہے		ت می چا	د ہی پر	چ لا جا	ءُ	گا

غزل۳۰۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فعْ	لن
چمکتے چاند ستاروں کو اور کیا دو گے					ان آئینوں میں کئی بدلیاں چھپا دو گے				
چ مک ت چا	د س تا رو	کُ او ر کا	دو گے		اِ نا ءِ نو	م ک ئی بد	لِ یا چھ پا	دو	گے
برس پڑیں گے بھرے بادلوں کے طیارے					کوئی ستارہ اگر پھول میں چھپا دو گے				
ب رس پ ڑی	گ بھ رے با	د لو ک طی	یا رے		کُ ئی سِ تا	ر ا گر پھ	ل می چھ پا	دو	گے
تمام رات یہ اسٹیشنوں پہ بھٹکیں گے					ہرے درختوں سے پنچھی اگر اُڑا دو گے				
ت ما م را	ت یِ اس ٹی	ش نو پہ بھٹ	کی گی		ہ رے د رخ	تُ س پن چھی	ا گر اُ ڑا	دو	گے
تمھاری بستیاں پانی میں ڈوب جائیں گی					سمندروں کی اگر تشنگی بڑھا دو گے				
تُ ما رِ بس	تِ یَ پا نی	مِ ڈو ب جا	ئی گی		س من د رو	کِ اگر تش	نَ گی ب ڑھا	دو	گے

غزل۳۱۔ بحر ہزج مثمن اخرب سالم: مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن

مف عو لُ	مَ فا عی لن	مف عو لُ	مَ فا عی لن		مف عو لُ	مَ فا عی لن	مف عو لُ	مَ فا عی لن
اس زخمی پیاسے کو اس طرح پلا دینا					پانی سے بھرا شیشہ پتھر پہ گرا دینا			
اس زخمِ	پِ یاسے کُ	اس طر حَ	پ لا دی نا		پا نی سِ	بھ را شی شا	پتھ تھر پ	گِ را دی نا
ان پتّوں نے گرمی بھر سائے میں ہمیں رکھا					اب ٹوٹ کے گرتے ہیں بہتر ہے جلادینا			

ان پت ٹ	نِ گر می بھر	سا ئے م	ہَ می رکھ کھا		اب ٹو ٹِ	کِ گرتے ہی	بہ تر ہِ	ج لا دی نا
چھوٹے قدوقامت پہ ممکن ہے ہنسے جنگل					اِک پیڑ بہت لمبا ہے اس کو گرادینا			
چھو ٹے ق	دُ قامت پے	مم کن ہِ	ہَ سے جن گل		اک پی ڑ	ب ہت لم با	ہے اس کُ	گِ را دی نا
ممکن ہے کہ اس طرح وحشت میں کمی آئے					خوابیدہ درختوں میں تم آگ لگا دینا			
مم کن ہ	کِ اس طرح	وح شت م	ک می آ ئے		خا بی د	د رخ تو مِ	تم آ گ	ل گا دی نا
اب دوسروں کی خوشیاں چبھنے لگیں آنکھوں میں					یہ بلب بہت روشن ہے اس کو بجھا دینا			
اب دو س	رُ کی خش یا	چبھ نے لَ	گِ آ کھو می		یہ بل ب	ب ہت روشن	ہے اس کُ	جَ لا دی نا

غزل ۳۲۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن
ہمارا درد ہماری دکھی نوا سے لڑے					سلگتی آگ کبھی سر پھری ہوا سے لڑے			
ہ ما رَ در	د ہ ما ری	دُ کھی نَ وا	سِ لَ ڑے		سُ لگ تِ آ	گ کَ بھی سر	پھ ری ہ وا	سِ ل ڑے
میں جانتا ہوں کہ انجام کار کیا ہو گا					اکیلا پتہ اگر رات بھر ہوا سے لڑے			
م جا ن تا	ہُ کِ ان جا	م کا ر کا	ہو گا*		اکی ل پت	تَ اگر را	ت بھر ہ وا	س ل ڑے
سمجھنا بادلوں میں گھر گیا ہے میرا جہاز					لہو میں تر کوئی طائر اگر ہوا سے لڑے			
س مجھ ن با	د لو می گھر	گ یا ہ می	ر ج ہا ز		ل ہو م تر	کُ ءِ طا ئر	ا گر ہ وا	س ل ڑے
مرے عزیز مجھے قتل کر کے پھینک آتے					بھلا ہوا کہ مرے لب مری صدا سے لڑے			
م رے ع زی	ز م جھے قت	ل کر ک پھی	کا تے		بھ لا ہ وا	کِ م رے لب	م ری ص دا	س ل ڑے
تمھارے شہر میں کیا ہو گیا تھا جس کے لیے					بشیرؔ روتے رہے رات بھر خدا سے لڑے			
تُ ما ر شہ	ر م کا ہو	گ یا تھ جس	ک ل یے		ب شی ر رو	ت ر ہے را	ت بھر ہ وا	س ل ڑے

غزل ۳۳۔ بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
صوفے، مسہری، کنگھئی، بھورا لحاف ہے					لیکن ہر ایک شے پہ سنہرا غلاف ہے			
صو فے م	سہ رکھ تھ	ء بھو را ل	حا ف ہے		لی کن ہ	ری ک شے پ	سُ نہ را غ	لا ف ہے
سینے سے لگ کے کاٹتا رہتا ہے رات دن					دریا کا نرم مٹی سے کیا اختلاف ہے			
سی نی س	لگ ک کاٹ	ت رہ تا ہ	را تِ دن		در یا ک	نرم مٹ ٹ	سِ کا اخ ت	لا ف ہے

دشمن نہ کوئی فوج نہ گھوڑے نہ شہسوار					خود سے لڑیں کہ آج تو میدان صاف ہے			
دش من ن	کو ءِ فو ج	ن گھوڑے ن	شہ س وا ر		خد سے ل	ڑی کِ آ جِ	تُ می دا ن	صا ف ہے
ساحل کی تشنہ ریت پہ جو مہرباں ہوئی					دریا بھی اسی موج کے بے حد خلاف ہے			
سا حل ک	تش ن ری ت	پ جو مہ ر	با ہ وی		در یا ب	اس سِ موج	ک بے حد خ	لا ف ہے
ایسے ملو کہ اپنا سمجھتا رہے سدا					جس شخص سے تمھارا دلی اختلاف ہے			
ای سے م	لوک اپ ن	س مجھ تا ر	ہے س دا		جس شخ ص	س ت ما ر	د لی اخ ت	لا ف ہے

غزل۳۴۔بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف:مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
اپنے پہاڑ غیر کے گلزار ہو گئے					یہ بھی ہماری راہ کی دیوار ہو گئے			
اپ نے پ	ہا ڑ غی ر	ک گل زار	ہو گ ئے		یے بھی ہ	ما رِ را ہ	کِ دی وار	ہو گ ئے
پھل پک چکا ہے شاخ پہ گرمی کی دھوپ میں					ہم اپنے دل کی آگ میں تیار ہو گئے			
پھل پک چ	کا ہِ شا خ	پ گر می کِ	دھو پ می		ہم اپ ن	دل کِ آگ	مِ تی یا ر	ہو گ ئے
ہم پہلے نرم پتوں کی اک آگ تھے مگر					کاٹے گئے ہیں اتنے کہ تلوار ہو گئے			
ہم پہ ل	نر م پت تُ	کِ اک آگ	تھے م گر		کا ٹے گ	یے ہ ات ن	کِ تل وا ر	ہو گ ئے
بازار میں بکی ہوئی چیزوں کی مانگ ہے					ہم اس لیے خود اپنے خریدار ہو گئے			
با زا ر	می ب کی ہُ	ءِ چی زو کِ	ما گ ہے		ہم اس لِ	یے خُ دپ نِ	خ ری دا ر	ہو گ ئے
تازہ لہو بھرا تھا سنہرے گلاب میں					انکار کرنے والے گنہگار ہو گئے			
تا زا ل	ہو بھ را تھ	سُ نہ رے گُ	لا ب می		ان کا ر	کر ن وا ل	گُ نہ گا ر	ہو گ ئے

غزل۳۵۔بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن:مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
پروں میں نور ہے پرواز میں حرارت ہے					لہو ہوا میں کسی صبح کی شہادت ہے			
پَ رو مِ نو	رِ ہ پر وا	ز می ح را	رت ہے		لَ ہو ہَ وا	م کِ سی صب	ح کی ش ہا	دت ہے
کسی کا پیار مجھے دیر تک نہ روک سکا					مرے بدن پہ ہوا کی کوئی علامت ہے			
کِ سی کَ پا	ر م جھے دی	ر تک ن رو	ک س کا		م رے ب دن	پ ہ وا کی	کُ ئی ع لا	مت ہے
میں اپنے ہاتھ میں اپنا بریدہ سر لے کر					بغور دیکھوں مری واقعی جو صورت ہے			

م اپ ن ہا	تھ م اپ نا	ب ری د سر	لے کر		ب غو ر کی	کھ م ری وا	ق عی ج صو	رت ہے
سیاہ سانپ کے سر پر سفید پھول کھلا					روایتوں میں بڑی پیچ دار جدّت ہے			
سِ یا ہ سا	پ ک سر پر	س فی د پھو	ل کھ لا		ر وا ی تو	م ب ڑی پی	چ دا ر جد	دت ہے
سفید برف کے خرگوش گدگدانے لگے					لطیف سردیوں میں نرم نرم جدّت ہے			
س فی د بر	ف ک خر گو	ش گد گ دا	ن ل گے		ل طی ف سر	د یُ می نر	م نر م جد	دت ہے

غزل۳۶۔ بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
آنکھوں میں مسکراتی ہوئی نرم دھوپ ہے					کس طرح سرد برف کے پتھر پگھل گئے			
آ کھو م	مس کُ راتِ	ہُ وی نر م	دھو پ ہے		کس طرح	سر د بر ف	کِ پتھ تھر پ	گھل گ ئے
ہم کو دعائیں دیتے تھے باہم یوں ہی ملو					شاخوں پہ اجلے اجلے فرشتے کھلے ہوئے			
ہم کو دُ	عائ دے ت	تھ با ہم یُ	ہی م لو		شا خو پ	اج ل اج ل	ف رش تے کھ	لے ہُ وے
اس کی طرف چلا تھا کہ رستے میں بار بار(۱)					شیشے کی ٹوٹی گڑیوں کے ٹکڑے پڑے ملے			
اس کی ط	رف چ لا تھ	کہ رس تے م	با ر با ر		شی شے کِ	ٹو ٹِ گڑ یُ	ک ٹک ڑے پ	ڑے م لے
سب سو رہے ہیں چاند بہت پاس آ گیا					ڈرتا ہوں کوئی چھت پہ کھڑا ہو کے چھو نہ لے			
سب سو ر	ہے ہ چا د	ب ہت پا س	آ گ یا		ڈر تا ہُ	کوءِ چھت پ	کھ ڑا ہو ک	چھو ن لے
جنگل میں ایک پیڑ سے آئی صدا رکو					ہم لوگ جا رہے تھے یونہی گھومتے ہوئے			
جن گل م	ای ک پی ڑ	س آ ئی ص	دا ر کو		ہم لو گ	جا ر ہے تھ	یُ ہی گھو م	تے ہُ وے

غزل۳۷۔ بحر مجتث مثمن مخبون محذوف: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
کئی درختوں نے ایسا زمیں کو چھوڑ دیا					کہ جیسے واقعی ان کے لیے پھرے گی ہوا			
ک ئی در خ	تُ نِ ای سا	زمی کُ چھو	ڑ د یا		کہ جی سِ وا	ق عِ ان کے	ل یے پھ رے	گِ ہَ وا
کبھی جو دوسری جھیلوں کی سمت پیاس بڑھی					ہمارے سینے میں کوئی پرندہ چیخ پڑا			
ک بھی جو دو	س رِ جھی لو	کِ سم ت پا	س ب ڑھی		ہ ما رِ سی	ن م کو ئی	پ رن دَ چی	خ پ ڑا
پھر اس کے بعد ابھی تک مجھے زمیں نہ ملی					ذرا سی عمر تھی جب تنہا پہلی بار اڑا			
پھ رُس کِ بع	د ابھی تک	م جھے زمی	ن م لی		ذ را سِ عم	ر تھِ جب تن	ہَ پہ لِ با	ر اُ ڑا

بدن دکھائی نہ دے کیسی خوش لباسی ہے					یہ کیا دیا کہ غریبی کا بانکپن بھی گیا			
ب دن دِ کھا	ءِ نَ دے کی	سِ خش لِ با	سی ہے		یِ کا دِ یا	کِ غَ ری بی	کَ باک پن	بھِ گَ یا
مشینیں چل رہی ہیں کوٹ پینٹ پہنے ہوئے					کسی کا نام محبت کسی کا نام وفا			
م شی نِ چل	ر ہِ ہی کو	ٹ ہی ٹ پہ	نِ ہُ وے		کِ سی کَ نا	م مُ حب بت	کِ سی کَ نا	م وَ فا

غزل۳۸۔بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
ہم کو بھی اپنی موت کا پورا یقین ہے					پر دشمنوں کے ملک میں اک مہ جبین ہے			
ہم کو بھ	اپ نِ موت	کَ پو را یَ	قی ن ہے		پر دش م	نوک مل ک	مَ اک مہ ج	بی ن ہے
سر پر کھڑے ہیں چاند ستارے بہت مگر					انسان کا جو بوجھ اٹھا لے زمین ہے			
سر پر کھ	ڑے ہَ چا د	سِ تارے ب	ہت م گر		ان سا ن	کا جُ بو جھ	اُ ٹھا لے ز	می ن ہے
یہ آخری چراغ اسی کو بجھانے دو					اس بستی میں وہ سب سے زیادہ حسین ہے			
یے آ خ	ری چ راغ	اُ سی کو بُ	جھا ن دو		اس بس تِ	می وُ سب سِ	ز یا دا ح	سی ن ہے
یاروں نے جس پہ اپنی دکانیں سجائی ہیں					خوشبو بتا رہی ہے ہماری زمین ہے			
یا رو ن	جس پ اپ ن	دُ کا نی س	جا ءِ ہی		خش بو ب	تا ر ہی ہ	ہ ما ری ز	می ن ہے
تفصیل کیا بتائیں ہمارے بھی عہد میں					تعداد شاعروں کی وہی پونے تین ہے			
تف صی ل	کا ب تا ی	ہ مارے بھِ	عہ د می		تع دا د	شا عِ رو کِ	و ہی پو نِ	تی ن ہے

غزل۳۸۔بحر مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فَعِلن / فعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
گزارے ہم نے کئی سال ایسے دفتر میں					کنواری لڑکی رہے جیسے غیر کے گھر میں			
گ زا رِ ہم	ن ک ئی سا	ل ای سِ دف	تر می		ک وا رِ لڑ	کِ رہے جی	س غی ر کے	گھر می
خدا کا شکر ابھی تک ہے اپنے جسموں میں					وہ ایک فرق جو ہوتا ہے مادہ و نَر میں			
خُ دا کَ شک	ر ابھی تک	ہَ اپ ن جس	مو می		وُ ای ک فر	قِ جُ ہو تا	ہَ ما دَ وو	نر می
بہت سنبھال کے رکھا تھا نیک بیوی نے					ہوا چلی تو برادہ بکھر گیا گھر میں			
ب ہت س بھا	ل کِ رکھ کھا	تھ نی ک بی	وی نے		ہَ وا چ لی	تُ ب را دا	بِ کھر گ یا	گھر می
مری نگاہ کسی دوسرے کو تکنے لگی					وہ لڑکی بیٹھ گئی جب مرے برا بر میں			

م ری نِ گا	وِ کِ سی دو	سِ رے کُ تک	ن ل گی		وُ لڑ کِ بی	ٹھ گ ئی جب	م رے ب را	بر می
یہ آسمان زمیں کا بدن چبائے گا					ستارے ٹوٹ کے گر جائیں گے سمندر میں			
یِ آ س ما	ن ز می کا	ب دن چ با	ئے گا		سِ تا ر ٹو	ٹ ک گر جا	ءِ گے س من	در می

غزل۳۹۔ خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
سانپ جب اوس کا بدن چاٹے				ریت کو ریت کی جلن چاٹے		
سا پ جب او	س کا ب دن	چا ٹے		ری تِ کو ری	ت کی ج لن	چا ٹے
کس محبت سے چومتے ہو ہمیں				سانپ جس طرح اپنا من چاٹے		
کس م حب بت	س چو م تے	ہُ ہ می		سا پ جس طر	ہ اپ ن من	چا ٹے
ایک لمحے کی روشنی کے لیے				آگ کاغذ کے پیرہن چاٹے		
ای ک لم حے	کِ رو ش نی	کِ لِ ئے		آ گ کا غذ	ک پی ر ہن	ثا ٹے
مرد اس سمت دیکھتے ہی نہیں				گائے جب گائے کا بدن چاٹے		
مر د اس سم	ت دی کھ تے	ہِ ن ہی		گا ءِ جب گا	ءِ کا ب دن	چا ٹے
ایک بلی سفید چوہے کا				دُھوپ میں بیٹھ کر بدن چاٹے		
ای ک بل لی	س فی د چو	ہے کا		دھو پ می بی	ٹھ کر ب دن	چا ٹے

غزل۴۰۔ بحر رمل مسدس مخبون محذوف مسکن: فاعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن / فَعِلن / مفعول

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
جب سحر چپ ہو ہنسا لو ہم کو				جب اندھیرا ہو جلا لو ہم کو		
جب س حر چپ	ہُ ہَ سا لو	ہم کو		جب ا دھی را	ہُ جَ لا لو	ہم کو
ہم حقیقت ہیں نظر آتے ہیں				داستانوں میں چھپالو ہم کو		
ہم ح قی قت	ہَ نَ ظر آ	تے ہی		دا سِ تا نو	م چھ پا لو	ہم کو
دن نہ پا جائے کہیں شب کا راز				صبح سے پہلے اُٹھا لو ہم کو		
دن ن پا جا	ءِ کَ ہی شب	کا را ز		صب ح سے پہ	لِ اُ ٹھا لو	ہم کو
ہم زمانے کے ستائے ہیں بہت				اپنے سینے سے لگا لو ہم کو		
ہم ز ما نے	ک س تا ئے	ہ ب ہت		اپ ن سی نے	س چھ پا لو	ہم کو

وقت کے ہونٹ ہمیں چھو لیں گے				ان کہے بول ہیں گا لو ہم		
وق ت کے ہو	ٹ ہ می چھو	لی گے		ان ک ہے بو	ل ہِ گا لو	ہم کو

غزل۱۴۱۔ خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
پھول سا کچھ کلام اور سہی				اک غزل اس کے نام اور سہی		
پھول سا کچھ	ک لا م او	ر س ہی		اک غ زل اس	ک نا م او	ر س ہی
اس کی زلفیں بہت گھنیری ہیں				ایک شب کا قیام اور سہی		
اس کِ زل فی	ب ہت گھ نی	ری ہی		ای ک شب کا	ق یا م او	ر س ہی
زندگی کے اداس قصے ہیں				ایک لڑکی کا نام اور سہی		
زن د گی کے	ا دا س قص	صے ہی		ایک ک لڑ کی	ک نا م او	ر س ہی
کرسیوں کو سنایئے غزلیں				قتل کی ایک شام اور سہی		
کر س یو کو	س نا ءِ ئے	غز لی		قت ل کی ای	ک شا م او	ر س ہی
کپکپاتی ہے رات سینے میں				زہر کا ایک جام اور سہی		
کپ ک پا تی	ہ را ت سی	نے می		زہ ر کا ای	ک جا م او	ر س ہی

غزل۱۴۲۔ بحر ہزج مثمن اخرب سالم: مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن

مف عو لُ	مَ فا عی لن	مف عو لُ	مَ فا عی لن		مف عو لُ	مَ فا عی لن	مف عو لُ	مَ فا عی لن
آیا ہی نہیں ہم کو آہستہ گزر جانا					شیشے کا مقدر ہے ٹکرا کے بکھر جانا			
آ یا ہِ	نَ ہی ہم کو	آ ہس تَ	گُ زر جا نا		شی شے کَ	مُ قد در ہے	ٹک را ک	بِ کھر جا نا
نشّے میں سنبھلنے کا فن یوں ہی نہیں آتا					ان زلفوں سے سیکھا ہے لہرا کے سنور جا نا			
نش شے م	س بھل نے کا	فن یو ہِ	نَ ہی آ تا		ان زل فُ	سِ سی کھا ہے	لہ را کِ	س ور جا نا
ہر موڑ پہ دو آنکھیں ہم سے یہی کہتی ہیں					جس طرح بھی ممکن ہو تم لوٹ کے گھر جانا			
ہر مو ڑ	پ دو آ کھی	ہم سے ی	ہِ کہ تی ہی		جس طرح	بھِ مم کن ہو	تم لو ٹ	کِ گھر جا نا
پتھر کو مرا سایہ آئینہ سا چمکا دے					جانا تو مرا شیشہ یوں درد سے بھر جانا			
پتھ تھر کُ	م را سا یا	آ ئی نا	سَ چم کا دے		جا نا تُ	م را شی شا	یو در د	سِ بھر جا نا
یہ چاند ستارے تم اوروں کے لیے رکھ لو					ہم کو یہیں جینا ہے ہم کو یہیں مر جانا			

یے چا د	سِ تارے تم	او رو کِ	لِ یے رکھ لو		ہم کو ئَ	ہِ جی نا ہے	ہم کو ئَ	ہِ مر جا نا

غزل۴۳۔بحر ہزج مثمن اخرب سالم:مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن

مف عو لُ	مَ فا عی لن	مف عو لُ	مَ فا عی لن		مف عو لُ	مَ فا عی لن	مف عو لُ	مَ فا عی لن
ہر روز ہمیں ملنا ہر روز بچھڑنا ہے					میں رات کی پرچھائی تو صبح کا چہرا ہے			
ہر رو ز	ہَ می مل نا	ہر رو ز	بِ چھڑ نا ہے		می را ت	کِ پر چھائی	تو صب ح	کَ چہ را ہے
عالم کا یہ سب نقشہ بچوں کا گھروندا ہے					اک ذرّے کے قبضے میں سہمی ہوئی دنیا ہے			
عا لم ک	یِ سب نق شا	بچ چو کَ	گھ رو دا ہے		اک ذر رِ	کِ قب ضے می	سہ می ہُ	وِ دن یا ہے
ہمراہ چلو میرے یا راہ سے ہٹ جاؤ					دیوار کے روکے سے دریا کہیں رکتا ہے			
ہم را ہ	چ لو می رے	یا را ہ	سِ ہٹ جا وو		دی وا ر	کِ رو کے سے	در یا ک	ہِ رک تا ہے
ان کے ہی اشاروں پر یہ رات ملی ہم کو					جن چاند سے چہروں کا سایہ بھی سنہرا ہے			
ان کے ہِ	اِ شا رو پر	یے را ت	مِ لی ہم کو		جن چا د	سِ چہ رو کا	سا یا بھِ	سُ نہ را ہے
سنّاٹے کی شاخوں پر کچھ زخمی پرندے ہیں					خاموش بذاتِ خود آواز کا صحرا ہے			
سن نا ٹ	کِ شا خو پر	کچھ زخ می	پ رن دے ہی		خا مو ش	ب ذا تے خد	آ وا ز	کَ صح را ہے

غزل۴۴۔بحر رمل مثمن مشکول:فَعِلاتُ فاعِلاتن فَعِلاتُ فاعِلاتن

فَ عِ لا تُ	فا عِ لا تن	فَ عِ لا تُ	فا عِ لا تن		فَ عِ لا تُ	فا عِ لا تن	فَ عِ لا تُ	فا عِ لا تن
جو ادھر سے جارہا ہے وہی مجھ پہ مہرباں ہے					کبھی آگ پاسباں ہے کبھی دھوپ سائباں ہے			
جُ اِدھر سِ	جا رَ ہا ہے	وَ ہِ مجھ پَ	مہ رِ با ہے		کَ بھِ آگ	پا سِ با ہے	کَ بھِ دھوپ	سا ءِ با ہے
بڑی آرزو تھی مجھ سے کوئی خاک رو کے کہتی					اُتر آ مری زمیں پر تو ہی میرا آسماں ہے			
ب ڑی آ ر	زو تھِ مجھ کو	کُ ءِ خاک	مجھ سِ کہ تی		اُ ت را م	ری ز می پر	تُ ہِ می ر	آ س ما ہے
میں اسی گماں میں برسوں بڑا مطمئن رہا ہوں					ترا جسم بے تغیر، مرا پیار جاوداں ہے			
م اِ سی گ	ما م بر سو	ب ڑَ مط م	ئن رَ ہا ہو		ت ر جس م	بے ت غی یر	م رَ پا ر	جا وِ دا ہے
کوئی آگ جیسے کہرے میں دبی دبی سے چمکے					تری جھلملاتی آنکھوں میں عجیب سا سماں ہے			
کُ ءِ آگ	جی سِ کہ رے	مِ دَ بی دَ	بی سِ چم کے		ت رِ جھل مِ	لا تِ آ کھو	مَ عَ جی ب	سا سَ ما ہے
انھیں راستوں نے جن پر کبھی تم تھے ساتھ میرے					مجھے روک روک پوچھا ترا ہم سفر کہاں ہے			
اِ نھِ را س	تون جن پر	ک بھِ تم تھ	سا تھ می رے		م جھ روک	روک پو چھا	ت رہم س	فر ک ہا ہے

غزل۴۶۔ بحر متدارک مثمن مخبون مضاعف (بحر زمزمہ):

فَعِلن فَعِلن فعلن فَعِلن فعلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن

<table dir="rtl">
<tr><td colspan="8">سائے اترے، پنچھی لوٹے، بادل بھی چھانے والا ہے</td></tr>
<tr><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td></tr>
<tr><td>سا ئے</td><td>ات رے</td><td>پن چھی</td><td>لو ٹے،</td><td>با دل</td><td>بھی چھا</td><td>نے وا</td><td>لا ہے</td></tr>
<tr><td colspan="8">لیکن میں وہ ٹوٹا تارا جو گھر سے جانے والا ہے</td></tr>
<tr><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td></tr>
<tr><td>لی کن</td><td>می وہ</td><td>ٹو ٹا</td><td>تا را</td><td>جو گھر</td><td>سے جا</td><td>نے وا</td><td>لا ہے</td></tr>
<tr><td colspan="8">پھر صبح ہوئی آنکھیں کھولیں کپڑے بدلیں فیتے باندھے</td></tr>
<tr><td>فع لن</td><td>ف ع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td></tr>
<tr><td>پھر صب</td><td>ح ہ وی</td><td>آ کھی</td><td>کھو لی</td><td>کپ ڑے</td><td>بد لی</td><td>فی تے</td><td>با دھے</td></tr>
<tr><td colspan="8">اس شہر کے بارے میں سوچیں جو شہر اب آنے والا ہے</td></tr>
<tr><td>فع لن</td><td>ف ع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>ف ع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td></tr>
<tr><td>اس شہ</td><td>ر ک با</td><td>رے می</td><td>سو چی</td><td>جو شہ</td><td>ر ا با</td><td>نے وا</td><td>لا ہے</td></tr>
<tr><td colspan="8">کل شب اک ویراں مسجد میں اس نے میرے آنسو پونچھے</td></tr>
<tr><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td></tr>
<tr><td>کل شب</td><td>اک وی</td><td>را مس</td><td>جد می</td><td>اس نے</td><td>می رے</td><td>آ سو</td><td>پو چھے</td></tr>
<tr><td colspan="8">جو ہم سب کی سوکھی شاخوں پر پھول کھلانے والا ہے</td></tr>
<tr><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td><td>ف ع لن</td><td>فع لن</td><td>فع لن</td></tr>
<tr><td>جو ہم</td><td>سب کی</td><td>سو کھی</td><td>شا خو</td><td>پر پھو</td><td>ل کھ لا</td><td>نے وا</td><td>لا ہے</td></tr>
<tr><td colspan="8">میں وہ شبنم جو پھولوں کی آنکھوں میں رہے اور یہ سوچے</td></tr>
<tr><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فَ عِ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td></tr>
<tr><td>می وہ</td><td>شب نم</td><td>جو پھو</td><td>لو کی،</td><td>آ کھو</td><td>مَ رَ ہے</td><td>ار یے</td><td>سو چ</td></tr>
<tr><td colspan="8">ایسا لگتا ہے جیسے اب، سب ہاتھ سے جانے والا ہے</td></tr>
<tr><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td><td>فعْ لن</td></tr>
</table>

ای سا	لگ تا	ہی جی	سے اب،	سب ہتھ	سے جا	نے وا	لا ہے

غـــزل۴۷۔ بحـــر متقـــارب مـــدســس مضـــاعف: فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل

فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
کہرے کے کمبل میں پول کپکپائے							دو بلب چشمے کے پیچھے تھر تھرائے					
کہ رے	کے کم	بل م	پ ول کپ	کپ پا	ئے		دو بل	چش مے	کے پی	چھے تھر	تھر را	ئے
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عل		فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع
ہیٹر میں بجھی بجھی بیمار سوں سوں							پانی تو پانی ہے کیسے کھول جائے					
ہی ٹر	می بجھ	جھی بجھ	جھی بی	ما ر	س سو		پا نی	تو پا	نی ہے	کی س	کھ ول جا	ئے
فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	ـ		فع ل	ف عو لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع
ساحل پہ مچھلی نے کپڑے اتارے							چڑھے ہوئے دریا کی دھار کہے ہائے					
سا حل	پہ مچھ	لی نے	کپ ڑ	ا تا رے	ـ		چڑ ڑھ	ہوے در	یا کی	مو ج	ک ہے ہا	ئے

غـــزل۴۹۔ بحـــر مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعُلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعُ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعُ لن
مجھے بھلائے کبھی یاد کر کے روئے بھی					وہ اپنے آپ کو بکھرائے اور پروئے بھی			
مُ جھے بھ لا	ءِ کَ بھی یا	د کر ک رو	ئے بھی		وُ اپ ن آ	پ ک بکھ را	ءِ او ر رو	ئے بھی

بہت غبار بھرا تھا دلوں میں دونوں کے					مگر وہ ایک ہی بستر پہ رات سوئے بھی			
ب ہت غ با	رِ بھ را تھا	دِ لو م دو	نو کے		مَ گر وُ ای	ک ہِ بس تر	پ رات سو	ئے بھی
بہت دنوں سے نہائے نہیں ہیں آنگن میں					کبھی تو راہ کی بارش ہمیں بھگوئے بھی			
ب ہت د نو	سِ ن ہائے	ن ہی ہَ آ	گن می		ک بھی تُ را	ہ کِ با رش	ہ می بھِ گھو	ئے بھی
یہ تم سے کس نے کہا رات سے میں ڈرتا ہوں					ضرور آئے مرے بازوؤں میں سوئے بھی			
یِ تم سِ کس	نِ کَ ہا را	ت سے م ڈر	تا ہو		ض رو ر آ	ئِ م رے با	ز وو م سو	ئے بھی
وہ نوجوان جوانی کی نیند میں گم تھا					بہت پکارا، جھنجھوڑا، لپٹ کے روئے بھی			
وُ نو ج وا	ن ج وا نی	کِ نی د می	تم تھا		ب ہت پ کا	رَ جھَ جھو ڑا	لِ پٹ ک رو	ئے بھی

غزل۵۰۔بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف:مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
شبنم ہوں سرخ پھولوں پہ بکھرا ہوا ہوں میں					دل موم اور دھوپ میں بیٹھا ہوا ہوں میں			
شب نم ہُ	سرخ پھو لُ	پ بکھ را ہُ	وا ہُ می		دل مو م	او ر دھو پ	مِ بی ٹھا ہُ	وا ہُ می
کچھ دیر بعد راکھ ملے گی تمھیں یہاں					لو بن کے اس چراغ سے لپٹا ہوا ہوں میں			
کچھ دی ر	بع د را کھ	م لے گی تُ	می ی ہا		لو بن ک	اس چ را غ	سِ لپ ٹا ہُ	وا ہُ می
دنیا ہے بے پناہ تو بھر پور زندگی					دو عورتوں کے بیچ میں لیٹا ہوا ہوں میں			
دن یا ہَ	بے پ نا ہ	تُ بھر پو ر	زن د گی		دو عو ر	تو ک بی چ	م لی ٹا ہُ	وا ہُ می
جو ایک شیر خوار کے لب تر نہ کر سکے					ایسے سپاٹ سینے سے چمٹا ہوا ہوں میں			
جو ای ک	شی ر خا ر	ک لب تر ن	کر س کے		ای سے سِ	پا ٹ سی ن	س چم ٹا ہُ	وا ہُ می
خود میرا ہاتھ بھی نہ پہنچ پائے گا کبھی					اتنے بلند طاق پہ رکھا ہوا ہوں میں			
خد می ر	ہا تھ بھی ن	پ ہچ پا یِ	گا ک بھی		ات نے ب	لن د طا ق	پ رکھ کھا ہُ	وا ہُ می

غزل۵۱۔بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع:فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فعِْلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
کوئی جاتا ہے یہاں سے نہ کوئی آتا ہے					یہ دیا اپنے اندھیرے میں گھٹا جاتا ہے			
کو ءِ جا تا	ہَ یَ ہا سے	نَ کُ ئی آ	تا ہے		یے دِیااپ	نَ اَدھی رے	مَ گھَ ٹا جا	تا ہے
سب سمجھتے ہیں وہی رات کی قسمت ہوگا					جو ستارہ کہ بلندی پہ نظر آتا ہے			

سب س مجھ تے	ہَ وَ ہی را	تِ کِ قس مت	ہو گا		جو سِ تا را	کِ بِ لن دی	پ نَ ظر آ	تا ہے
دے تسلی کوئی تو آنکھ چھلک اٹھتی ہے					کوئی سمجھائے تو دل اور بھی بھر آتا ہے			
دے ت سل لی	کُ ءِ تو آ	کھ چھ لک اٹھ	تی ہے		کو ءِ سم جھا	ئِ تُ دل او	ر بھِ بھر آ	تا ہے
میری آنکھوں میں ہے اک ابر کا ٹکڑا شاید					کوئی موسم ہو سرِ شام برس جاتا ہے			
می رِ آ کھو	م ہَ اک اب	رک ٹک ڑا	شا ید		کو ءِ مو سم	ہُ س رے شا	م ب رس جا	تا ہے
ابر کے کھیت میں بجلی کی چمکتی ہوئی راہ					جانے والوں کے لیے راستہ بن جاتا ہے			
اب رکے کھی	ت م بج لی	کِ چ مک تی	ہُ ءِ را		جا ن وا لو	ک لِ یے را	س ت بن جا	تا ہے

غزل ۵۲۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
راکھ اُڑتی ہے اب ہلالوں پر				دھوپ تھی سیب جیسے گالوں پر		
را کھ اڑ تی	ہَ اب ہِ لا	لو پر		دھو پ تھی سی	ب جی س گا	لو پر
آگ محفوظ رکھیے سینے میں				برف جمنے لگی ہے بالوں پر		
آ گ مح فو	ظ رکھ ی سی	نے می		بر ف جم نے	ل گی ہ با	لو پر
پیڑ تو کٹ چکا کہاں ہوں گے				جو چہکتے بہت تھے ڈالوں پر		
پی ڑ تو کٹ	چُ کا ک ہا	ہو گے		جو چ ہک تے	ب ہت تھ ڈا	لو پر
تم بھی بک جاؤ گے ہماری طرح				ایک دن چار چھ نوالوں پر		
تم بھِ بک جا	ؤُ گے ہ ما	ر ط رح		ای ک دن چا	ر چھے ن وا	لو پر
صرف اک خواب تھی جدید غزل				ناز کر ہم سے با کمالوں پر		
صر ف اک خا	ب تھی ج دی	د غ زل		نا ز کر ہم	س با ک ما	لو پر

غزل ۵۳۔ بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
ہر بے زبان گل میں چہکنے لگے ہیں ہم					دولت گئی تو اور مہکنے لگے ہیں ہم			
ہر بے ز	با ن گل م	چ ہک نے ل	گے ہ ہم		دو لت گ	ئی تُ او ر	م ہک نے ل	گے ہِ ہم
غربت برا نشہ ہے اسی کا اثر نہ ہو					اب بات بات پر جو بہکنے لگے ہیں ہم			
غر بت بُ	را ن شا ہَ	ا سی کا اَ	ثر نَ ہو		اب با ت	با ت پر جُ	ب ہک نے ل	گے ہِ ہم

مٹی کی باس اپنے بدن کی اسیر تھی					یہ تیرا قرب ہے کہ مہکنے لگے ہیں ہم			
مٹ ٹی کِ	باس اپ ن	ب دن کی ا	سی ر تھی		یے تی ر	قرب ہے کِ	م ہک نے ل	گے ہِ ہم
دنیا سمجھ رہی تھی کہ اب راکھ ہو چکے					کیسی ہوا چلا دی دہکنے لگے ہیں ہم			
دن یا س	مجھ رہی تھ	کِ اب راکھ	ہو چ کے		ای سی ہ	وا چ لا دِ	دہک نے ل	گے ہِ ہم
جن کی زبانیں کٹ گئیں پھولوں کے نام پر					ان بلبلوں کی طرح چہکنے لگے ہیں ہم			
جن کی ز	بان کٹ گ	ءِ پھو لو ک	نا م پر		ان بل ب	لوک طرح	چہک نے ل	گے ہِ ہم

غزل ۵۴۔ بحر ہزج مثمن سالم: مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن

مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن		مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن
گلوں کی طرح ہم نے زندگی کو اس قدر جانا					کسی کی زلف میں اک رات سونا اور بکھر جانا			
گ لو کی طر	ہِ ہم نے زن	د گی کو اس	ق در جا نا		کِ سی کی زل	ف می اک را	ت سو نا ار	بِ کھر جا نا
اگر ایسے گئے تو زندگی پر حرف آئے گا					ہواؤں سے لپٹنا تتلیوں کو چوم کر جانا			
اگر ای سے	گ ئے تو زن	د گی پر حر	ف آ ئے گا		ہَ وا وو سے	لِ پٹ نا تت	لِ یو کو چو	م کر جا نا
ڈھنک کے رکھ دیا تھا بادلوں کو جن پرندوں نے					انھیں کس نے سکھایا اپنے سایے سے بھی ڈر جانا			
ڈنک کے رکھ	دِ یا تھا با	د لو کو جن	پ رن دو نے		انھی کس نے	سِ کھا یا اپ	ن سا ئے سے	بھِ ڈر جا نا
کہاں تک یہ دیا بیمار کمرے کی فضا بدلے					کبھی تم ایک مٹھی دھوپ ان طاقوں میں بھر جانا			
ک ہا تک یہ	دِ یا بی ما	رِ کم رے کی	فِ ضا بد لے		ک بھی تم ای	ک مٹ ٹھی دھو	پ ان طا قو	م بھر جا نا
اسی میں عافیت ہے گھر میں اپنے چین سے بیٹھو					کسی کی سمت جانا ہو تو رستے میں اتر جانا			
اسی می عا	فِ یت ہے گھر	م اپ نے چی	ن سے بی ٹھو		کِ سی کی سم	ت جا نا ہو	ت رس تے می	ا تر جا نا

غزل ۵۵۔ بحر مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعلن فعِلاتن مفاعلن فعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
قدم جمانا ہے اور سب کے ساتھ چلنا ہے					ہم اپنی راہ کا پتھر ہیں اور دریا بھی			
ق دم ج ما	نَ ہ ار سب	ک ساتھ چل	نا ہے		ہَ مپ نِ را	ہِ کَ پتھ تھر	ہِ او ر در	یا بھی
مگر جو فاصلہ پہلے تھا اور بڑھتا گیا					میں اس کے پاس گیا وہ ادھر سے گزرا بھی			
م گر ج فا	صِ لَ پہ لے	تھ اور بڑھ	ت گ یا		م اس ک پا	س گ یا وہ	ادھر س گز	را بھی
بہت ذہین و زمانہ شناس تھا لیکن					وہ رات بچوں کی صورت لپٹ کے رویا بھی			

ب ہت ذ ہی	ن ز ما نا	ش نا س تھا	لی کن		ؤ رات بچ	چُ کِ صورت	ل پٹ ک رو	یا بھی
چراغ جلنے سے پہلے ہمیں پہنچنا ہے					ڈھکے ہوئے ہے پہاڑوں کو آج کہرا بھی			
چ راغ جل	ن س پہ لے	ہ می پ ہچ	نا ہے		ڈ کے ہُ وے	ہَ پ ہا ڑو	کُ آ ج کہ	را بھی
ہزاروں میل کا منظر ہے اس نگینے میں					ذرا سا آدمی دریا ہے اور صحرا بھی			
ہ زا رُ می	ل ک من ظر	ہ اس ن گی	نے می		ذ را س آ	د مِ در یا	ہِ او ر صح	را بھی

غزل۵۶۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
چاند کا ٹکڑا نہ سورج کا نمائندہ ہوں					میں نہ اس بات پہ نازاں ہوں نہ شرمندہ ہوں			
چا د کا ٹک	ڑَ نَ سو رج	ک ن مائ	دا ہو		می نَ اس با	ت پ نا زا	ہُ نَ شر من	دہ ہو
دفن ہو جائے گا جو سینکڑوں من مٹی میں					غالباً میں بھی اسی شہر کا باشندہ ہوں			
دف ن ہو جا	ءِ گَ جو سی	ک ڑُ من مٹ	ٹی می		غال بن می	بھ اُ سی شہ	ر ک با شن	دہ ہو
زندگی تو مجھے پہچان نہ پائی لیکن					لوگ کہتے ہیں کہ میں تیرا نمائندہ ہوں			
زن د گی تو	م جھ پہ چا	ن ن پا ئی	لی کن		لوگ کہ تے	ہَ کِ می تی	ر ن ما ئن	دہ ہو
پھول سی قبر سے اکثر یہ صدا آتی ہے					کوئی کہتا ہے بچا لو میں ابھی زندہ ہوں			
پھول سی قب	رسِ اک ثر	یِ ص دا آ	تی ہے		کو ءِ کہ تا	ہ ب چا لو	م ا بھی زن	دہ ہو
واقعی اس طرح میں نے کبھی سوچا ہی نہیں					کون ہے اپنا یہاں کس کے لیے زندہ ہوں			
واق عی اس	ط ر می نے	ک بھِ سو چا	ہِ نَ ہی		کون ہے اپ	ن ی ہا کس	ک ل یے زن	دہ ہو

غزل۵۷۔ بحر مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
کسے خبر تھی تجھے اس طرح سجاؤں گا					زمانہ دیکھے گا اور میں نہ دیکھ پاؤں گا			
کِ سے خَ بر	تھِ ثُ جھے اس	طَ رح سَ جا	ؤں گا		ز ما نَ دی	کھ گَ ار می	نَ دی کھ پا	ؤں گا
حیات و موت، فراق و وصال سب یکجا					میں ایک رات میں کتنے دیے جلاؤں گا			
ح یا تُ مو	ت ف را قو	وصال سب	یک جا		م ای ک را	ت م کت نے	د یے ج لا	ؤں گا
پلا بڑھا ہوں ابھی تک انھیں اندھیروں میں					میں تیز دھوپ سے کیسے نظر ملاؤں گا			
پ لا ب ڑھا	ہُ اَ بھی تک	انھی ادھی	رو می		م تی ز دھو	پ س کی سے	ن ظر م لا	ؤں گا

<table dir="rtl">
<tr><td colspan="5">مرے مزاج کی یہ مادرانہ فطرت ہے</td><td></td><td colspan="5">سویرے ساری اذیّت میں بھول جاؤں گا</td></tr>
<tr><td>م رے م زا</td><td>ج کِ یے ما</td><td>د را ن فط</td><td>رت ہے</td><td></td><td></td><td>س وی ر سا</td><td>رِ اَ ذی یت</td><td>م بھو ل جا</td><td>وٗ</td><td>گا</td></tr>
<tr><td colspan="5">تم ایک پیڑ سے وابستہ ہو مگر میں تو</td><td></td><td colspan="5">ہوا کے ساتھ بہت دُور دُور جاؤں گا</td></tr>
<tr><td>ت می ک پی</td><td>ڑ سِ وا بس</td><td>ت ہو م گر</td><td>می</td><td>تو</td><td></td><td>ہ وا ک سا</td><td>تھ ب ہت دو</td><td>ر دو ر جا</td><td>وٗ</td><td>گا</td></tr>
</table>

غزل۵۸۔بحر مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن:مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

<table dir="rtl">
<tr><td>مَ فا عِ لن</td><td>فَ عِ لا تن</td><td>م فا عِ لن</td><td>فعْ</td><td>لن</td><td></td><td>مَ فا عِ لن</td><td>فَ عِ لا تن</td><td>م فا عِ لن</td><td>فعْ</td><td>لن</td></tr>
<tr><td colspan="5">کوئی نہ جان سکا وہ کہاں سے آیا تھا</td><td></td><td colspan="5">اور اس نے دھوپ سے بادل کو کیوں ملایا تھا</td></tr>
<tr><td>کُ ئی ن جا</td><td>ن س کا وہ</td><td>ک ہا سِ آ</td><td>یا</td><td>تھا</td><td></td><td>اور س نِ دھو</td><td>پ س با دل</td><td>کُ کو م لا</td><td>یا</td><td>تھا</td></tr>
<tr><td colspan="5">وہ اب وہاں ہے جہاں راستے نہیں جاتے</td><td></td><td colspan="5">میں جس کے ساتھ یہاں پچھلے سال آیا تھا</td></tr>
<tr><td>وُ اب وَ ہا</td><td>ہ ج ہا را</td><td>س تے ن ہی</td><td>جا</td><td>تے</td><td></td><td>م جس ک سا</td><td>تھ ی ہا پچھ</td><td>ل سا ل آ</td><td>یا</td><td>تھا</td></tr>
<tr><td colspan="5">سُنا ہے اس پہ چہکنے لگے پرندے بھی</td><td></td><td colspan="5">وہ ایک پودا جو ہم نے کبھی لگایا تھا</td></tr>
<tr><td>س نا ہ اس</td><td>پ چ ہک نے</td><td>ل گے پ رن</td><td>دے</td><td>بھی</td><td></td><td>وُ ای ک پو</td><td>د جُ ہم نے</td><td>ک بھی ل گا</td><td>یا</td><td>تھا</td></tr>
<tr><td colspan="5">بدن کو چھوڑ کے جانا ہے آسماں کی طرف</td><td></td><td colspan="5">سمندروں نے ہمیں یہ سبق پڑھایا ہے</td></tr>
<tr><td>ب دن ک چھو</td><td>ڑ ک جا نا</td><td>ہ آ س ما</td><td>ک</td><td>ط رف</td><td></td><td>س من د رو</td><td>ن ہ می یے</td><td>س بق پ ڑھا</td><td>یا</td><td>تھا</td></tr>
<tr><td colspan="5">تمام عمر مرا دم اسی دھویں میں گھٹا</td><td></td><td colspan="5">وہ اک چراغ تھا میں نے اسے بجھایا تھا</td></tr>
<tr><td>ت ما م عم</td><td>ر م را دم</td><td>اس دھ وی</td><td>م</td><td>گھ ٹا</td><td></td><td>وُ اک چ را</td><td>غ تھ می نے</td><td>اُ سے ب جھا</td><td>یا</td><td>تھا</td></tr>
</table>

غزل۵۹۔خفیف مسدس مخبون محذوف مسکن:فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

<table dir="rtl">
<tr><td>فا عِ لا تن</td><td>مَ فا عِ لن</td><td>فَ عِ لن</td><td></td><td>فا عِ لا تن</td><td>م فا عِ لن</td><td>فع لن</td></tr>
<tr><td colspan="3">پانچ پیسے میں ایک قتل کرے</td><td></td><td colspan="3">واقعی آج جس کو جینا ہے</td></tr>
<tr><td>پا چ پی سے</td><td>م ای ک قت</td><td>ل ک رے</td><td></td><td>وا ق عی آ</td><td>ج جس کُ جی</td><td>نا ہے</td></tr>
<tr><td colspan="3">ناگ اس چاندنی کے زینے سے</td><td></td><td colspan="3">میرے بستر پہ روز آتا ہے</td></tr>
<tr><td>ناگ اس چا</td><td>د نی ک زے</td><td>نے سے</td><td></td><td>می ر بس تر</td><td>پ رو ز آ</td><td>تا ہے</td></tr>
<tr><td colspan="3">چونچ پتھر کی ہل نہیں سکتی</td><td></td><td colspan="3">گھاس میں ایک سرخ کپڑا ہے</td></tr>
<tr><td>چو چ پتھ تھر</td><td>کِ ہل ن ہی</td><td>سک تی</td><td></td><td>گھا س می ای</td><td>ک سرخ کپ</td><td>ڑا ہے</td></tr>
<tr><td colspan="3">دن ڈھلا شام ہو گئی لیکن</td><td></td><td colspan="3">سانپ دریا کے پاس بیٹھا ہے</td></tr>
</table>

دن ڈ لا شا	م ہو گ ئی	لی کن		سا پ در یا	ک پا س بی	ٹھا	ہے
سرخ شاخوں کے بیچ بائیں طرف				شہد کی مکھیوں کا چھتّہ ہے			
سر خ شا خو	ک بی چ با	ءِ ط رف		شہ د کی مکھ	کھیوک چھت	تہ	ہے

غزل۶۰۔بحر ہزج مثمن سالم: مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن

مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن		مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن
ہماری شہرتوں کی موت بے نام و نشاں ہوگی					نہ کوئی تذکرہ ہوگا نہ کوئی داستاں ہوگی			
ہَ ما ری شہ	ر تو کی مو	تِ بے نامو	نِ شا ہو گی		نَ کو ئی تز	کِ را ہو گا	نَ کو ئی دا	سِ تا ہو گی
اگر میں لوٹنا چاہوں تو کیا میں لوٹ سکتا ہوں					وہ دنیا ساتھ جو میرے چلی تھی اب کہاں ہو گی			
ا گر می لو	ٹ نا چا ہو	ٹُ کا می لو	ٹ سک تا ہو		وُ دن یا سا	تھ جو می رے	چ لی تھی اب	ک ہا ہو گی
کسے معلوم تھا ہم لوگ اک بستر پہ سوئیں گے					حفاظت کے لیے تلوار اپنے درمیاں ہوگی			
کِ سے مع لو	م تھا ہم لو	گ اک بس تر	پ سوئے گے		حِ فاظت کے	لِ یے تل وا	راپ نے در	مِ یا ہو گی
زمینیں تو مرے اجداد نے ساری گنوا دی ہیں					مگر یہ ایک مٹھی خاک خود اپنا نشاں ہوگی			
ز می نی تو	م رے اج دا	د نے ساری	گَ وا دی ہی		م گر یے ای	ک مٹھ ٹھی خا	ک خد اپ نا	ن شا ہو گی
سمندر بوڑھے ہوجائیں گے اور اک فاحشہ مچھلی					ہمارے ساحلوں اور جنگلوں کی حکمراں ہوگی			
س من در بو	ڑِ ہو جائے	گِ اور ک فا	حِ شا مچھ لی		ہَ مارے سا	حِ لو ار جن	گَ لو کی حک	م را ہو گی

غزل۶۲۔بحر ہزج مثمن اخرب سالم: مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن

مف عو لُ	مَ فا عی لن	مف عو لُ	مَ فا عی لن		مف عو لُ	مَ فا عی لن	مف عو لُ	مَ فا عی لن
جب رات کو تنہائی سینے میں دھڑکتی ہے					یادوں کے دریچے میں چلمن سی سرکتی ہے			
جب را ت	کُ تن ہائی	سی نو م	دڑک تی ہے		یا دو ک	دری چے می	چل من سِ	سِ رک تی ہے
یہ چاندنی بھی جن کو چھوتے ہوئے ڈرتی ہے					دنیا انھیں پھولوں کو پیروں سے مسلتی ہے			
یہ چا د	نِ بھی جن کو	چھو تے ہُ	وِ ڈر تی ہے		دن یا اُ	نھِ پھو لو کو	پی رو سِ	م سل تی ہے
شہرت کی بلندی بھی پل بھر کا تماشہ ہے					جس ڈال پہ بیٹھے ہو وہ ٹوٹ بھی سکتی ہے			
شہ رت کِ	بُ لن دی بھی	پل بھر ک	ت ماشہ ہے		جس ڈا ل	پ بی ٹھی ہو	وہ ٹو ٹ	بھِ سک تی ہے
لوبان میں چنگاری جیسے کوئی رکھ جائے					یوں یاد تری شب بھر سینے میں سُلگتی ہے			
لو با ن	مَ چن گاری	کی سے کُ	ءِ رکھ جائے		یو یا د	ت ری شب بھر	سی نے می	سُ لگ تی ہے

آنسو کبھی پلکوں پر تا دیر نہیں رکتے					اُڑ جاتے ہیں یہ پنچھی جب شاخ لچکتی ہے			
آ سو ک	بھِ پل کو پر	تا دی ر	ن ہی رک تے		اُڑ جا ت	ہَ یہ پن چھی	جب شا خ	ل چک تی ہے

غزل ۶۳۔ بحرِ رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
پھول برسے کہیں شبنم کہیں گوہر برسے					اور اس دل کی طرف برسے تو پتھر برسے			
پھول برسے	کَ ہِ گو ہر	کَ ہِ شب نم	بر سے		او ر اس دل	کِ طَ رف بر	سِ تُ پتھ تھر	بر سے
بارشیں چھت پہ کھلی جگہوں پہ ہوتی ہیں مگر					غم وہ ساون ہے جو ان کمروں کے اندر برسے			
با رِ شی چھت	پَ کھُ لی جگ	ہُ پ ہو تی	ہ م گر		غم وُ ساون	ہ جُ ان کم	رُ ک ان در	بر سے
ہم سے مجبور کا غصہ بھی عجب بادل ہے					اپنے ہی دل سے اٹھے اپنے ہی دل پر برسے			
ہم س مج بو	رک غص صہ	بھِ عِ جب با	دل ہے		اپ ن ہی دل	س اُ ٹھے اپ	ن ہِ دل پر	بر سے
اب بھی محفوظ ہیں مٹی میں دفینے کتنے					رات پتھرائی ہوئی آنکھوں سے گوہر برسے			
اب بھِ مح فو	ظ ہَ مٹ ٹی	م د فی نے	کت نے		رات پتھ را	ءِ ہُ وی آ	کھُ سِ گو ہر	بر سے
کون کہتا ہے کہ رنگوں کے فرشتے اتریں					جو بھی برسے مگر اس بار تو گھر گھر برسے			
کو ن کہ تا	ہَ کِ رن گو	کِ فَ رش تے	ات رے		جو بھِ برسے	م گ رس با	ر تُ گھر گھر	بر سے

غزل ۶۴۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
سینے میں آگ آگ میں آہن بھی چاہیے					رم جھم برستا باتوں سے ساون بھی چاہیے			
سی نی م	آگ آگ	م آ ہن بھِ	چا ہِ ئے		رم جھم ب	رس تَ با تُ	سِ سا ون بھِ	چا ہِ ئے
سورج خود اپنی آگ سے سورج ہے آج تک					انسان کے مزاج میں الجھن بھی چاہیے			
سو رج خُ	دپ نِ آگ	سِ سو رج ہ	آ ج تک		ان سا ن	کے م زا ج	م ال جھن بھِ	چا ہِ ئے
اس فاحشہ زمیں کے لیے آسماں بنو					دنیا سمیٹ لینے کو دامن بھی چاہیے			
اس فا حِ	شہ زمی ک	لِ یے آس	ما ب نو		دن یا س	می ٹ لی ن	کُ دا من بھِ	چا ہِ ئے
کوئی فقیر ہوں جو کٹورہ لیے پھروں					کھانے کے ساتھ کھانے کے برتن بھی چاہیے			
کو ئی ف	قی ر ہو جُ	کَ ٹو رہ لِ	یے پھِ رو		کھانے ک	ساتھ کھان	ک بر تن بھِ	چا ہِ ئے
یوں زندگی کے سینے سے آنچل نہ کھینچیے					سچائیوں میں جھوٹ کا کچھ فن بھی چاہیے			

یو زن د	گی ک سی ن	س آچل ن	کھی چ یے		سچ چا ءِ	یوم جھوٹ	کَ کچھ فن بھِ	چا وِ ئے

غزل ۶۵۔ بحر متقارب مثمن سالم: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعُولن

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن
ان آنکھوں سے دن رات برسات ہوگی					اگر زندگی صرف جذبات ہوگی			
اِ نا کھو	سِ دن را	تِ بر سا	تِ ہو گی		اَ گر زن	دَ گی صر	فِ جذ با	تِ ہو گی
مسافر ہو تم بھی مسافر ہیں ہم بھی					کسی موڑ پر پھر ملاقات ہوگی			
مُ سا فر	ہُ تم بھی	مُ سا فر	ہَ ہم بھی		کِ سی مو	ڑ پر پھر	مُ لا قا	تِ ہو گی
صداؤں کو الفاظ ملنے نہ پائیں					نہ بادل گھریں گے نہ برسات ہوگی			
صَ دا وو	کُ ال فا	ظ مل نے	نَ پا ئے		نَ با دل	گھِ ری گے	نَ بر سا	تِ ہو گی
چراغوں کو آنکھوں میں محفوظ رکھنا					بڑی دور تک رات ہی رات ہو گی			
چَ را غو	کُ آ کھو	مِ مح فو	ظ رکھ نا		بَ ڑی دو	رِ تک را	تِ ہی را	تِ ہو گی
ازل سے ابد تک سفر ہی سفر ہے					کہیں صبح ہوگی کہیں رات ہوگی			
اَ زل سے	اَ بد تک	سَ فر ہی	سَ فر ہے		کَ ہی صب	ہِ ہو گی	کَ ہی را	تِ ہو گی

غزل ۶۶۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
اب ہوئی داستاں رقم بابا				انگلیاں ہوگئیں قلم بابا		
اب ہُ وی دا	سِ تا ر قم	با با		اگ لِ یا ہو	گَ ئی ر قم	با با
دودھ کی نہر ہر غزل ہو گی				اپنا تیشہ یہی قلم بابا		
دو دِ کی نہ	رِ ہر غ زل	ہو گی		اپ نَ تی شہ	یَ ہی قَ لم	با با
چاند اکثر اداس رہتا ہے				اس کو آخر ہے کس کا غم بابا		
چا د اک ثر	اُ دا سِ رہ	تا ہے		اس کُ آ خر	ہَ کس کَ غم	با با
اب تو تنہائیاں بھی کہتی ہیں				ہے ترا بھی کوئی صنم بابا		
اب تُ تن ہا	ءِ یا بھِ کہ	تی ہی		ہے تِ را بھی	کُ ئی ص نم	با با
عشق نے یہ بھی رتبہ ہم کو دیا				لوگ کہتے ہیں محترم بابا		
عش ق نے یہ	بھِ رت بَ ہم	کُ دِ یا		لوگ کہ تے	ہَ مح ت رم	با با

مجموعہ کلام ”آمد“ کی غزلوں کی تقطیع

غزل ۱۔ بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول مفاعیل مفاعیل فَعُولن

مف عو لُ	م فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن		مف عو لُ	م فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن
میں نے تری آنکھوں میں پڑھا اللہ ہی اللہ					سب بھول گیا یاد رہا اللہ ہی اللہ			
می نے تِ	رِ آ کھو مِ	پ ڑھا ال لَ	ہِ ال لا		سب بھول	گَ یا یا د	ر ہا ال ل	ہِ ال لا
پھولوں میں بسی چاندنی راتوں کی نمازیں					خوشبو سی ستاروں کی دُعا اللہ ہی اللہ			
پھو لو م	ب سی چا د	نِ را تو کِ	نَ ما زی		خش بو سِ	سِ تا رو کِ	د عا ال لَ	ہِ ال لا
بادل کی عبادت ہے برستا ہوا پانی					آنسو کی غزل حمد و ثنا اللہ ہی اللہ			
با دل کِ	عِ با دت ہَ	بَ رس تا ہُ	وَ پا نی		آ سو کِ	غ زل حم دُ	ث نا ال لَ	ہِ ال لا
اک پھول نے کونین کی دولت مجھے دے دی					آنسو سے ہتھیلی پہ لکھا اللہ ہی اللہ			
اک پھو ل	نِ کو نی نِ	کِ دولت مُ	جھِ دے دی		آ سو سِ	ہَ تھی لی پَ	لِ کھا ال لَ	ہِ ال لا
ہم دونوں اسی پاک سمندر کی ہیں لہریں					لا ہاتھ مرے ہاتھ میں لا اللہ ہی اللہ			
ہم دو نُ	اِ سی پا کِ	سَ من در کِ	ہِ لہ ری		لا ہا تھ	م رے ہا تھ	م لا ال لَ	ہِ ال لا

غزل ۲۔ بحر کامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
یوں ہی بے سبب نہ پھرا کرو کسی شام گھر بھی رہا کرو وہ غزل کی سچی کتاب ہے اسے چپکے چپکے پڑھا کرو			
یُ ہِ بے س بب	نَ پھ را ک رو	کِ سِ شا م گھر	بھِ ر ہا ک رو
وُ غ زل کِ سچ	چِ کِ تا ب ہے	اِ سِ چپ ک چپ	کِ پ ڑھا ک رو
کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا جو گلے ملو گے تپاک سے یہ نئے مزاج کا شہر ہے ذرا فاصلوں سے ملا کرو			
کُ ءِ ہا تھ بھی	نَ مِ لا ءِ گا	جُ گَ لے مِ لو	گِ تَ پا کِ سے
یِ نَ یے مِ زا	جِ کَ شہ ر ہے	ذ رَ فا صِ لو	سِ مِ لا کَ رو
ابھی راہ میں کئی موڑ ہیں کوئی آئے گا کوئی جائے گا تمھیں جس نے دل سے بھلا دیا اسے بھولنے کی دعا کرو			

اَ بھِ را ہِ می	کِ ءِ مو ڑ ہی	کُ ءِ آ یِ گا	کُ ءِ جا یِ گا
تُ مِ جس نِ دل	سِ بھُ لا دِ یا	اُ سِ بھو لِ نے	کِ دُ عا کَ رو

مجھے اشتہار سی لگتی ہیں یہ محبتوں کی کہانیاں
جو کہا نہیں وہ سنا کرو جو سنا نہیں وہ کہا کرو

مُ جھِ اش تِ ہا	ر سِ لگ تِ ہی	یِ مُ حب بَ تو	کِ کَ ہا نِ یا
جُ کَ ہا نَ ہی	وُ سُ نا کَ رو	جُ سُ نا نَ ہی	وُ کَ ہا کَ رو

کبھی حُسن پردہ نشیں بھی ہو ذرا عاشقانہ لباس میں
جو میں بن سنور کے کہیں چلوں مرے ساتھ تم بھی چلا کرو

کَ بھِ حس نِ پر	دَ نَ شی بھِ ہو	ذَ رَ عا شِ قا	نَ لِ با س می
جُ م بن سَ ور	کِ چَ لو ک ہی	مِ رِ سا تھِ تم	بھِ چَ لا کَ رو

غزل ۳۔ بحر کامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن

کوئی پھول دھوپ کی پتیوں میں ہرے ربن سے بندھا ہوا
وہ غزل کا لہجہ نیا نیا نہ کہا ہوا نہ سنا ہوا

کُ ءِ پھو ل دھو	پ کِ پت ت یو	م ہَ رے ر بن	سِ بَ دھا ہ وا
وُ غ زل کَ لہ	جَ نَ یا نَ یا	نَ کَ ہا ہُ وا	نَ سُ نا ہ وا

جسے لے گئی ہے ابھی ہوا وہ ورق تھا دل کی کتاب کا
کہیں آنسوؤں سے مٹا ہوا کہیں آنسوؤں سے لکھا ہوا

جِ س لے گَ ئی	ہَ اَ بھی ہَ وا	وُ وَ رق تھَ دل	کِ کِ تا ب کا
کَ ہِ آ سِ وو	سِ مِ ٹا ہُ وا	کَ ہِ آ سِ وو	سِ لِ کھا ہُ وا

کئی میل ریت کو کاٹ کر کوئی موج پھول کھلا گئی
کوئی پیڑ پیاس سے مر رہا ہے ندی کے پاس کھڑا ہوا

کِ ءِ می لِ ری	تِ کُ کا ٹ کر	کُ ءِ مو جِ پھو	لِ کھِ لا گَ ئی
کُ ءِ پی ڑ پا	سِ سِ مر رَ ہا	ہَ نَ دی کِ پا	سِ کھَ ڑا ہُ وا

وہی خط کہ جس پہ جگہ جگہ دو مہکتے ہونٹوں کے چاند تھے

کسی بھولے بسرے سے طاق پر تہہِ گرد ہو گا دبا ہوا			
وُ ہِ خط کِ جس	پَ جَ گہ جَ گہ	دُ مَ ہک تِ ہو	ٹُ کِ چا د تھے
کِ سِ بھو لِ بس	رِ سِ طا ق پر	تَ ہِ گر دِ ہو	گَ دَ با ہُ وا
مجھے حادثوں نے سجا سجا کے بہت حسین بنا دیا مرا دل بھی جیسے دلہن کا ہاتھ ہو مہندیوں سے رچا ہوا			
مُ جھِ حا دِ ثو	نِ سَ جا سَ جا	کِ بِ ہت ح سی	نِ بَ نا دِ یا
م ر دل بھِی جی	سِ دُ لہن کَ ہا	تھ ہُ مہہ دِ یو	سِ رَ چا ہُ وا

غزل۴۔ بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول مفاعیل مفاعیل فعُولن

مف عو لُ	م فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن		مف عو لُ	م فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن
آنکھوں میں رہا دل میں اتر کر نہیں دیکھا					کشتی کے مسافر نے سمندر نہیں دیکھا			
آ کھو م	رہا دل م	اُ تر کر نَ	ہِ دی کھا		کش تی کِ	مُ سا فرنِ	س من در نَ	ہِ دی کھا
بے وقت اگر جاؤں گا سب چونک پڑیں گے					اک عمر ہوئی دن میں کبھی گھر نہیں دیکھا			
بے وق ت	اَ گر جا ؤ	گَ سب چوک	پَ ری گے		اک عم ر	ہُ وی دن م	ک بھی گھر نَ	ہِ دی کھا
جس دن سے چلا ہوں مری منزل پہ نظر ہے					آنکھوں نے کبھی میل کا پتھر نہیں دیکھا			
جس دن سِ	چَ لا ہو مِ	رِ من زل پَ	نَ ظر ہے		آ کھو نِ	کَ بھی می ل	کَ پتھ تھر نَ	ہِ دی کھا
یہ پھول مجھے کوئی وراثت میں ملے ہیں					تم نے مرا کانٹوں بھرا بستر نہیں دیکھا			
یِ پھو ل	مُ جھے کو ءِ	وَ را ثت م	مِ لے ہی		تم نے م	رَ کا ٹو بھَ	رَ بس تر نَ	ہِ دی کھا
پتھر مجھے کہتا ہے مرا چاہنے والا					میں موم ہوں اس نے مجھے چھو کر نہیں دیکھا			
پتھ تھر مُ	جھِ کہ تا ہَ	م را چا ہِ	نِ وا لا		می مو م	ہُ اس نے مُ	جھِ چھو کر نَ	ہِ دی کھا

غزل۵۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
چمک رہی ہے پروں میں اُڑان کی خوشبو					بلا رہی ہے بہت آسمان کی خوشبو			
چَ مک رہی	ہَ پَ رو می	اُ ڑا نِ کی	خش بو		بُ لا رَ ہی	ہَ بَ ہت آ	س ما ن کی	خش بو
بھٹک رہی ہے پرانی دلائیاں اوڑھے					حویلیوں میں مرے خاندان کی خوشبو			
بھ ٹک رہی	ہَ پُ را نی	دَ لا ءِ یا	او ڑھے		ح وی لِ یو	م م رے خا	ن دا ن کی	خش بو

<table>
<tr><td colspan="4">سُنا کے کوئی کہانی ہمیں سلاتی تھی</td><td></td><td colspan="4">دُعاؤں جیسی بڑے پاندان کی خوشبو</td></tr>
<tr><td>سُ نا کِ کو</td><td>ء کَ ہا نی</td><td>ہ می س نا</td><td>تی تھی</td><td></td><td>دُ عا ؤ جی</td><td>سِ بَ ڑے پا</td><td>ن دا ن کی</td><td>خش بو</td></tr>
<tr><td colspan="4">وہ عطر دان سا لہجہ مرے بزرگوں کا</td><td></td><td colspan="4">رَچی بسی ہوئی اُردو زبان کی خوشبو</td></tr>
<tr><td>وُ عط ر دا</td><td>نِ سَ لہ جہ</td><td>م رے بُ زر</td><td>گو کا</td><td></td><td>رچی ب سی</td><td>ہُ وِ اُر دو</td><td>ز با ن کی</td><td>خش بو</td></tr>
<tr><td colspan="4">گلوں پہ لکھتی ہوئی لا الہ الا اللہ</td><td></td><td colspan="4">پہاڑیوں سے اترتی اذان کی خوشبو</td></tr>
<tr><td>گُ لوپَ لکھ</td><td>تِ ہُ وی لا</td><td>اِ لا ہَ اِل</td><td>لل لا</td><td></td><td>پ ہا ڑِ یو</td><td>سِ اُ تر تی</td><td>اَ ذا نِ کی</td><td>خش بو</td></tr>
</table>

غزل٦۔ بحر ہزج مثمن سالم: مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن

<table>
<tr><td>مَ فا عی لن</td><td>مَ فا عی لن</td><td>مَ فا عی لن</td><td>مَ فا عی لن</td><td></td><td>مَ فا عی لن</td><td>مَ فا عی لن</td><td>مَ فا عی لن</td><td>مَ فا عی لن</td></tr>
<tr><td colspan="4">ہنسی، معصوم سی بچوں کی کاپی میں عبارت سی</td><td></td><td colspan="4">ہرن کی پیٹھ پر بیٹھے پرندوں کی شکایت سی</td></tr>
<tr><td>ہَ سی مع صو</td><td>م سی بچ چو</td><td>کِ کا پی می</td><td>عِ بارت سی</td><td></td><td>ہِ رن کی پی</td><td>ٹھ پر بی ٹھے</td><td>پَ رن دو کی</td><td>شِ کایت سی</td></tr>
<tr><td colspan="4">وہ جیسے سردیوں میں گرم کپڑے دے فقیروں کو</td><td></td><td colspan="4">لبوں پہ مسکراہٹ تھی مگر کیسی حقارت سی</td></tr>
<tr><td>وُ جی سے سر</td><td>دِ یو می گر</td><td>مِ کپ ڑے دے</td><td>فَ قی رو کو</td><td></td><td>لَ بو پہ مس</td><td>ک راہٹ تھی</td><td>م گر کی سی</td><td>ح قارت تھی</td></tr>
<tr><td colspan="4">اداسی پت جھڑوں کی شام اوڑھے راستہ تکتی</td><td></td><td colspan="4">پہاڑی پر ہزاروں سال کی کوئی عمارت سی</td></tr>
<tr><td>اُ دا سی پت</td><td>جھ ڑو کی شا</td><td>م اوڑھے را</td><td>سِ تہ تک تی</td><td></td><td>پ ہاڑی پر</td><td>ہَ زا رو سا</td><td>ل کی کو ئی</td><td>عَ مارت سی</td></tr>
<tr><td colspan="4">سجائے بازوؤں پر بازو وہ میداں میں تنہا تھا</td><td></td><td colspan="4">چمکتی تھی یہ بستی دھوپ میں تاراج و غارت سی</td></tr>
<tr><td>سَ جائے با</td><td>ز وو پر با</td><td>ز وہ می دا</td><td>مَ تن ہا تھا</td><td></td><td>چ مک تی تھی</td><td>یِ بس تی دھو</td><td>پ می تا را</td><td>جُ غارت سی</td></tr>
<tr><td colspan="4">کھلا دے پھول میرے باغ میں پیغمبروں جیسا</td><td></td><td colspan="4">رقم ہو جس کی پیشانی پہ اک آیت بشارت سی</td></tr>
<tr><td>کھِ لا دے پھو</td><td>ل می رے با</td><td>غ می پی غم</td><td>ب رو جی سا</td><td></td><td>ر قم ہو جا</td><td>کِ پی شانی</td><td>پَ اک آیت</td><td>بَ شارت سی</td></tr>
</table>

غزل٧۔ بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف:

فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

<table>
<tr><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td></tr>
<tr><td colspan="8">ناریل کے درختوں کی پاگل ہوا، کھل گئے بادباں لوٹ جا، لوٹ جا
سانولی سرزمیں پر میں اگلے برس، پھول کھلنے سے پہلے ہی آجاؤں گا</td></tr>
<tr><td>نا ر یل</td><td>کے د رخ</td><td>تو کِ پا</td><td>گل ہ وا</td><td>کھل گ ئے</td><td>با د با</td><td>لو ٹ جا</td><td>لو ٹ جا</td></tr>
</table>

<table dir="rtl">
<tr><td>سا و لی</td><td>سر ز می</td><td>پر مِ اگ</td><td>لے ب رس</td><td>پھو ل کھل</td><td>نے سِ پہ</td><td>لے ہِ آ</td><td>جا ءُ گا</td></tr>
<tr><td colspan="8">گرم کپڑوں کا صندوق مت کھولنا ورنہ یادوں کی کافور جیسی مہک
خون میں آگ بن کر اتر جائے گی صبح تک یہ مکاں خاک ہو جائے گا</td></tr>
<tr><td>گر م کپ</td><td>ڑو کَ صن</td><td>دو ق مت</td><td>کھو ل نا</td><td>ور نَ یا</td><td>دو کِ کا</td><td>فو ر جی</td><td>سی م ہک</td></tr>
<tr><td>خو ن می</td><td>آ گ بن</td><td>کر اُ تر</td><td>جا ءِ گی</td><td>صب ح تک</td><td>یہ م کا</td><td>خا ک ہو</td><td>جا ءِ گا</td></tr>
<tr><td colspan="8">لان میں ایک بھی بیل ایسی نہیں جو دیہاتی پرندے کے پر باندھ لے
جنگلی آم کی جان لیوا مہک جب بلائے گی واپس چلا جائے گا</td></tr>
<tr><td>لا ن می</td><td>ای ک بھی</td><td>بی ل ای</td><td>سی ن ہی</td><td>جو د ہا</td><td>تی پ رن</td><td>دے ک پر</td><td>با د لے</td></tr>
<tr><td>جن گ لی</td><td>آ م کی</td><td>جا ن لی</td><td>وا م ہک</td><td>جب ب لا</td><td>ئے گِ وا</td><td>پس چ لا</td><td>جا ءِ گا</td></tr>
<tr><td colspan="8">میرے بچپن کے مندر کی وہ مورتی دھوپ کے آسماں پہ کھڑی تھی مگر
ایک دن جب مرا قد مکمل ہوا اس کا سارا بدن برف میں دھنس گیا</td></tr>
<tr><td>می ر بچ</td><td>پن ک من</td><td>در کِ وہ</td><td>مو ر تی</td><td>دھو پ کے</td><td>آ س ما</td><td>پہ کھ ڑی</td><td>تھی م گر</td></tr>
<tr><td>ای ک دن</td><td>جب م را</td><td>قد م کم</td><td>مل ہُ وا</td><td>اس کَ سا</td><td>را ب دن</td><td>بر ف می</td><td>دس گ یا</td></tr>
<tr><td colspan="8">ان گنت کالے کالے پرندوں کے پر ٹوٹ کر زرد پانی کو ڈھکنے لگے
فاختہ دھوپ کے پل پہ بیٹھی رہی رات کا ہاتھ چپ چاپ بڑھتا رہا</td></tr>
<tr><td>ان گِ نت</td><td>کا ل کا</td><td>لے پ رن</td><td>دو ک پر</td><td>ٹو ٹ کر</td><td>زر د پا</td><td>نی کُ ڈھک</td><td>نے ل گے</td></tr>
<tr><td>فا خ تہ</td><td>ڈھو پ کے</td><td>پل پ بی</td><td>ٹھی ر ہی</td><td>را ت کا</td><td>ہا تھ چپ</td><td>چا پ بڑ</td><td>تا گ یا</td></tr>
</table>

غزل۸۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

<table dir="rtl">
<tr><td>مَ فاعِ لن</td><td>فَ عِ لا تن</td><td>م فا عِ لن</td><td>فعْ لن</td><td></td><td>مَ فاعِ لن</td><td>فَ عِ لا تن</td><td>م فا عِ لن</td><td>فعْ لن</td></tr>
<tr><td colspan="4">سنوار نوک پلک ابروؤں میں خم کر دے</td><td></td><td colspan="4">گرے پڑے ہوئے لفظوں کو محترم کر دے</td></tr>
<tr><td>س وا ر نو</td><td>کَ پ لک اب</td><td>رُ وؤ کُ خم</td><td>کر دے</td><td></td><td>گِ رے پَ ڑے</td><td>ہُ وِ لف ظو</td><td>کُ مح ت رم</td><td>کر دے</td></tr>
<tr><td colspan="4">غرور اس پہ بہت سجتا ہے مگر کہہ دو</td><td></td><td colspan="4">اسی میں اس کا بھلا ہے غرور کم کر دے</td></tr>
</table>

غ رو ر اس	پ ب ہت سج	ت ہے م گر	کہہ	دو		اِ سی م اس	ک بھ لا ہے	غ رو ر کم	کر	دے
یہاں لباس کی قیمت ہے آدمی کی نہیں						مجھے گلاس بڑے دے شراب کم کر دے				
ی ہا لِ با	سِ کِ قی مت	ہَ آ د می	کِ نَ ہی			مُ جھے گِ لا	سِ بڑے دے	شَ راب کم	کر دے	
چمکنے والی ہے تحریر میری قسمت کی						کوئی چراغ کی لو کو ذرا سا کم کر دے				
چ مک نِ وا	لِ ہَ قس مت	م رے مُ قد	در کی			کُ ئی چ را	غ کِ لو کو	ذ را سَ کم	کر دے	
کسی نے چوم کے آنکھوں کو یہ دعا دی تھی						زمین تیری خدا موتیوں سے نم کر دے				
کِ سی نِ چو	م کِ آ کھو	کُ یہ دُ عا	دی تھی			ز می ن تی	رِ خُ دا مو	تِ یو سِ نم	کر دے	

غزل۹۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
کوئی لشکر ہے کہ بڑھتے ہوئے غم آتے ہیں					شام کے سائے بہت تیز قدم آتے ہیں			
کو ءِ لش کر	ہَ کِ بڑھ تے	ہُ وِ غم آ	تے ہی		شام کے سا	ءِ بَ ہت تی	زِ قَ دم آ	تے ہی
دل وہ درویش ہے جو آنکھ اٹھاتا ہی نہیں					اس کے دروازے پہ سو اہلِ کرم آتے ہیں			
دل وُ در وی	ش ہَ جو آ	کھِ اُ ٹھا تا	ہِ نَ ہی		اس کِ در وا	زِ پ سو اہ	لِ کَ رم آ	تے ہی
مجھ سے کیا بات لکھانی ہے کہ اب میرے لیے					کبھی سونے کبھی چاندی کے قلم آتے ہیں			
مجھ سِ کا با	تِ لِ کھانی	ہَ کِ اب می	رِ لِ یے		ک بھی سونے	کَ بھی چا دی	کِ قَ لم آ	تے ہی
میں نے دو چار کتابیں تو پڑھیں ہیں لیکن					شہر کے طور طریقے مجھے کم آتے ہیں			
می نِ دو چا	رِ کِ تا بی	تُ پ ڑھی ہی	لی کن		شہ ر کے طو	ر طَ ری قے	مُ جھِ کم آ	تے ہی
خوب صورت سا کوئی حادثہ آنکھوں میں لیے					گھر کی دہلیز پہ ڈرتے ہوئے ہم آتے ہیں			
خوب صورت	سَ کُ ئی حا	دِ ثَ آ کھو	مِ لِ یے		گھر کِ دہ لی	زِ پ ڈر تے	ہُ وِ ہم آ	تے ہی

غزل۱۰۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
وہ درودوں کے سلاموں کے نگر یاد آئے					نعتیں پڑھتے ہوئے قصبات کے گھر یاد آئے			
وہ دَ رو دو	کِ سَ لا مو	کِ نَ گر یا	دا ئے		نع تِ پڑ تے	ہُ وِ قص با	تِ کِ گھر یا	دا ئے
گھر کی مسجد میں وہ نورانی اذاں سے چہرے					ان مشینوں میں دعاؤں کے شجر یاد آئے			
گھر کِ مس جد	مَ وُ نو را	نِ اَ ذا سے	چہ رے		ان مَ شی نو	مَ دُ عا وو	کِ شَ جر یا	دا ئے

شام کے بعد کچہری کا تھکا سنّاٹا					بے گناہی کو عدالت کے ہنر یاد آئے			
شام کے بع	دِکَ چہ ری	کَ تھ کا سن	نا ٹا		بے گُ نا ہی	کُ ع دالت	کِ ہُ نر یا	دا ئے
میرے سینے میں کوئی سانس چھپا کرتی ہے					جیسے مزدور کو پردیس میں گھر یاد آئے			
می رِ سی نے	مِ کُ ئی سا	سِ چِ بھا کر	تی ہے		جی س مز دو	ر کُ پر دی	س م گھر یا	دا ئے
کتنے خط آئے گئے شاخ میں پھولوں کی طرح					آج دریا میں چراغوں کے سفر یاد آئے			
کت نِ خط آ	ءِ گ ئے شا	خ م پھو لو	کِ ط رح		آ ج در یا	م چ را غو	کِ س فر یا	دا ئے

غزل ۱۱۔ بحر ہزج مثمن سالم: مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن

مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن		مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن
اندھیرے راستوں میں یوں تری آنکھیں چمکتی ہیں					خدا کی برکتیں جیسے پہاڑوں پر اُترتی ہیں			
اَدھی رے را	سِ تو می یوِ	ت ری آ کھی	چ مک تی ہی		خ دا کی بر	کَ تی جی سی	پ ہا ڑو پر	اُ تر تی ہی
محبت کرنے والے جب کبھی آنسو بہاتے ہیں					دلوں کے آئینے دھوتی ہوئی پلکیں سنورتی ہیں			
مُ حب بت کر	نِ والے جب	کَ بھی آسو	بَ ہا تے ہی		دِ لو کے آ	ءِ نے دھوتی	ہُ وی پل کی	سَ ور تی ہی
دھواں سی بدلیوں کو دیکھ کر اکثر وہ کہتی تھی					ہمیشہ چاندنی میں بے وفا روحیں بھٹکتی ہیں			
دُ وا سی بد	لِ یو کو دی	کھِ کرا ک ثر	وُ کہ تی تھی		ہَ می شہ چا	دِ نی می بے	وَ فا رو حی	بھ ٹک تی ہی
ہماری زندگی میں پھول بن کر کوئی آیا تھا					اسی کی یاد میں اب تک یہ تحریریں مہکتی ہیں			
ہَ ماری زن	دَ گی می پھو	ل بن کر کو	ءِ آ یا تھا		اُ سی کی یا	دمی اب تک	یِ تح ری ری	م ہک تی ہی
مجھے لگتا ہے دل کھینچ کر چلا آتا ہے ہاتھوں پر					تجھے لکھوں تو میری انگلیاں ایسی دھڑکتی ہیں			
مُ جھے لگ تا	ہَ دل کھچ کر	چَ لا آ تا	ہَ ہا تھو پر		تُ جھے لکھو	تُ میرری اگ	لِ یا ای سی	دڑک تی ہی

غزل ۱۲۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن
اُداس آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے ہیں					یہ موتیوں کی طرح سیپیوں میں پلتے ہیں			
اُ دا سِ آ	کھُ سِ آ سو	نَ ہی نِ کل	تے ہی		یِ موت یو	کِ طَ رح سی	پ یو م پل	تے ہی
گھنے دھویں میں فرشتے بھی آنکھ ملتے ہیں					تمام رات کھجوروں کے پیڑ جلتے ہیں			
گھَ نے دُ وی	مَ فَ رش تے	بھِ آ کھ مل	تے ہی		ت مام را	ت کھ جو رو	کِ پی ڑ جل	تے ہی
میں شاہ راہ نہیں راستے کا پتھر ہوں					یہاں سوار بھی پیدل اتر کے چلتے ہیں			

م شا ہ را	ہِ نَ ہی را	سِ تے کَ پتھ	تھر ہو			یَ ہا سَ وا	رِ بھِ پِی دل	اُتر کِ چل	تے ہی
انھیں کبھی نہ بتانا میں ان کی آنکھوں میں						وہ لوگ پھول سمجھ کر مجھے مسلتے ہیں				
اُنھی کَ بھی	نَ بَ تا نا	م ان کِ آ	کھو	می		وُلوگ پھو	لِ سَ مجھ کر	مُ جھے مَ سل	تے	ہی
کئی ستاروں کو میں جانتا ہوں بچپن سے						کہیں بھی جاؤں مرے ساتھ ساتھ چلتے ہیں				
کِ ئی سِ تا	رُ کُ می جا	ن تا ہو بچ	پن	سے		کَ ہی بھی جا	وُ مِ رے سا	تھ ساتھ چل	تے	ہی

غزل ۱۳۔ بحر رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن
آندھیوں کے ساتھ کیا منظر سہانے آئے ہیں					آج میدانوں میں باغوں کے خزانے آئے ہیں			
آ دِ یو کے	ساتھ کا من	ظر سُ ہانے	آ ءِ ہی		آ ج می دا	نو م با غو	کے خ زانے	آ ءِ ہی
اب مرے تلوؤں کے نیچے کی زمیں آزاد ہے					آسمانوں سے مجھے بادل بلانے آئے ہیں			
اب م رے تل	وو ک نی چے	کی ز می آ	زا د ہی		آ س ما نو	سے مُ جھے با	دل بُ لانے	آ ءِ ہی
ریت سے دریا اٹے ہیں خاک سے جھیلیں پٹیں					یہ پرندے خون میں شاید نہانے آئے ہیں			
ری ت سے در	یا اَ ٹے ہی	خاک سے جھی	لی پ ٹی		یہ پ رن دے	خو ن می شا	ید ن ہانے	آ ءِ ہی
خواب جس دل میں رہا کرتے تھے کب کا مر چکا					کس کا دروازہ یہ بچے کھٹکھٹانے آئے ہیں			
خاب جس دل	می ر ہا کر	تے تھ کب کا	مر چ کا		کس ک در وا	زاِ بچ چے	کھٹ کھ ٹانے	آ ءِ ہی
ان میں روشن ہیں ابھی تک تیرے بوسوں کے چراغ					اس لیے ہم اپنی آنکھیں خود بچھانے آئے ہیں			
ان م روشن	ہی ابھی تک	تی ر بو سو	کے چ راغ		اس لِ یے ہم	اپ نِ آ کھی	خد بِ چھانے	آ ءِ ہی

غزل ۱۴۔ بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول مفاعیل مفاعیل فعُولن

مف عو لُ	م فا عی لُ	م فا عی لُ	ف عو لن		مف عو لُ	م فا عی لُ	م فا عی لُ	ف عو لن
ہونٹوں پہ محبت کے فسانے نہیں آتے					ساحل پہ سمندر کے خزانے نہیں آتے			
ہو ٹو پ	مُ حب بت کِ	فَ سانے ن	ہِ آ تے		سا حل پ	س من در کِ	خ زانے ن	ہِ آ تے
پلکیں بھی چمک اٹھتی ہیں سونے میں ہماری					آنکھوں کو ابھی خواب چھپانے نہیں آتے			
پل کی بھِ	چ مک اٹھ تِ	ہَ سو نے مِ	ہَ ما ری		آ کھو کُ	اَ بھی خا ب	چھ پانے نَ	ہِ آ تے
دل اُجڑی ہوئی ایک سرائے کی طرح ہے					اب لوگ یہاں رات جگانے نہیں آتے			
دل اج ڑ	ہُ وی ای ک	سَ رائے کِ	ط رح ہے		اب لوگ	ی ہا را ت	ج گانے نَ	ہِ آ تے

یارو نئے موسم نے یہ احسان کیے ہیں					اب یاد مجھے درد پرانے نہیں آتے			
یا رو ن	یِ موسم ن	یِ اح سان	کِ ئے ہی		اب یا د	مُ جھے در د	پُ رانے نَ	ہِ آ تے
اُڑنے دو پرندوں کو ابھی شوخ ہوا میں					پھر لوٹ کے بچپن کے زمانے نہیں آتے			
اُڑ نے دُ	پ رن دو کُ	اَ بھی شو خ	ہَ وا می		پھر لو ٹ	کِ بچ پن کِ	ز ما نے نَ	ہِ آ تے

غزل۱۵۔بحر رمل مثمن محذوف:فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فا عِ لن		فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فا عِ لن
ان کو آئینہ بنایا دھوپ کا چہرہ مجھے					راستہ پھولوں کا سب کو آگ کا دریا مجھے			
ان کُ آئی	نا ب نا یا	دھوپ کا چہ	را مُ جھے		راسِ تا پھو	لوکَ سب کو	آگ کا در	یا مُ جھے
چاند چہرہ زلف دریا بات خوشبو دل چمن					ایک تمھیں دے کر خدانے دے دیا کیا کیا ہمیں			
چا د چہ را	زل ف دریا	بات خش بو	دل چ من		اک ٹ می دے	کرخُ دانے	دے دِ یا کا	کا ہَ می
جس طرح واپس کوئی لے جائے اپنی چھٹیاں					جانے والا اس طرح سے کر گیا تنہا مجھے			
جس طَ رح وا	پس کُ ئی لے	جاءِ اپ نی	چھٹ ٹ یا		جا نِ وا لا	اس طرح سے	کرگَ یاتن	ہا مُ جھے
تم نے دیکھا ہے کسی میرآ کو مندر میں کبھی					ایک دن اس نے خدا سے اس طرح مانگا مجھے			
تم نِ دی کھا	ہے کِ سی می	راکُ من در	می کَ بھی		ای ک دن اس	نے خُ دا سے	اس ط رح ما	گا مُ جھے
میری مٹھی میں سلگتی ریت رکھ کر چل دیا					کتنی آوازیں دیا کرتا تھا یہ دریا مجھے			
می رِ مٹھی می	می سُ لگ تی	ری تِ رکھ کر	چل دِ یا		کت نِ آوا	زی دِ یا کر	تا تھ یہ در	یا مُ جھے

غزل۱۶۔بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف:مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فاعِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فاعِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
سنسان راستوں سے سواری نہ آئے گی					اب دھول سے اٹی ہوئی لاری نہ آئے گی			
سن سا ن	راس تو س	س واری ن	آ ءِ گی		اب دھول	سے اَ ٹی ہُ	وِ لا ری نَ	آ ءِ گی
چھپر کے چائے خانے بھی اب اونگھنے لگے					پیدل چلو کہ کوئی سواری نہ آئے گی			
چھپ پر کِ	چا ءِ خا نِ	بھِ اب اوگھ	نے ل گے		پِ دل چ	لو کِ کو ءِ	س واری نَ	آ ءِ گی
تحریر و گفتگو میں کسے ڈھونڈتے ہیں لوگ(۱)					تصویر میں بھی شکل ہماری نہ آئے گی			
تح ری ر	گف ت گو م	کِ سے ڈھوڈ	تے ہِ لوگ		تص وی ر	می بھِ شک ل	ہَ ما ری نَ	آ ءِ گی
سر پر زمین لے کے ہواؤں کے ساتھ جا					آہستہ چلنے والے کی باری نہ آئے گی			

سر پر ز	می ن لے کِ	ہَ وا وو کِ	سا تھ جا		آ ہس تَ	چل نِ والِ	کِ باری نَ	آ ءِ گی
پہچان ہم نے اپنی مٹائی ہے اس طرح					بچوں میں کوئی بات ہماری نہ آئے گی			
پہ چا ن	ہم نِ اپ نِ	مِ ٹا ئی ہَ	اس ط رح		بچ چو م	کو ءِ با ت	ہَ ما ری نَ	آ ءِ گی

غزل۱۷۔ متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
میری آنکھوں میں غم کی نشانی نہیں					پتھروں کے پیالوں میں پانی نہیں			
می رِ آ	کھو مِ غم	کی نِ شا	نی ن ہی		پتھ تھ رو	کے پ یا	لو مِ پا	نی ن ہی
میں تجھے بھول کر بھی نہیں بھولتا					پیار سونا ہے سونے کا پانی نہیں			
می تُ جھے	بھو ل کر	بھی ن ہی	بھو ل تا		پا ر سو	نا ہَ سو	نے کَ پا	نی ن ہی
میری اپنی بھی مجبوریاں ہیں بہت					میں سمندر ہوں پینے کا پانی نہیں			
می ر اپ	نی بھِ مج	بو رِ یا	ہی ب ہت		می س من	در ہُ پی	نے کَ پا	نی ن ہی
میرا چہرہ لکیروں میں تقسیم ہے					آئینوں سے مجھے بدگمانی نہیں			
می رَ چہ	را ل کی	رو م تق	سی م ہے		آ ءِ نو	سے م جھے	بد گُ ما	نی ن ہی
شام کے بعد بچوں سے کیسے ملوں					اب مرے پاس کوئی کہانی نہیں			
شا م کے	بع د بچ	چو س کی	سے م لو		اب م رے	پا س کو	ئی ک ہا	نی ن ہی

غزل۱۸۔ بحر متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
اس طرح ساتھ نبھنا ہے دشوار سا					میں بھی تلوار سا تو بھی تلوار سا			
اس ط رح	سا تھ نبھ	نا ہِ دش	وا ر سا		می بھِ تل	وا رِ سا	تو بھِ تل	وا رِ سا
اپنا رنگ غزل اس کے رخسار سا					دل چمکنے لگا ہے رخ یار سا			
اپ ن رن	گے غ زل	اس کِ رخ	سا ر سا		دل چ مک	نے ل گا	ہے ر خے	یا ر سا
خوب صورت سی پاؤں میں زنجیر ہو					گھر میں بیٹھا رہوں میں گرفتار سا			
خو ب صو	رت سِ پا	وو م زن	جی ر ہو		گھر م بی	ٹھا ر ہو	می گِ رف	تا ر سا
میں فرشتوں کی صحبت کے لائق نہیں					ہم سفر ہوتا کوئی گنہگار سا			
می ف رش	تو کِ صح	بت کِ لا	ئق ن ہی		ہم س فر	ہو تَ کو	ئی گُ نہ	گا ر سا

گڑیا گڈے کو بیچا خریدا گیا					گھر سجایا گیا رات بازار سا			
گڑ یَ گڈ	ڈے کُ بی	چا خ ری	دا گ یا		گھر س جا	یا گ یا	را ت با	زا ر سا

غزل ۱۹۔ بحر رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فاعِ لاتن	فاعِ لاتن	فاعِ لاتن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فاعِ لاتن	فاعِ لاتن	فا عِ لن
اس طرح دنیا ملی شکوہ گلہ کوئی نہیں					میں سمجھتا تھا مرا تیرے سوا کوئی نہیں			
اس طرح دن	یا م لی شک	وا گِ لا کو	ئی نَ ہی		می س مجھ تا	تھا م را تی	رے س وا کو	ئی نَ ہی
خط نہیں ہوں جس پہ تم راہوں کی تفصیلیں لکھو					اس کے گھر جاؤں گا میں جس کا پتہ کوئی نہیں			
خط ن ہی ہو	جس پ تم را	ہو کِ تف صی	لی لِ کھو		اس کِ گھر جا	وو گَ می جس	کا پَ تا کو	ئی نَ ہی
ایسا لگتا ہے کہ تو مجھ سے جدا ہو جائے گا					تیرے میرے درمیاں اب فاصلہ کوئی نہیں			
ای س لگ تا	ہے کِ تو مجھ	سے جُ دا ہو	جا ءِ گا		تی رِ می رے	در مِ یا اب	فا صِ لا کو	ئی نَ ہی
اب تمھیں سچی محبت کا یقیں آ جائے گا					اس بڑے شہر وفا میں بے وفا کوئی نہیں			
اب ت می سچ	چی مُ حب بت	کا ی قی آ	جا ءِ گا		اس ب ڑے شہ	رے وَ فا می	بے وَ فا کو	ئی نَ ہی
میں پیمبر تو نہیں لیکن مجھے احساس ہے					ان برے لوگوں میں بھی مجھ سے برا کوئی نہیں			
می پ یم بر	تو ن ہی لی	کن مُ جھے اح	سا س ہے		ان بُ رے لو	گو مِ بھی مجھ	سا بُ را کو	ئی نَ ہی

غزل ۲۰۔ بحر متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
دوسروں کو ہماری سزائیں نہ دے					چاندنی رات کو بد دعائیں نہ دے			
دو س رو	کو ہ ما	ری س زا	ئی ن دے		چا د نی	را ت کو	بد د عا	ئی ن دے
پھول سے عاشقی کا ہُنر سیکھ لے					تتلیاں خود رکیں گی صدائیں نہ دے			
پھو ل سے	عا ش قی	کا ہُ نر	سی کھ لے		تت لِ یا	خد رُ کی	گی ص دا	ئی ن دے
سب گناہوں کا اقرار کرنے لگیں					اس قدر خوب صورت سزائیں نہ دے			
سب گُ نا	ہو کَ اق	را ر کر	نے ل گی		اس ق در	خو ب صو	رت س زا	ئی ن دے
میں درختوں کی صف کا بخاری نہیں					بے وفا موسموں کی قبائیں نہ دے			
می د رخ	تو کِ صف	کا بِ خا	ری نَ ہی		بے و فا	مو س مو	کی ق با	ئی ن دے
موتیوں کو چھپا سیپیوں کی طرح					بے وفاؤں کو اپنی وفائیں نہ دے			

مو ت یو	کو چھ پا	سی پ یو	کی ط رح		بے و فا	وو کُ اپ	نی و فا	ئی ن دے

غـزل ۲۱۔ متـدارکـــ مثمن سـالم: فـاعِلن فـاعِلن فـاعِلن فـاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
سر پہ سایہ سا دستِ دعا یاد ہے					اپنے آنگن میں اِک پیڑ تھا ، یاد ہے			
سر پ سا	یا س دس	تے د عا	یا د ہے		اپ ن آ	گن می اک	پی ڑ تھا	یا د ہے
جس میں اپنی پرندوں سے تشبیہ تھی					تم کو اسکول کی وہ دعا یاد ہے			
جس م اپ	نی پ رن	دو سِ تش	بی ہ تھی		تک ک اس	کو ل کی	وہ د عا	یا د ہے
ایسا لگتا ہے ہر امتحاں کے لیے					زندگی کو ہمارا پتہ یاد ہے			
ای س لگ	تا ہ ہر	ام ت حا	کے لِ یے		زن د گی	کو ہ ما	را پ تا	یا د ہے
میکدے میں اذاں سن کے رویا بہت					اس شرابی کو دل سے خدا یاد ہے			
می ک دے	می ا ذا	سن ک رو	یا ب ہت		اس ش را	بی ک دل	سے خ دا	یا د ہے
میں پرانی حویلی کا پردہ مجھے					کچھ کہا یاد ہے کچھ سنا یاد ہے			
می پ را	نی ح وی	لی ک پر	دہ م جھے		کچھ ک ہا	یا د ہے	کچھ س نا	یا د ہے

غـزل ۲۲۔ بحـرِ مضـارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
اک شہر تھا خراب جہاں کوئی بھی نہ تھا					ہم لوٹ آئے ہم سا وہاں کوئی بھی نہ تھا			
اک شہ ر	تھا خ راب	ج ہا کو ءِ	بھی ن تھا		ہم لو ٹ	آ ءِ ہم س	و ہا کو ء	بھی ن تھا
لو کی طرح چراغ کا قیدی نہیں ہوں میں					اچھا ہوا کہ اپنا مکاں کوئی بھی نہ تھا			
لو کی ط	رح چ راغ	کَ قی دی نَ	ہی ہُ می		اچھ چھا ہُ	واکِ اپ نَ	مَ کا کو ءِ	بھی ن تھا
دل پر جمی تھیں گردِ سفر کی کئی تہیں					کاغذ پہ انگلیوں کا نشاں کوئی بھی نہ تھا			
دل پر ج	می تھ گر د	س فر کی ک	ئی ت ہی		کا غذ پ	اگ لِ یو ک	ن شا کو ءِ	بھی ن تھا
وہ محفلوں کی جان ہے دنیا کے واسطے					مجھ سے وہاں ملا تھا جہاں کوئی بھی نہ تھا			
وہ مح فِ	لو کِ جان	ہَ دن یا ک	وا سِ طے		مجھ سے وَ	ہا مِ لا تھَ	جَ ہا کو ءِ	بھی ن تھا
سنّاٹے آئے درجوں میں جھانکا چلے گئے					گرمی کی چھٹیاں تھیں وہاں کوئی بھی نہ تھا			
سن نا ٹ	آ ءِ در جُ	م جھا کا چ	لے گ ئے		گر می کِ	چھٹ ٹ یا تھِ	و ہا کو ء	بھی ن تھا

غزل ۲۳۔ بحر ہزج مثمن اخرب سالم: مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن

<table>
<tr><td>مف عو لُ</td><td>م فا عی لن</td><td>مف عو لُ</td><td>م فا عی لن</td><td></td><td>مف عو لُ</td><td>م فا عی لن</td><td>مف عو لُ</td><td>م فا عی لن</td></tr>
<tr><td colspan="4">پتھر کے جگر والو غم میں وہ روانی ہے</td><td></td><td colspan="4">خود راہ بنالے گا بہتا ہوا پانی ہے</td></tr>
<tr><td>پتھ تھر ک</td><td>ج گر وا لو</td><td>غم می و</td><td>ر وا نی ہے</td><td></td><td>خد را ہ</td><td>ب نا لے گا</td><td>بہ تا ہ</td><td>و پا نی ہے</td></tr>
<tr><td colspan="4">پھولوں میں غزل رکھنا یہ رات کی رانی ہے</td><td></td><td colspan="4">اس میں تری زلفوں کی بے ربط کہانی ہے</td></tr>
<tr><td>پھو لو م</td><td>غ زل رکھ نا</td><td>یہ را ت</td><td>کِ رانی ہے</td><td></td><td>اس می ت</td><td>رِ زل فو کی</td><td>بے رب ط</td><td>ک ہانی ہے</td></tr>
<tr><td colspan="4">اک ذہنِ پریشاں میں وہ پھول سا چہرہ ہے</td><td></td><td colspan="4">پتھر کی حفاظت میں شیشے کی جوانی ہے</td></tr>
<tr><td>اک ذہ ن</td><td>پ ری شامی</td><td>وہ پھو ل</td><td>سَ چہ را ہے</td><td></td><td>پتھ تھر کِ</td><td>حِ فاظت می</td><td>شی شے کِ</td><td>ج وا نی ہے</td></tr>
<tr><td colspan="4">کیوں چاندنی راتوں میں دریا پہ نہاتے ہو</td><td></td><td colspan="4">سوئے ہوئے پانی میں کیا آگ لگانی ہے</td></tr>
<tr><td>کو چا د</td><td>نِ را تو می</td><td>در یا پ</td><td>نَ ہا تے ہو</td><td></td><td>سو ئے ہُ</td><td>وِ پا نی می</td><td>کا آ گ</td><td>لَ گا وو گے</td></tr>
<tr><td colspan="4">اس حوصلۂ دل پر ہم نے بھی کفن پہنا</td><td></td><td colspan="4">ہنس کر کوئی پوچھے گا کیا جان گنوانی ہے</td></tr>
<tr><td>اس حو ص</td><td>لَ یے دل پر</td><td>ہم نے بھِ</td><td>کَ فن پہ نا</td><td></td><td>ہس کر کُ</td><td>ءِ پو چھے گا</td><td>کا جا ن</td><td>گ وانی ہے</td></tr>
</table>

غزل ۲۴۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف: فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

<table>
<tr><td>فا عِ لا تن</td><td>مَ فا عِ لن</td><td>فَ عِ لن</td><td></td><td>فا عِ لا تن</td><td>م فا عِ لن</td><td>فَ عِ لن</td></tr>
<tr><td colspan="3">مسکراتی ہوئی دھنک ہے وہی</td><td></td><td colspan="3">اس بدن میں چمک دمک ہے وہی</td></tr>
<tr><td>مس ک راتی</td><td>ہ وی د نک</td><td>ہے و ہی</td><td></td><td>اس ب دن می</td><td>چ مک د مک</td><td>ہے و ہی</td></tr>
<tr><td colspan="3">پھول کُملا گئے اُجالوں کے</td><td></td><td colspan="3">سانولی شام میں نمک ہے وہی</td></tr>
<tr><td>پھو ل کم لا</td><td>گ ئے اُ جا</td><td>لو کے</td><td></td><td>سا و لی شا</td><td>م می ن مک</td><td>ہَ وَ ہی</td></tr>
<tr><td colspan="3">اب بھی چہرہ چراغ لگتا ہے</td><td></td><td colspan="3">بجھ گیا ہے مگر چمک ہے وہی</td></tr>
<tr><td>اب بھِ چہ را</td><td>چ را غ لگ</td><td>تا ہے</td><td></td><td>بجھ گ یا ہے</td><td>م گر چ مک</td><td>ہ و ہی</td></tr>
<tr><td colspan="3">کوئی شیشہ ضرور ٹوٹا ہے</td><td></td><td colspan="3">گنگناتی ہوئی کھنک ہے وہی</td></tr>
<tr><td>کو ءِ شی شہ</td><td>ض رو ر ٹو</td><td>ٹا ہے</td><td></td><td>گن گ نا تی</td><td>ہُ وی کھ نک</td><td>ہے و ہی</td></tr>
<tr><td colspan="3">پیار کس کا ملا ہے مٹی میں</td><td></td><td colspan="3">اس چبیلی تلے مہک ہے وہی</td></tr>
<tr><td>پا ر کس کا</td><td>م لا ہ مٹ</td><td>ٹی می</td><td></td><td>اس چ بی لی</td><td>ت لے م ہک</td><td>ہے و ہی</td></tr>
</table>

غزل ۲۵۔ بحر متقارب مثمن محذوف: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعَل

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل
بڑے تاجروں کی ستائی ہوئی					یہ دنیا دلہن ہے جلائی ہوئی			
ب ڑے تا	ج رو کی	س تا ئی	ہ ئی		ی دن یا	د لن ہے	ج لا ئی	ہ وی
بھری دوپہر کا کھلا پھول ہے					پسینے میں لڑکی نہائی ہوئی			
بھ ری دو	پ ہر کا	کھ لا پھو	ل ہے		پ سی نے	م لڑ کی	ن ہا ئی	ہ وی
کرن پھول کی پتیوں میں دبی					ہنسی اس کے ہونٹوں پہ آئی ہوئی			
کِ رن پھو	ل کی پت	ت یو می	د بی		ہَ سی اس	کِ ہو ٹو	پ آ ئی	ہ وی
وہ چہرہ کتابی رہا سامنے					بڑی خوب صورت پڑھائی ہوئی			
وُ چہ را	کِ تا بی	رَ ہا سا	م نے		ب ڑی خو	ب صورت	پ ڑھا ئی	ہُ وی
خوشی ہم غریبوں کی جیسے میاں					مزاروں پہ چادر چڑھائی ہوئی			
خُ شی ہم	غ ری بو	کِ جی سے	مِ یا		مَ زا رو	پ چا در	چ ڑھا ئی	ہُ وی

غزل۲۶۔بحر متدارک مثمن سالم:فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
کس نے مجھ کو صدا دی بتا کون ہے					اے ہوا تیرے گھر میں چھپا کون ہے			
کس ن مجھ	کو ص دا	دی ب تا	کو ن ہے		اے ہ وا	تی ر گھر	می چھ پا	کو ن ہے
بارشوں میں کسی پیڑ کو دیکھنا					شال اوڑھے ہوئے بھیگتا کون ہے			
با ر شو	می کِ سی	پی ڑ کو	دی کھ نا		شا ل او	ڑھے ہُوے	بھی گ تا	کو ن ہے
خوشبوؤں میں نہائی ہوئی شاخ پر					پھول سا مسکراتا ہوا کون ہے			
خش ب وو	می ن ہا	تی ہُ وی	شا خ پر		پھو ل سا	مس ک را	تا ہُ وا	کو ن ہے
میں یہاں دھوپ میں تپ رہا ہوں مگر					وہ پسینے میں ڈوبا ہوا کون ہے			
می ی ہا	دھو پ می	تپ ر ہا	ہو م گر		وہ پ سی	نے م ڈو	با ہُ وا	کو ن ہے
تم بھی مجبور ہو میں بھی مجبور ہوں					بے وفا کون ہے با وفا کون ہے			
تم بھِ مج	بو ر ہو	می بھِ مج	بو ر ہو		بے و فا	کو ن ہے	با و فا	کو ن ہے

غزل۲۶۔بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف:مفعول مفاعیل مفاعیل فعُولن

مف عو لُ	م فا عی لُ	م فا عی لُ	ف عو لن		مف عو لُ	م فا عی لُ	م فا عی لُ	ف عو لن

ہر بات میں مہکے ہوئے جذبات کی خوشبو					یاد آئی بہت پہلی ملاقات کی خوشبو			
ہر با ت	م مہ کے ہُ	وِ جذ بات	کِ خش بو		یا دا ءِ	ب ہت پہ لِ	م لا قات	کِ خش بو
چھپ چھپ کے نئی صبح کا منہ چوم رہی ہے					ان ریشمی زلفوں میں بسی رات کی خوشبو			
چھپ چھپ ک	ن ئی صب ح	ک منہ چوم	ر ہی ہے		ان ری ش	م زل فو م	ب سی رات	کِ خش بو
موسم بھی حسینوں کی ادا سیکھ گئے ہیں					بادل ہیں چھپائے ہوئے برسات کی خوشبو			
مو سم بھ	ح سی نو کِ	ا دا سی کھ	گ ئے ہی		با دل ہ	چھ پا ئے ہ	وِ بر سات	کِ خش بو
گھر کتنے ہی چھوٹے ہوں گھنے پیڑ ملیں گے					شہروں سے الگ ہوتی ہے قصبات کی خوشبو			
گھر کت ن	ہِ چھوٹے ہُ	گھ نے پی ڑ	مِ لے گے		شہ رو سِ	الگ ہوتِ	ہَ قص بات	کِ خش بو
ہونٹوں پہ ابھی پھول کی پتی کی مہک ہے					سانسوں میں رچی ہے تری سوغات کی خوشبو			
ہو ٹو پ	ابھی پھول	کِ پت تی کِ	م ہک ہے		سا سو م	رچی ہے ت	رِ جذ بات	کِ خش بو

غزل۲۷۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

م فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن		م فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
دعا کرو کہ یہ پودا سدا ہرا ہی لگے					اُداسیوں میں بھی چہرہ کھلا کھلا ہی لگے			
د عا ک رو	ک ی پو دا	س دا ہ را	ہِ ل گے		اُ دا سِ یو	م بھِ چہ را	کھ لا کھ لا	ہِ ل گے
عجیب شخص ہے ناراض ہو کے ہنستا ہے					میں چاہتا ہوں خفا ہو تو وہ خفا ہی لگے			
ع جی ب شخ	ص ہَ نا را	ض ہو ک ہس	تا ہے		م چا ہ تا	ہُ خ فا ہو	تُ وہ خ فا	ہِ ل گے
وہ زعفرانی پلوور اسی کا حصہ ہے					کوئی جو دوسرا پہنے تو دوسرا ہی لگے			
وُ زع ف را	نِ پُ لو ور	اُ سی ک حص	صا ہے		کُ ئی جُ دو	سِ رَ پہ نے	تُ دو سِ را	ہِ ل گے
نہیں ہے میرے مقدر میں روشنی نہ سہی					یہ کھڑکی کھولو ذرا صبح کی ہوا ہی لگے			
ن ہی ہ می	ر م قد در	م رو ش نی	ن س ہی		ی کھڑ کِ کھو	لُ ذ را صب	ح کی ہَ وا	ہِ ل گے
دعا کرو کہ یہ پودا سدا ہرا ہی لگے					اُداسیوں میں بھی چہرہ کھلا کھلا ہی لگے			
د عا ک رو	ک ی پو دا	س دا ہ را	ہِ ل گے		اُ دا سِ یو	م بھِ چہ را	کھ لا کھ لا	ہِ ل گے

غزل۲۸۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

م فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن		م فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
وہ چاندنی کا بدن خوشبوؤں کا سایا ہے					بہت عزیز ہمیں ہے مگر پرایا ہے			

و چا د نی	ک ب دن خش	ب وؤک سا	یا ہے		ب ہت ع زی	ز ہ می ہے	م گر پ را	یا ہے
اُتر بھی آو کبھی آسماں کے زینے سے					تمھیں خدا نے ہمارے لیے بنایا ہے			
اُ تر بھِ آ	وُکَ بھی آ	س ماکِ زی	نے سے		تُ می خُ دا	ن ہ ما رے	لِ یے ب نا	یا ہے
کہاں سے آئی یہ خوشبو یہ گھر کی خوشبو ہے					اس اجنبی کے اندھیرے میں کون آیا ہے			
ک ہا س آ	ءِ یِ خش بو	یِ گھر کِ خش	بو ہے		اِ سج ن بی	کِ اَدھی رے	م کو ن آ	یا ہے
مہک رہی ہے زمیں چاندنی کے پھولوں سے					خدا کسی کی محبت پہ مسکرایا ہے			
م ہک رہی	ہ ز می چا	دنی ک پھو	لو سے		خ دا ک سی	کِ مُ حب بت	پ مس ک را	یا ہے
اسے کسی کی محبت کا اعتبار نہیں					اسے زمانے نے شاید بہت ستایا ہے			
اسے ک سی	ک م حب بت	پ اع ت با	ر ن ہی		ا سے ز ما	ن ن شا ید	ب ہت س تا	یا ہے

غزل۲۹۔بحر ہزج مثمن اشتر:فاعِلن مفاعی لن فاعِلن مفاعی لن

فا عِ لن	م فا عی لن	فا عِ لن	م فا عی لن		فا عِ لن	م فا عی لن	فا عِ لن	م فا عی لن
سو خلوص باتوں میں سب کرم خیالوں میں					بس ذرا وفا کم ہے تیرے شہر والوں میں			
سو خ لو	ص با تو می	سب ک رم	خ یا لو می		بس ذ را	و فا کم ہے	تی رِ شہ	ر وا لو می
پہلی بار نظروں نے چاند بولتے دیکھا					ہم جواب کیا دیتے کھو گئے سوالوں میں			
پہ لِ با	رنظ رو نے	چا د بو	ل تے دی کھا		ہم ج وا	ب کا دی تے	کھو گ ئے	س وا لو می
رات تیری یادوں نے دل اس طرح چھیڑا					جیسے کوئی چٹکی لے نرم نرم گالوں میں			
را ت تی	ر یا دو نے	دل کُ اس	ط رح چھی ڑا		جی س کو	ءِ چٹ کی لے	نر م نر	م گا لو می
یوں کسی کی آنکھوں میں صبح تک ابھی تھے ہم					جس طرح رہے شبنم پھول کے پیالوں میں			
یو ک سی	کِ آ کھو می	صب ح تک	ابھی تھے ہم		جس ط رح	ر ہے شب نم	پھو ل کے	پ یا لو می
میری آنکھ کے تارے اب نہ دیکھ پاو گے					رات کے مسافر تھے کھو گئے اجالوں میں			
می ر آ	کھ کے تارے	اب ن دی	کھ پا وو گے		را ت کے	م سا فر تھے	کھو گ ئے	اُ جا لو می

غزل۳۰۔بحر کامل مثمن سالم:متَفاعلن متَفاعلن متَفاعلن متَفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
وہ مہکتی پلکوں کی اوٹ سے کوئی تارہ چمکا تھا رات میں مری بند مٹھی نہ کھولیے وہی کوہِ نور ہے ہاتھ میں			

<table>
<tr><td>وُ م ہک تِ پل</td><td>کُ کِ او ٹ سے</td><td>کُ ءِ تا ر چم</td><td>کَ تھ را ت می</td></tr>
<tr><td>مِ رِ بن د مٹھ</td><td>ٹھ ن کھو لِ ئے</td><td>وُ ہِ کو ہِ نو</td><td>رِ ہَ ہا تھ می</td></tr>
<tr><td colspan="4">میں تمام تارے اٹھا اٹھا کے غریب لوگوں میں بانٹ دوں
کبھی ایک رات وہ آسماں کا نظام دیں مرے ہاتھ میں</td></tr>
<tr><td>م ت ما م تا</td><td>ر ا ٹھا ا ٹھا</td><td>کِ غ ری ب لو</td><td>گُ م با ٹ دو</td></tr>
<tr><td>ک بھِ ای ک را</td><td>ت وُ آ س ما</td><td>ک ن ظا م دی</td><td>م ر ہا تھ می</td></tr>
<tr><td colspan="4">ابھی شام تک مرے باغ میں کہیں کوئی پھول کھلا نہ تھا
مجھے خشبوؤں میں بسا گیا ترا پیار ایک ہی رات میں</td></tr>
<tr><td>ا بھ شا م تک</td><td>م ر با غ می</td><td>ک ہِ کو ءِ پھو</td><td>ل کھِ لا ن تھا</td></tr>
<tr><td>مُ جھ خش ب وو</td><td>م ب سا گ یا</td><td>ت ر پا ر ای</td><td>ک ہِ را ت می</td></tr>
<tr><td colspan="4">ترے ساتھ ایسے بہت سے دن تو پلک جھپکتے گزر گئے
ہوئی شام کھیل ہی کھیل میں کٹی رات بات ہی بات میں</td></tr>
<tr><td>ت ر سا تھ ای</td><td>س ب ہت س دن</td><td>تُ پَ لک جھ پک</td><td>تِ گُ زر گ ئے</td></tr>
<tr><td>ہُ وِ شا م کھی</td><td>ل ہِ کھی ل می</td><td>کَ ٹِ را ت با</td><td>تِ ہِ با ت می</td></tr>
<tr><td colspan="4">کبھی سات رنگوں کا پھول ہوں کبھی دھوپ ہوں کبھی دھول ہوں
میں تمام کپڑے بدل چکا ترے موسموں کی برات میں</td></tr>
<tr><td>ک بھِ سا ت رن</td><td>گُ ک پھو ل ہو</td><td>ک بھِ دھو پ ہو</td><td>کَ بھِ دھو ل ہو</td></tr>
<tr><td>م ت ما م کپ</td><td>ڑ ب دل چ کا</td><td>ت ر مو س مو</td><td>کِ ب را ت می</td></tr>
</table>

غزل ۱۳۱۔ بحر کامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

<table>
<tr><td>مُ تَ فا عِ لن</td><td>مُ تَ فا عِ لن</td><td>مُ تَ فا عِ لن</td><td>مُ تَ فا عِ لن</td></tr>
<tr><td colspan="4">ابھی اس طرف نہ نگاہ کر میں غزل کی پلکیں سنوار لوں
مرالفظ لفظ ہو آئینہ تجھے آئینے میں اتار لوں</td></tr>
<tr><td>اَ بھِ اس ط رف</td><td>ن نِ گا ہ کر</td><td>م غ زل کِ پل</td><td>کی س وا ر لو</td></tr>
<tr><td>م رَ لف ظ لف</td><td>ظ ہُ آ ءِ نا</td><td>تُ جھِ آ ءِ نے</td><td>مِ اُ تا ر لو</td></tr>
</table>

میں تمام دن کا تھکا ہوا تو تمام شب کا جگا ہوا ذرا ٹھہر جا اسی مور پر تیرے ساتھ شام گزار لوں			
م تَ ما م دن	کَ تھَ کا ہُ وا	تُ ت ما م شب	کَ ج گا ہُ وا
ذَ رَ ٹھہ ر جا	اِ سِ مو ڑ پر	ت رِ سا تھ شا	م گُ زا ر لو
اگر آسماں کی نمائشوں میں مجھے بھی اذنِ قیام ہو تو میں موتیوں کی دکان سے تری بالیاں ترے ہار لوں			
اَ گَ را س ما	کِ نَ ما ءِ شو	مِ مُ جھے بھِ اذ	نِ قِ یا م ہو
تُ مِ مو ت یوِ	کِ دُ کا ن سے	ت رِ با لِ یا	ت ر ہا ر لو
کہیں اور بانٹ دے شہرتیں کہیں اور بانٹ دے عزتیں مرے پاس ہے مرا آئینہ میں کبھی نہ گرد و غبار لوں			
کَ ہِ او ر با	ٹ دِ شہ ر تی	کَ ہِ او ر با	ٹِ دِ عز ز تی
مِ رِ پا س ہَ	مِ رَ آ ءِ نہ	مِ کَ بھِ نَ گر	دُ غُ با ر لو
کبھی یوں بھی آ مری آنکھ میں کہ مری نظر کو خبر نہ ہو مجھے ایک رات نواز دے مگر اُس کے بعد سحر نہ ہو			
کَ بھِ یو بھِ آ	م رِ آ کھ می	کِ ر ری ن ظر	کُ خ بر ن ہو
م جھ ای ک را	ت ن وا ز دے	م گ رس ک بع	د س حر ن ہو

غزل ۳۳۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
خاک جب خاکسار لگتی ہے				کس قدر باوقار لگتی ہے		
خاک جب خا	کِ سا ر لگ	تی ہے		کس ق در با	و قا ر لگ	تی ہے
خون پانی بنا کے پیتی ہے				دھوپ سرمایہ دار لگتی ہے		
خو ن پا نی	بَ نا کِ پی	تی ہے		دھو پ سر ما	یَ دا رِ لگ	تی ہے
صبر کر صبر کرنے والوں کی				بے بسی شاندار لگتی ہے		
صب ر کر صب	ر کر ن وا	لو کی		بے ب سی شا	ن دا ر لگ	تی ہے
اب بجھا دو ہماری آنکھیں بھی				روشنی ناگوار لگتی ہے		

اب ب جھا دو	ہَ ما رِ آ	کھی بھی		رو ش نی نا	گ وا ر لگ	تی	ہے
صرف اخبار پڑھنے والوں کو					زندگی اشتہار لگتی ہے			
صر ف اخ با	ر پڑ ن وا	لو	کو		زن د گی اش	ت ہا ر لگ	تی	ہے

غزل۳۴۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
سوئے کہاں تھے آنکھوں نے تکیے بھگوئے تھے					ہم بھی کبھی کسی کے لیے خوب روئے تھے			
سو ئے ک	ہا تھِ آ کھ	نِ تک یے بھِ	گو ءِ تھے		ہم بھی کَ	بھی کِ سی کِ	لِ یے خو ب	رو ءِ تھے
ہر سال زرد پھولوں کا اک قافلہ رکا					اس نے جہاں پہ دھول اڑے پاؤں دھوئے تھے			
ہر سا ل	زر د پھو لُ	کَ اک قا فِ	لہ رُ کا		اس نے جَ	ہاپ دھول	اَ ڑے پا ؤ	دھو ءِ تھے
اس حادثے سے میرا تعلق نہیں کوئی					میلے میں ایک ساتھ کئی بچے کھوئے تھے			
اس حا د	سے سِ می ر	ت عل لق ن	ہی کُ ئی		می لے م	ای ک سا تھ	ک ئی بچ چ	کھو ءِ تھے
آنکھوں کی کشتیوں میں سفر کر رہے تھے وہ					جن دوستوں نے دل کے سفینے ڈبوئے تھے			
آ کھو کِ	کش تِ یو م	س فر کر ر	ہے تھ وہ		جن دو سِ	تو نِ دل کِ	س فی نے ڈ	بو ءِ تھے
کل رات میں تھا میرے علاوہ کوئی نہ تھا					شیطان مر گیا تھا فرشتے بھی سوئے تھے			
کل را ت	می تھ می ر	ع لا وہ کُ	ئی ن تھا		شی طا ن	مر گ یا تھ	ف رش تے بھ	سو ءِ تھے

غزل۳۵۔ بحر رمل مسدس محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن
آنسوؤں کے ساتھ سب کچھ بہہ گیا				دل میں سنّاٹا سا باقی رہ گیا		
آ سِ وؤ کے	ساتھِ سب کچھ	بہہ گ یا		دل مِ سن نا	ٹا سَ با قی	رہ گ یا
چھوڑ آیا ہوں زمین و آسماں				فاصلہ اب اور کتنا رہ گیا		
چھو ڑ آ یا	ہو ز می نو	آ س ما		فا ص لہ اب	او ر کت نا	رہ گ یا
رفتہ رفتہ بجھ گئے سارے چراغ				ایک چہرہ جھلملاتا رہ گیا		
رف تَ رف تہ	بجھ گ یے سا	رے چ را غ		ای ک چہ را	جھل م لا تا	رہ گ یا
بستیاں دھندلا گئیں پھر کھو گئیں				روشنی کا چہرہ پیچھے رہ گیا		
بس ت یا دھد	لا گ ئی پھر	کھو گ ئی		رو ش نی کا	چہ ر پی چھے	رہ گ یا

غزل۳۶۔ بحر متقارب مثمن سالم: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعُولن

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن
کہاں آنکھوؤں کی یہ سوغات ہوگی					نیے لوگ ہوں گے نئی بات ہوگی			
ک ہا آ	کھ وؤ کی	ی سو غا	تِ ہو گی		ن یے لو	گ ہو گے	ن ئی با	ت ہو گی
میں ہر حال میں مسکراتا رہوں گا					تمھاری محبت اگر ساتھ ہوگی			
مَ ہر حا	ل می مس	ک را تا	ر ہو گا		تُ ما ری	مُ حب بت	اَ گر سا	ت ہو گی
چراغوں کو آنکھوں میں محفوظ رکھنا					بڑی دور تک رات ہی رات ہوگی			
چ را غو	کُ آ کھو	م مح فو	ظ رکھ نا		ب ڑی دو	ر تک را	ت ہی را	ت ہو گی
پریشاں ہو تم بھی پریشاں ہوں میں بھی					چلو میکدے میں وہیں بات ہوگی			
پ ری شا	ہُ تم بھی	پ ری شا	ہُ می بھی		چ لو می	ک دے می	وَ ہی با	ت ہو گی
مسافر ہو تم بھی مسافر ہیں ہم بھی					کسی موڑ پر پھر ملاقات ہوگی			
مُ سا فر	ہُ تم بھی	مُ سا فر	ہَ ہم بھی		کِ سی مو	ڑ پر پھر	مُ لا قا	ت ہو گی

غزل۳۷۔ بحر متقارب اثرم مقبوض مضاعف:

فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل

فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
پتوں کا دکھ کھوج رہے ہو اڑنے والے پنچھی میں							
پت تو	کا دکھ	کھو ج	ر ہے ہو	اڑ نے	وا لے	پن چھی	می
فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
آنسو تو پل بھر کا مسافر پلکوں کی اس کشتی میں							
آ سو	تو پل	بھر ک	م سا فر	پل کو	کی اس	کش تی	می
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع
ہر چہرے میں تیرا چہرہ ڈھونڈ کے تجھ کو کھو بیٹھے							
ہر چہ	رے می	تی را	چہ را	ڈھو ڈ	کِ تجھ کو	کھو بی	ٹھے
فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع

گھر کا رستہ بھول گئے ہم گھر آنے کی جلدی میں							
گھر کا	رس تا	بھو ل	گ ئے ہم	گھر آ	نے کی	جل دی	می
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فع ل	ف عو لن	فع ل	ف عل
اک اک گھر کا نام اور نمبر پوچھ کے دن بھی ڈوب چلا							
اک اک	گھر کا	نا مر	نم بر	پو چھ	کِ دن بھی	ڈو ب	گ یا
فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	فعْ لن	فع ل	ف عو لن	فعْ لن	فع
بیلوں کے سائے کے پیچھے شام کھڑی تھی کھڑکی میں							
بی لو	کے سا	ئے کے	پی چھے	شا م	کھ ڑی تھی	کھڑ کی	می

غـــزل۳۸۔ بحــر خفیفــ مـــدســـس مخبون محــذوفـــ: فــاعِلاتن مفــاعِلن فَعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
شام آنکھوں میں آنکھ پانی میں				اور پانی سرائے فانی میں		
شا م آ کھ	مَ آ کھ پا	نی می		او ر پا نی	س را ئے فا	نی می
جھلملاتے ہیں کشتیوں میں دیے				پل کھڑے سو رہے ہیں پانی میں		
جھل مِ لا تے	ہَ کش تِ یو	م دِ یے		پل کھ ڑے سو	ر ہے ہَ پا	نی می
خاک ہو جائے گی زمیں اک دن				آسمانوں کی آسمانی میں		
خا ک ہو جا	ءِ گی ز می	اک دن		آ سِ ما نو	کِ آ س ما	نی می
وہ ہوا ہے اسے کہاں ڈھونڈوں				آگ میں، خاک میں کہ پانی میں		
وہ ہَ وا ہے	اُ سے ک ہا	ڈھو ڈو		آ گ می خا	ک می کِ پا	نی می
آ پہاڑوں کی طرح سامنے آ				ان دنوں میں بھی ہوں روانی میں		
آ پ ہا ڑو	کِ طرح سا	م ن آ		ان دِ نو می	بھِ ہو رَ وا	نی می

غـــزل۳۹۔ بحــر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول مفاعیل مفاعیل فعُولن

مف عو لُ	مَ فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن		مف عو لُ	مَ فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن
راتوں کے مسافر ہو اندھیروں میں رہو گے					جگنو کی طرح دن میں جلو گے نہ بجھو گے			
را تو ک	مُ سا فر ہُ	اَ دھی رو مِ	رَ ہو گے		جگ نو کِ	طرح دن م	ج لو گے نَ	بُ جھو گے
سب لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم لوٹ گئے ہو					تم ساتھ تھے تم ساتھ ہو تم ساتھ رہو گے			

سب لو گ	یِ کہ تے ہی	کِ تم لوٹ	گَ ئے ہو		تم سا تھ	تھ تم سا تھ	ہُ تم سا تھ	رَ ہو گے
کیا ان کہی غزلوں کی کتابیں ہیں وہ آنکھیں					جب پڑھ نہیں سکتے ہو تو کیا خاک لکھو گے			
کا ان کَ	ہِ غز لو کِ	کِ تا بی ہِ	وُ آ کھی		جب پڑھ ن	ہِ سک تے ہُ	تُ کا خاک	لِ کھو گے
خوشبو کی حویلی ہے مری دل کی زمیں پر					وعدہ کرو اک روز مرے ساتھ چلو گے			
خش بو کِ	ح وی لی ہ	م ری دل کِ	زَ می پر		وع دہ ک	رُ اک رو ز	م رے سا تھ	چ لو گے
دلی ہو کہ لاہور کوئی فرق نہیں ہے					سچ بول کے ہر شہر میں ایسے ہی رہو گے			
دل لی ہُ	کِ لا ہو ر	کُ ئی فرق	نَ ہی ہے		سچ بو ل	کِ ہر شہ ر	مِ ای سے ہِ	رَ ہو گے

غزل ۴۰۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
راہوں میں کون آیا گیا کچھ پتہ نہیں					اس کو تلاش کرتے رہے جو ملا نہیں			
را ہو مِ	کو نَ آ یَ	گَ یا کچھ پَ	تا نَ ہی		اس کو تَ	لاش کر تِ	ر ہے جو مِ	لا نَ ہی
بے آس کھڑکیاں ہیں ستارے اداس ہیں					آنکھوں میں آج نیند کا کوسوں پتہ نہیں			
بے آ س	کھڑ کِ یا ہِ	سِ تا رے اُ	دا س ہی		آ کھو م	آ ج نی د	کَ کو سو پَ	تا نَ ہی
میں چپ رہا تو اور غلط فہمیاں بڑھیں					وہ بھی سنا ہے اس نے جو میں نے کہا نہیں			
می چپ ر	ہا تُ او ر	غ لط فہ م	یا بَ ڑھی		وہ بھی سُ	نا ہَ اس نِ	جُ می نے کَ	ہا نَ ہی
دل میں اسی طرح سے ہے بچپن کی ایک یاد					شاید ابھی کلی کو ہوا نے چھوا نہیں			
دل می اِ	سی طرح سِ	ہَ بچ پن ک	ای کِ یا د		شا ید ا	بھی ک لی کُ	ہَ وا نے چھُ	وا ن ہی
چہرے پہ آنسوؤں نے لکھی ہیں کہانیاں					آئینہ دیکھنے کا مجھے حوصلہ نہیں			
چہ رے پ	آ س وو ن	لِ کھی ہی کَ	ہا ن یا		آ ئی نَ	دی کھ نے ک	م جھے حو صِ	لا نَ ہی

غزل ۴۱۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فعِلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
وہ غزل والوں کا اسلوب سمجھتے ہوں گے					چاند کہتے ہیں کسے خوب سمجھتے ہوں گے			
وہ غ زل وا	لُ کَ اس لو	بِ سَ مجھ تے	ہو گے		چا د کہ تے	ہَ کِ سے خو	بِ سَ مجھ تے	ہو گے
اتنی ملتی ہے مری غزلوں سے صورت تیری					لوگ تجھ کو مرا محبوب سمجھتے ہوں گے			
ات نِ مل تی	ہَ مِ ری غز	لُ سِ صورت	تی ری		لوگ تجھ کو	مِ رَ مح بو	بِ سَ مجھ تے	ہو گے

میں سمجھتا تھا محبت کی زباں خوشبو ہے					پھول سے لوگ اسے خوب سمجھتے ہوں گے			
می س مجھ تا	تھ مُ حب بت	خِ زِ با خش	بو ہے		پھول سے لو	گِ اِسے خو	بِ سَ مجھ تے	ہو گے
دیکھ کر پھول کے اوراق پہ شبنم کچھ لوگ					تیرا اشکوں بھرا مکتوب سمجھتے ہوں گے			
دی کھ کر پھو	لِ کِ او را	ق پ شب نم	کچھ لو گ		تی را اش کو	بھ رمک تو	بِ سَ مجھ تے	ہو گے
بھول کر اپنا زمانہ یہ زمانے والے					آج کے پیار کو معیوب سمجھتے ہوں گے			
بھول کر اپ	ن ز ما نا	یِ زَ ما نے	وا لے		آج کے پا	رِ کُ مع یو	بِ سَ مجھ تے	ہو گے

غزل ۴۲۔ بحر متقارب مسدس مضاعف: فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل

فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع ل	ف عولن	فع لن	فع
سورج چندا جیسی جوڑی ہم دونوں							دن کا راجا رات کی رانی ہم دونوں					
سو رج	چن دا	جی سی	جو ڑی	ہم دو	نو		دن کا	را جا	را ت	کِ رانی	ہم دو	نو
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
جگمگ جگمگ دنیا کا میلہ جھوٹا							سچا سونا سچی چاندی ہم دونوں					
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع ل	ف عولن	فع لن	فع
اک دوجے سے مل کر پورے ہوتے ہیں							آدھی آدھی ایک کہانی ہم دونوں					
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع ل	فع لن	فع لن	فع
دنیا کی یہ مایہ کنکر پتھر ہے							آنسو شبنم ہیرا موتی ہم دونوں					
فع لن	فع ل	ف عولن	فع لن	فع ل	ف عل		فع ل	ف عولن	فع ل	فع لن	فع لن	فع
میں دہلیز کا دیپک ہوں آ تیز ہوا							رات گزاریں اپنی اپنی ہم دونوں					

غزل ۴۳۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
اس کی آنکھوں سا اس کے گیسو سا				میرا سارا کلام خوشبو سا		
اس کِ آ کھو	سَ اس کِ گی	سو سا		می رَ سا را	کَ لا م خش	بو سا

میری پلکوں پہ جھلملاتا ہے				رات بھر ایک نام خوش بو سا		
می رِ پل کو	پ جھل مِ لا	تا ہے		رات بھر ای	ک نا م خش	بو سا
کتنی مدت کے بعد تجھ سے ملے				مسکراتا ہے پیار آنکھوں سا		
کت نِ مد دت	کِ بع د تجھ	س م لے		مس ک را تا	ہ پا ر خش	بو سا
آج وعدہ کسی کا ٹوٹ گیا				ریشمی تتلیوں کے بازو سا		
آ ج وع دہ	کِ سی ک ٹو	ٹ گ یا		ری ش می تت	لِ یو کِ با	زو سا
روز تنہائیوں میں اک چہرہ				تولتا ہے مجھے ترازو سا		
رو ز تن ہا	ء یو مِ اک	چہ رہ		تو ل تا ہے	مُ جھے ت را	زو سا

غزل ۴۴۔ بحر متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
گھر سے نکلے اگر ہم بہک جائیں گے					وہ گلابی کٹورے چھلک جائیں گے			
گھر سِ نک	لے اَ گر	ہم بَ ہک	جا ءِ گے		وہ گُ لا	بی کَ ٹو	رے چھ لک	جا ءِ گے
ہم نے الفاظ کو آئینہ کر دیا					چھپنے والی غزل میں چمک جائیں گے			
ہم نِ ال	فا ظ کو	آ ءِ نہ	کر دِ یا		چھپ نِ وا	لی غ زل	می چ مک	جا ءِ گے
دشمنی کا سفر اک قدم دو قدم					تم بھی تھک جاؤ گے ہم بھی تھک جاؤ گے			
دش م نی	کا س فر	اک ق دم	دو ق دم		تم بھِ تھک	جا ؤ گے	رے چھ لک	جا ءِ گے
رفتہ رفتہ ہر اک زخم بھر جائے گا					سب نشانات پھولوں سے ڈھک جائیں گے			
رف ت رف	تا ہ رک	زخ م بھر	جا ءِ گے		سب نِ شا	نا ت پھو	لو سِ بھر	جا ءِ گے
نام پانی پہ لکھنے سے کیا فائدہ					لکھتے لکھتے ترے ہاتھ تھک جائیں گے			
نا م پا	نی پ لکھ	نے سِ کا	فا ءِ دہ		لکھ ت لکھ	تے ت رے	ہا تھ تھک	جا ءِ گے

غزل ۴۵۔ بحر متقارب مثمن محذوف: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعَل

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل
سویرے ستاروں کی شبنم کہاں					ذرا دیر میں تم کہاں، ہم کہاں			
سَ سے رے	سِ تا رو	کِ شب نم	کَ ہا		ذَ را دی	رِ می تم	کَ ہا ہم	کَ ہا
اداسی کے ساون برس دو برس					جوانی گئی پھر یہ موسم کہاں			

ا دا سی	ک سا ون	ب رس دو	ب رس		ج وا نی	گ ئی پھر	یِ مو سم	کَ ہا
مسافر کو آنگن کے پھولوں سے کیا					ہوا کی ہتھیلی پہ شبنم کہاں			
مُ سا فر	کُ آ گن	کِ پھو لو	س کا		ہَ وا کی	ہَ تھی لی	پ شب نم	کَ ہا
ہمارا بدن دھوپ کا باغ ہے					یہاں چاندنی اور شبنم کہاں			
ہ ما را	ب دن دھو	پ کا با	غ ہے		یَ ہا چا	د نی او	ر شب نم	کَ ہا
شکستوں کے ڈیرے منڈیروں پہ ہیں					ہماری فصیلوں پہ پرچم کہاں			
شِ کس تو	کِ ڈی رے	م ڈی رو	پ ہی		ہ ما ری	ف صی لو	پ پر چم	کَ ہا

غزل۴۶۔ بحر متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
فن اگر روح و دل کی ریاضت نہ ہو					ایسی مسجد ہے جس میں عبادت نہ ہو			
فن اَ گر	رو حُ دل	کی رِ یا	ضت نَ ہو		ای سِ مس	جد ہ جس	می رِ یا	ضت نَ ہو
تیری آنکھوں میں ایسا سنور جاؤں میں					عمر بھر آئینوں کی ضرورت نہ ہو			
تی رِ آ	کھو م ای	سا س ور	جا ءُ گا		عم ر بھر	آ ءِ نو	کی ض رو	رت نَ ہو
کس کو نیلام کرتے ہو بازار میں					یہ کسی گھر کے مندر کی مورت نہ ہو			
کس کُ نی	لا م کر	تے ہُ با	زا ر می		یے کِ سی	گھر ک من	در کِ مو	رت نَ ہو
دن تو نکلا خریدا ہوا آدمی					ایک خدا رات بھی سب کی عورت نہ ہو			
دن تُ نک	لا خ ری	دا ہُ وا	آ د می		اے خ دا	را ت بھی	سب کِ عو	رت نَ ہو
چھپّروں پر دیے رکھ گئی ہے ہوا					تا کہ پھر روشنی کی شکایت نہ ہو			
چھپ پ رو	پر دِ یے	رکھ گ ئی	ہے ہَ وا		تا کِ پھر	رو ش نی	کی شِ کا	یت نَ ہو

غزل۴۷۔ بحر متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
تم ابھی شہر میں کیا نئے آئے ہو					رُک گئے راہ میں حادثہ دیکھ کر			
تم اَ بھی	شہ رِ می	کا نَ ئے	آ ءِ ہو		رک گَ ئے	را ہِ می	را سِ تا	دی کھِ کر
تم جنھیں پھول سمجھے ہو آنکھیں نہ ہوں					پاؤں رکھنا زمیں پر ذرا دیکھ کر			
تم جِ نھیں	پھو ل سم	جھے ہُ آ	کھی نَ ہو		پا ؤ رکھ	نا ز می	پر ذ را	دی کھِ کر

اس کی آنکھوں کا ساون برسنے لگا					بادلوں میں پرندہ گھرا دیکھ کر			
اس کِ آ	کھو کَ سا	ون ب رس	نے ل گا		با د لو	می پ رن	دہ گھ را	دی کھِ کر
شام گہری ہوئی اور گھر دور ہے					پھول سو جائیں گے راستہ دیکھ کر			
شا م گہ	ری ہُ وی	او ر گھر	دو ر ہے		پھو ل سو	جا ءِ گے	را س تہ	دی کھِ کر
پھول سی انگلیاں کنگیاں بن گئیں					الجھے بالوں سے ماتھا ڈھکا دیکھ کر			
پھو ل سی	اگ لِ یا	کن گِ یا	بن گ ئی		ال جھ با	لو س ما	تھا ڈ کا	دی کھِ کر

غزل۴۹۔بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع:فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
میکدہ، رات غم کا گھر نکلا				دل، حویلی تلے کھنڈر نکلا		
می کَ دا را	تِ غم کَ گھر	نک لا		دل حَ وی لی	تَ لے کھَ ڈر	نک لا
میں اسے ڈھونڈتا تھا آنکھوں میں				پھول بن کر وہ شاخ پر نکلا		
می اُ سے ڈھو	ڈ تا تھ آ	کھو می		پھو ل بن کر	وُ شا خ پر	نک لا
کس کے سائے میں سر چھپاؤ گے				وہ شجر دھوپ کا شجر نکلا		
کس ک سائے	م سر چھ پا	وو گے		وہ ش جر دھو	پ کا ش جر	نک لا
اس کا آنچل بھی کوئی بادل تھا				وہ ہواؤں کا ہمسفر نکلا		
اس کَ آ چل	بھِ کو ءِ با	دل تھا		وہ ہَ وا وو	کَ ہم س فر	نک لا
زندگی اک فقیر کی چادر				جب ڈھکے پاؤں ہم نے سر نکلا		
ان د گی اک	ف قی ر کی	چا در		جب ڈ کے پا	وُ ہم ن سر	نک لا

غزل۵۰۔بحر ہزج مثمن سالم:مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن

مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن		مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن
ہمارا دل سویرے کا سنہرا جام ہوجائے					چراغوں کی طرح آنکھیں جلیں جب شام ہو جائے			
ہَ ما را دل	س وی رے کا	سُ نہ را جا	مِ ہو جا ئے		چَ را غو کی	طَ رح آ کھی	جَ لی جب شا	مِ ہو جا ئے
کبھی تو آسماں سے چاند اترے جام ہو جائے					تمھارے نام کی اک خوبصورت شام ہو جائے			
کَ بھی تو آ	سِ ما سے چا	دات رے جا	مِ ہو جا ئے		تُ مارے نا	م کی اک خو	ب صورت شا	مِ ہو جا ئے
عجب حالات تھے یوں دل کا سودا ہو گیا آخر					محبت کی حویلی جس طرح نیلام ہو جائے			

ع جب حالا	ت تھے یو دل	ک سو دا ہو	گ یا آ خر		م حب بت کی	ح وی لی جس	ط رح نی لا	مِ ہو جائے
سمندر کے سفر میں اس طرح آواز دے ہم کو					ہوائیں تیز ہوں اور کشتیوں میں شام ہو جائے			
س من در کے	س فری اس	ط رح آ وا	ز دے ہم کو		ہَ وا ئی تی	ز ہو ار کش	تِ یو می شا	مِ ہو جائے
مجھے معلوم ہے اس کا ٹھکانا پھر کہاں ہو گا					پرندہ آسماں چھونے میں گر نا کام ہو جائے			
مُ جھے مع لو	م ہے اس کا	ٹھ کا نا پھر	ک ہا ہو گا		پ رن دہ آ	س ما چھونے	م گر نا کا	مِ ہو جائے

غزل۵۱۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن			فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن	
بھول شاید بہت بڑی کر لی					ہم نے دنیا سے دوستی کر لی			
بھو ل شا ید	بَ ہت ب ڑی	کر	لی		ہم نِ دن یا	سِ دو س تی	کر	لی
تم محبت کو کھیل کہتے ہو					ہم نے برباد زندگی کر لی			
تم مُ حب بت	کُ کی لِ کہ	تے	ہو		ہن نِ بر با	دِ زن دَ گی	کر	لی
سب کی نظریں بچا کے دیکھ لیا					آنکھوں آنکھوں میں بات بھی کر لی			
سب کِ نظ ری	بَ چا کِ دی	کھ لِ	یا		آ کھُ آ کھُ	مِ با ت بھی	کر	لی
عاشقی میں بہت ضروری ہے					بے وفائی کبھی کبھی کر لی			
عا شِ قی می	بَ ہت ض رو	ری	ہے		بے و فا ئی	کَ بھی کَ بھی	کر	لی
ہم نہیں جانتے چراغوں نے					کیوں اندھیروں سے دوستی کر لی			
ہم نَ ہی جا	نِ تے چ را	غو	نے		کو اَ دھی رو	سِ دو س تی	کر	لی

غزل۵۲۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع	لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع	لن
موم کی زندگی گھلا کرنا					کچھ کسی سے نہ تذکرہ کرنا			
مو مِ کی زن	دَ گی گھُ لا	کر	نا		کچھ کِ سی سے	نَ تذ کِ را	کر	نا
میرا بچپن تھا آئینے جیسا					ہر کھلونے کا منہ تکا کرنا			
می رَ بچ پن	تھَ آ ءِ نے	جی	سے		ہر کھِ لو نے	کَ مو ت کا	کر	نا
پھول شاخوں کے ہوں کہ آنکھوں کے					راستے راستے چُنا کرنا			
پھو ل شا خو	کِ ہو کِ آ	کھو	کے		را سِ تے را	سِ تے ت کا	کر	نا

یہ روایت بہت پرانی ہے				نیند میں آگ پر چلا کرنا		
یہ ر وا یت	ب ہت پ را	نی ہے		نی د می آ	گ پر چ لا	کر نا
راستے میں کوئی کھنڈر ہو گا				شہسوارو وہاں رکا کرنا		
را س تے می	کُ ئی کھ ڈر	ہو گا		شہ س وا رو	و ہا ر کا	کر نا

غـزل۵۳۔بحـر خفیفـ مـدسـس مخـبون محـذوفـ مقطوع:فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
بے وفا راستے بدلتے ہیں				ہم سفر ساتھ ساتھ چلتے ہیں		
بے وَ فا را	سِ تے ب دل	تے ہی		ہم سَ فر سا	تھِ ساتھِ چل	تے ہی
کس کے آنسو چھپے ہیں پھولوں میں				چومتا ہوں تو ہونٹ جلتے ہیں		
کس کِ آ سو	چھ پے ہَ پھو	لو می		چو م تا ہو	ٹ ہوٹ جل	تے ہی
اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھو				مندروں میں چراغ جلتے ہیں		
اس کِ آ کھو	کُ غو ر سے	دی کھو		من د رو می	چ را غ جل	تے ہی
دل میں رہ کر نظر نہیں آتے				ایسے کانٹے کہاں نکلتے ہیں		
د مَ رہ کر	نَ ظر نَ ہی	آ تے		ای سِ کا ٹے	کَ ہا نِ کل	تے ہی
ایک دیوار وہ بھی شیشے کی				دو بدن پاس پاس جلتے ہیں		
ای ک دی وا	ر وہ بھِ شی	شے کی		دو ب دن پا	س پا س جل	تے ہی

غـزل۵۴۔بحـر متقـاربـ مثمن محـذوفـ:فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعَل

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل
اسے فن نہیں پردۂ فن کہو					غزل کو چراغوں کی چلمن کہو			
اِ سے فن	نَ ہی پر	دَ ئے فن	کَ ہو		غَ زل کو	چَ را غو	کِ چل من	کَ ہو
انھیں میں سنورتے رہو عمر بھر					سدا میری آنکھوں کو درپن کہو			
اِ نھی می	سَ ور تے	رَ ہو عم	رِ بھر		سَ دا می	رِ آ کھو	کُ در پن	کَ ہو
وہ جب چاہے سر سبز کر دے مجھے					مرے واسطے اس کو ساون کہو			
وُ جب چا	ہِ سر سب	ز کر دے	مُ جھے		مِ رے وا	سِ طے اس	کُ سا ون	کَ ہو
قدم چاند سے میرے دل پر رکھو					اسے بھی کبھی گھر کا آنگن کہو			

ق دم چا	دِ سے می	رِ دل پر	ر کھو		اِ سے بھی	کَ بھی گھر	کَ آ گن	کَ ہو
جواں ہو کہ مل جائیں گے خاک میں					گلوں کو شہیدوں کا بچپن کہو			
ج وا ہو	ک مل جا	ءِ گے خا	کَ می		گُ لو کو	شَ ہی دو	کَ بچ پن	کَ ہو

غزل۵۵۔بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن:مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن
تمام آگ ہے، دل راہ خار وخس کی نہیں					یہی گلی ہے جہاں سلطنت ہوس کی نہیں			
تَ ما مِ آ	گِ ہِ دل را	ہ خا رُ خس	کِ نِ ہی		یَ ہی گِ لی	ہَ جَ ہا سل	طَ نت ہَ وس	کِ نَ ہی
وہ سب کے سامنے بانہوں میں آکے کھو جانا					فرشتوں جیسی یہ معصومیت ہَوس کی نہیں			
وُ سب کِ سا	مِ نِ با ہو	مِ آ کِ کھو	جا نا		ف رش تُ جی	سِ یِ مع صو	مِ یت ہَ وس	کِ نَ ہی
بس ایک شام کی لذت بہت غنیمت ہے					عظیم پاک محبت ہر اک کے بس کی نہیں			
بَ سی کِ شا	م کِ لذ ذت	ب ہت غ نی	مت ہے		ع ظی م پا	کِ مُ حب بت	ہَ رک کِ بس	کِ نَ ہی
تھا ایک شخص ہر اک شخص اس پہ عاشق تھا					یہ بات کل کی ہے دو چار دس برس کی نہیں			
تھَ ای ک شخ	ص ہَ رک شخ	ص اس پہ عا	شق تھا		یِ بات کل	کِ ہَ دو چا	ر دس ب رس	کِ نَ ہی
نصاب دل کا کہاں رکھ دیا کلاسوں					غزل کی آگ ہے یہ کاغذوں کے بس کی نہیں			
نَ صاب دل	کَ کَ ہا رکھ	دِ یا کَ لا	سو می		غ زل کِ آ	گ ہِ یہ کا	غ زو ک بس	کِ نَ ہی

غزل۵٦۔بحر رمل مثمن مشکول مسکّن:مفعول فاعِلاتن مفعول فاعِلاتن

مف عو لُ	فا عِ لا تُن	مف عو لُ	فا عِ لا تُن		مف عو لُ	فا عِ لا تُن	مف عو لُ	فا عِ لا تُن
یوں دل کو گدگدایا، ہر غم جگا دیا ہے					اس نے ہنسی ہنسی میں ہم کو رُلا دیا ہے			
یو دل کُ	گدگُ دا یا	ہر غم جَ	گا دِ یا ہے		اس نے ہَ	سی ہَ سی می	ہم کو رُ	لا دِ یا ہے
پوچھا بہت ہم نے کس اور اب ملو گے					چٹکی میں ریت لے کر اُس نے اُڑا دیا ہے			
پو چھا ب	ہت ہُ ہم نے	کس او ر	اب م لو گے		چٹ کی م	ری ت لے کے	اس نے اُ	ڑا دِ یا ہے
کل شب عجب ہوا تھی بجھتے دِیے کی لو میں					وہ آنسوؤں کا کاغذ ہم نے جلا دیا ہے			
کل شب ع	جب ہ وا تھی	بجھ تے دِ	یے کِ لو می		وہ آ س	وو کَ کا غذ	ہم نے جَ	لا دِ یا ہے
روشن تھے رات ہم سے خیمے مسافروں کے					دن کے سفر میں سب نے ہم کو بھلا دیا ہے			
رو شن تھِ	رات ہم سے	خی مے مُ	سافِ رو کے		دن کے سَ	فرم سب نے	ہم کو بھُ	لا دِ یا ہے

جن کاغذوں پہ دل کی قیمت لکھی ہوئی تھی					ان دیمکوں کو کس نے ان کا پتہ دیا ہے			
جن کا غ	زوپ دل کی	قی مت لِ	کھی ہُوی تھی		ان دی م	کوکُ کس نے	ان کا پ	تا دِ یا ہے

غزل۵۷۔ بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف:

فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
شام کے پیڑ کی سرمئی شاخ پر پتیوں میں چھپا کوئی جگنو بھی ہے ساحلوں پر پڑی سیپیوں میں کہیں جھلملاتا ہوا ایک آنسو بھی ہے							
شا مِ کے	پِی ڑ کی	سر مَ ئی	شا خ پر	پت تِ یو	می چھ پا	کو ءِ جگ	نو بھِ ہے
سا حِ لو	پر پ ڑی	سی پ یو	می کَ ہی	جھل مِ لا	تا ہ وا	ای ک آ	سو بھِ ہے
آندھیاں رات کے ڈھیر لیتی گئیں چمکیں چنگاریاں کونپلوں کی طرح اِن دنوں زندگی پھر ہمارے لیے صبح عارض بھی ہے شامِ گیسو بھی ہے							
آ د یا	رات کے	ڈھی رلے	تی گ ئی	چم کِ چن	گا ر یا	کو پ لو	کی ط رح
ان د نو	زن د گی	پھر ہ ما	رے لِ یے	صب حِ عا	رض بھِ ہے	شا مِ گی	سو بھِ ہے
اس پہاڑی علاقے میں اک گاؤں کے موڑ پر آتی جاتی بسوں کے لیے دو درختوں کی مشفق گھنی چھاؤں میں گرم چائے کی مانوس خوشبو بھی ہے							
اس پ ہا	ڑی ع لا	کے مَ اک	گا ؤ کے	مو ڑ پر	آ تِ جا	تی ب سو	کے لِ یے
دو د رخ	تو کِ مش	فق گھ نی	چھا ؤ می	گر م چا	یے کِ ما	نو س خش	بو بھِ ہے
میرے دشمن مری جستجو میں ابھی اس کمیں گاہ کو آگ دکھلائیں گے اب یہ بہتر ہے میں خود ہی آگے بڑھوں جھاڑیوں میں یہاں ایک آہو بھی ہے							
می ر دش	من م ری	جس ت جو	می ا بھی	اس ک می	گا ہ کو	آ گ دکھ	لا ءِ گے
اب يِ بہ	تر ہَ می	خد ہِ آ	گے ب ڑھو	جھا ڑِ یو	می یَ ہا	ای ک آ	ہو بھِ ہے

غزل۵۸۔ بحر متقارب مثمن محذوف: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعَل

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل
جہاں پیڑ پر چار دانے لگے					ہواؤ ہوس کے نشانے لگے			
جَ ہا پی	ڑ پر چا	ر دا نے	لَ گے		ہَ وا وُ	ہَ وس کے	نِ شا نے	لَ گے
ہوئی شام یادوں کے اک گاوں سے					پرندے اداسی کے آنے لگے			
ہُ وی شا	م یا دو	کِ اک گا	ؤ سے		پ رن دے	اُ دا سی	کِ آ نے	لَ گے
گھڑی دو گھڑی مجھ کو پلکوں پہ رکھ					یہاں آتے آتے زمانے لگے			
گھ ڑی دو	گھ ڑی مجھ	کُ پل کو	پ رکھ		ی ہا آ	تِ آ تے	ز ما نے	لَ گے
کبھی بستیاں دل کی یوں بھی بسیں					دُکانیں کھلیں کارخانے لگے			
ک بھی بس	ت یا دل	کِ یو بھی	ب سی		د کا نی	کھ لی کا	ر خا نے	لَ گے
پڑھائی لکھائی کا موسم کہاں					کتابوں میں خط آنے جانے لگے			
پ ڑھا ئی	لِ کھا ئی	ک مو سم	ک ہا		ک تا بو	م خط آ	نِ جا نے	لَ گے

غزل۵۹۔ بحرِ متقارب مثمن محذوف: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعَل

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل
مسافر کے رستے بدلتے رہے					مقدر میں چلنا تھا چلتے رہے			
مُ سا فر	کِ رس تے	بَ دل تے	رَ ہے		مُ قد در	مِ چل نا	تھَ چل تے	رَ ہے
مرے راستوں میں اُجالا رہا					دِیے اُس کی آنکھوں میں جلتے رہے			
م رے را	س تو می	اُ جا لا	رَ ہا		دِ یے اس	کِ آ کھو	مِ جل تے	رَ ہے
کوئی پھول سا ہاتھ کاندھوں پہ تھا					مرے پاؤں شعلوں پہ چلتے رہے			
کُ ئی پھو	ل سا ہا	تھ کا دھو	پ تھا		م رے پا	ؤ شع لو	پ چل تے	رَ ہے
سنا ہے انھیں بھی ہوا لگ گئی					ہواؤں کے جو رخ بدلتے رہے			
سُ نا ہے	اُ نھی بھی	ہَ وا لگ	گَ ئی		ہَ وا وو	کِ جو رخ	ب دل تے	رَ ہے
محبت، عداوت، وفا بے رخیٔ					کرائے کے گھر تھے بدلتے رہے			
مُ حب بت	عَ دا وت	و فا بے	رُ خی		کِ را یے	کِ گھر تھے	بَ دل تے	رَ ہے

غزل۶۰۔ بحر متقارب مسدس مضاعف: فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل

فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع

ریشم کی چادر اوڑھی پگڑی باندھی							دامن میں دروازے کی مٹی باندھی					
ریش م	کی چا	در او	ڑھی پگ	ڑی با	دھی		دا من	می در	وا زے	کی مٹ	ٹی با	دھی
فع ل	ف عولن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
ریل کی پٹری پر میری شہرت رکھ دی							بس کے پہیوں سے روزی روٹی باندھی					
ری ل	کِ پٹ ری	پر می	ری شہ	رت رکھ	دی		بس کے	پہ یو	سے رو	زی رو	ٹی با	دھی
فع لن	فع لن	فع ل	ف عولن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
پہلے سے کچھ صاف نظر آئی دنیا							جب سے ہم نے آنکھوں پر پٹی باندھی					
پہ لے	سے کچھ	صا ف	ن ظر آ	ئی دن	یا		جب سے	ہم نے	آ کھو	پر پٹ	ٹی با	دھی

غزل٦١۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف: فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
دل میں چھایا رہا اُمس کی طرح				ایک لمحہ تھا سو برس کی طرح		
دل پ چھا یا	رَ ہا اُ مس	کِ ط رح		ای کِ لم ضا	تھ َسو بَ رس	کِ طَ رح
وہ محبت کی طرح پگھلے گی				میں بھی مرجاؤں گا ہَوس کی طرح		
وہ مُ حب بت	کِ طرح پگھ	لے گی		می بھِ مر جا	ؤ گا ہَ وس	کِ طَ رح
رات سر پر لیے ہوں جنگل میں				راستے کی خراب بس کی طرح		
را ت سر پر	لِ یے ہُ جن	گل می		را س تے کی	خ را ب بس	کِ طَ رح
خانقاہوں میں خاک اڑتی ہے				اُردو والوں کے کیمپس کی طرح		
خا ن قا ہو	م خا ک اڑ	تی ہے		اُر دُ وا لو	کِ کی م پس	کِ طَ رح
موت کی وادیوں سے گزروں گا				میں پہاڑوں کی ایک بس کی طرح		
مو ت کی وا	دِ یو سِ گز	رو گا		می پ ہا ڑو	کِ ای ک بس	کِ طَ رح

غزل٦١۔ بحر کامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
سرِ راہ کچھ بھی کہا نہیں کبھی اس کے گھر میں گیا نہیں			

میں جنم جنم سے اسی کا ہوں اسے آج تک یہ پتہ نہیں			
سَ رِ را ہ کچھ	بھِ کَ ہا نَ ہی	کَ بھِ اس کِ گھر	مِ گَ یا نَ ہی
مِ ج نم ج نم	سِ اُ سی کَ ہو	اُ سِ آ ج تک	یِ پ تا نَ ہی
اسے پاک نظروں سے چومنا بھی عبادتوں میں شمار ہے کوئی پھول لاکھ قریب ہو کبھی میں نے اس کو چھوا نہیں			
اُ سِ پا ک نظ	رُ سِ چو مِ نا	بھِ عِ با د تو	مِ ش ما ر ہے
کُ ءِ پھو ل لا	کھِ ق ری ب ہو	ک بھِ می نِ اس	کُ چھُ وا نَ ہی
یہ خُدا کی دین عجیب ہے کہ اسی کا نام نصیب ہے جسے تو نے چاہا وہ مل گیا جسے میں نے چاہا ملا نہیں			
یِ خُ دا کِ دی	ن ع جی ب ہے	کِ اِ سی ک نا	م ن صی ب ہے
جِ سِ تو ن چا	ہَ وُ مل گَ یا	جِ سِ می ن چا	ہَ مِ لا نَ ہی
اسی شہر میں کئی سال سے مرے کچھ قریبی عزیز ہیں انھیں میری کوئی خبر نہیں مجھے ان کی کوئی پتہ نہیں			
اِ سِ شہ ر می	کِ ءِ سا ل سے	م ر کچھ ق ری	بِ ع زی ز ہی
اُ نھی می ر کو	ءِ خ بر ن ہی	مُ جھِ ان کِ کو	ءِ پ تا ن ہی

غزل ۶۲۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فعْلن

فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
خواب ان آنکھوں سے اب کوئی چرا کر لے جائے					قبر کے سوکھے ہوئے پھول اُٹھا کر لے جائے			
خوابِ ان آ	کھُ سِ اب کو	ءِ چُ را کر	لِ جَ ءے		قب رکے سو	کھ ہُوے پھو	لِ اُ ٹھا کر	لِ جَ ءے
منتظر پھول میں خوشبو کی طرح ہوں کب سے					کوئی جھونکے کی طرح آئے اڑا کر لے جائے			
من ت ظر پھو	لِ مَ خش بو	کِ طَ رح ہو	کب سے		کوءِ جھوکے	کِ طَ رح آ	ءِ اُ ڑا کر	لِ جَ ءے
یہ بھی پانی ہے مگر آنکھوں کا ایسا پانی					جو ہتھیلی سے رچی مہندی اڑا کر لے جائے			
یہ بھِ پا نی	ہَ م گر آ	کھ کَ ای سا	پا نی		جو ہَ تھی لی	سِ رَ چی مہ	دِ اُ ڑا کر	لِ جَ ءے
میں محبت سے مہکتا ہوا خط ہوں جس کو					زندگی اپنی کتابوں میں چھپا کر لے جائے			
می مُ حب بت	سِ مَ ہک تا	ہُ وَ خط ہو	جس کو		زن دگی اپ	نِ کِ تا بو	مِ چھِ پا کر	لِ جَ ءے

ان سے کہنا کہ میں پیدل نہیں آنے والا					کوئی بادل مجھے کاندھے پہ بٹھا کر لے جائے			
ان سِ کہ نا	کِ مِ پی دل	نَ ہِ آ نے	وا لا		کو ءِ با دل	مُ جھِ کا دھے	پ پ بِ ٹھا کر	لِ جَ ئے

غزل ۶۳۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
اب دلوں کے علاوہ پڑھنا کیا				اپنا کاغذ قلم سے رشتہ کیا		
اب دِ لو کے	عِ لا وَ پڑھ	نا کا		اپ نَ کا غذ	قَ لم سِ رش	تا کا
آنسوؤ سے مری ہتھیلی پر				کون پڑھتا کہ اس نے لکھا کیا		
آ س وو سے	م ری ہ تھی	لی پر		کو ن پڑھ تا	کِ اس نِ لکھ	کھا کا
اک مہک جیسے رات کی رانی				کیا بتاؤں کہ میں نے سوچا کیا		
اک م ہک جی	س رات کی	را نی		کا ب تا وو	کِ می نِ سو	چا کا
جب بھی دیکھو اسی طرف نظریں				چاند بھی ہے کسی کا چہرہ کیا		
جب بھِ دی کھو	اُ سی ط رف	نظ ری		چا د بھی ہے	کِ سی کَ چہ	را کا
جو نہ آدابِ دشمنی جانے				دوستی کا اسے سلیقہ کیا		
جو نَ آ دا	بِ دش م نی	جا نے		دو سِ تی کا	اُ سے س لی	قہ کا

غزل ۶۴۔ بحر متقارب مثمن سالم: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعُولن

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن
وہ شاید دلوں کو دھڑکنے نہ دیں گے					گلوں سے مہکنے کا حق چھین لیں گے			
وُ شا ید	دِ لو کو	دَ ڑک نے	نَ دی گے		گُ لو سے	مَ ہک نے	کَ حق چھی	نِ لی گے
ہمارے دلوں کے دیے بجھ چکے ہیں					ہم آنکھوں کی تحریریں کیسے پڑھیں گے			
ہَ ما رے	دِ لو کے	دِ یے بجھ	چ کے ہی		ہَ ما کھو	کِ تح ری	رِ کی سے	پ ڑھے گے
ہمارے بدن بھی ہمارے نہیں ہیں					اسے چھو کے محسوس کیسے کریں گے			
ہَ ما رے	ب دن بھی	ہ ما رے	نَ ہی ہی		ا سے چھو	کِ مح سو	س کی سے	کَ ری گے
لہو کا سمندر ہے پلکوں کے پیچھے					یہ روشن جزیرے لرزتے رہیں گے			
ل ہو کا	س من در	ہَ پل کو	کِ پی چھے		یِ رو شن	ج زی رے	ل رز تے	ر ہی گے
ازل سے ابد تک سفر ہی سفر ہے					مسافر ہیں سب لوگ چلتے رہیں گے			

ا زل سے	ا بد تک	س فر ہی	س فر ہے		مُ سا فر	ہَ سب لو	گِ چل تے	رَ ہی گے

غزل۶۵۔ بحر رمل مثمن مشکول: فَعِلات فاعِلاتن فَعِلات فاعِلاتن

فَ عِ لا تُ	فا عِ لا تن	فَ عِ لا تُ	فا عِ لا تن		فَ عِ لا تُ	فا عِ لا تن	فَ عِ لا تُ	فا عِ لا تن
یہ چراغ بے نظر ہے یہ ستارہ بے زباں ہے					ابھی تجھ سے ملتا جُلتا کوئی دوسرا نہیں ہے			
یِ چَ راغِ	بے نَ ظر ہے	یِ سِ تا رَ	بے زُ با ہے		اَبھِ تجھ سِ	مل تَ جل تا	کُ ءِ دو سِ	را نَ ہی ہے
وہی شخص جس پہ اپنے دل وجاں نثار کر دوں					وہ اگر خفا نہیں ہے تو ضرور بد گماں ہے			
وَ ہِ شخ ص	جس پ اپ نے	دِ لُ جا نِ	ثا ر کر دو		وُ اَ گر خ	فا نَ ہی ہے	تُ ض رو ر	بد گُ ما ہے
کبھی پا کے تجھ کو کھونا کبھی کھو کے تجھ کو پانا					یہ جنم جنم کا رشتہ ترے میرے درمیاں ہے			
کَ بھِ پا کِ	تجھ کُ کھو نا	کَ بھِ کھو ک	تجھ کُ پا نا		یِ ج نم ج	نم کَ رش تہ	تِ رِ می رِ	در مِ یا ہے
مرے ساتھ چلنے والے تجھے کیا ملا سفر میں					وہی دکھ بھری زمیں ہے وہی غم کا آسماں ہے			
مِ رِ سا تھ	چل نِ وا لے	تُ جھِ کا مِ	لا س فر می		وُ ہِ دکھ بھَ	ری زمی ہے	وُ ہِ غم کَ	آ سِ ما ہے
انھیں راستوں نے جن پر کبھی تم تھے ساتھ میرے					مجھے روک روک پوچھا ترا ہم سفر کہاں ہے			
اُ نھِ را س	تو نِ جن پر	کَ بھِ تم تھِ	سا تھِ می رے		مُ جھِ رو ک	رو ک پو چھا	تِ رَ ہم س	فر ک ہا ہے

غزل۶۶۔ بحر ہزج مثمن سالم: مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن

مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن		مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن
اُداسی کا یہ پتھر آنسوؤں سے نم نہیں ہوتا					ہزاروں جگنوؤں سے بھی اندھیرا کم نہیں ہوتا			
اُ دا سی کا	یِ پتھ تھر آ	سِ وؤ سے نم	نَ ہی ہو تا		ہَ زا رو جگ	نُ وؤ سے بھی	اَ دھی را کم	نَ ہی ہو تا
کبھی برسات میں شاداب بیلیں سوکھ جاتی ہیں					ہرے پیڑوں کے گرنے سے کوئی موسم نہیں ہوتا			
کَ بھی برسا	ت می شا دا	بِ بی لی سو	کھِ جا تی ہی		ہَ رے پی ڑو	کِ گر نے سے	کُ ئی مو سم	نَ ہی ہو تا
بہت سے لوگ دل کو اس طرح محفوظ رکھتے ہیں					کوئی بارش ہو یہ کاغذ ذرا بھی نم نہیں ہوتا			
بَ ہت سے لو	گ دل کو اس	ط رح مح فو	ظ رکھ تے ہی		کُ ئی بارش	ہُ یہ کا غذ	ذ را بھی نم	نَ ہی ہو تا
بچھڑتے وقت کوئی بدگمانی دل میں آ جاتی					اسے بھی غم نہیں ہوتا مجھے بھی غم نہیں ہوتا			
بِ چھڑ تے وق	تِ کو ئی بد	گُ ما نی دل	مِ آ جا تی		اُ سے بھی غم	نَ ہی ہو تا	مُ جھے بھی غم	نَ ہی ہو تا
یہ آنسو ہیں انھیں پھولوں میں شبنم کی طرح رکھنا					غزل احساس ہے احساس کا ماتم نہیں ہوتا			
یِ آ سو ہی	اِ نھی پھو لو	مِ شب نم کی	طَ رح رکھ نا		غَ زل اح سا	س ہے اح سا	س کا ما تم	نَ ہی ہو تا

غزل۶۷۔ بحرِ رمل مسدس محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن
اب کسے چاہیں کسے ڈھونڈا کریں				وہ بھی آخر مل گیا اب کیا کریں		
اب کِ سے چا	ہی کِ سے ڈھو	ڈا کَ ری		وہ بھِ آ خر	مل گَ یا اب	کا کَ ری
ہلکی ہلکی بارشیں ہوتی رہیں				ہم بھی پھولوں کی طرح بھیگا کریں		
ہل کِ ہل کی	با ر شی ہو	تی ر ہی		ہم بھِ پھو لو	کی ط رح بھی	گا کَ ری
آنکھیں موندھے اس گلابی دھوپ میں				دیر تک بیٹھے اسے سوچا کریں		
آ کھِ مو دے	اس گ لا بی	دھو پ می		دی ر تک بی	ٹھے ا سے سو	چا کَ ری
دل محبت دین دنیا شاعری				ہر دریچے سے تجھے دیکھا کریں		
دل مُ حب بت	دی ن دن یا	شا عِ ری		ہر د ری چے	سے تُ جھے دی	کا کَ ری
گھر نئے کپڑے نئے برتن نئے				ان پرانے کاغذوں کا کیا کریں		
گھرن ئے کپ	ڑے ن ئے بر	تن ن ئے		ان پُ رانے	کا غ زو کا	کا کَ ری

غزل۶۸۔ بحرِ متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
یہ کسک دل کی دل میں چھپی رہ گئی					زندگی میں تمھاری کمی رہ گئی			
یے کَ سک	دل کِ دل	می چھِ پی	رہ گَ ئی		زن دَ گی	می تُ ما	ری کَ می	رہ گَ ئی
ایک میں ایک تم ایک دیوار تھی					زندگی آدھی آدھی بٹی رہ گئی			
ای ک می	ای ک تم	ای ک دی	وا ر تھی		زن د گی	آ دِ آ	دھی ب ٹی	رہ گَ ئی
رات کی بھیگی بھیگی چھتوں کی طرح					میری پلکوں پہ تھوڑی کمی رہ گئی			
را ت کی	بھی گِ بھی	گی چھ تو	کی ط رح		می رِ پل	کو پ تھو	ڑی ک می	رہ گَ ئی
میرے گھر کی طرف دھوپ کی پیٹھ تھی					آتے آتے ادھر چاندنی رہ گئی			
می ر گھر	کی ط رف	دھو پ کی	پی ٹھ تھی		آ تِ آ	تے اِ دھر	چا د نی	رہ گَ ئی
ریت پر آنسوؤں نے ترے نام کی					جو کہانی لکھی بے پڑھی رہ گئی			
ری ت پر	آ س وو	نے ت رے	نا م کی		جو ک ہا	نی ل کھی	بے پ ڑھی	رہ گَ ئی

غزل۶۹۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

م فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن		م فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
اسی لیے تو یہاں اب بھی اجنبی ہوں میں					تمام لوگ فرشتے ہیں آدمی ہوں میں			
اِسی لِ یے	تُ یَ ہا اب	بھِ اج نَ بی	ہو می		تَ ما م لو	گ فَ رش تے	ہَ آ د می	ہو می
ضعیف بوڑھی پل پر اداس بیٹھی ہے					اسی کی آنکھ میں لکھا ہے زندگی ہوں میں			
ض عی ف بو	ڑِ سَ ڑک پر	اُ دا س بی	ٹھی ہے		اُ سی کِ آ	کھ مِ لکھ کھا	ہَ زن د گی	ہو می
ہے پکی عمر کی اک بے زبان سی لڑکی					اسی کا رشتہ ہوں اور وہ بھی آخری ہوں میں			
ہَ پک کِ عم	رکِ اک بے	ز با ن سی	لڑ کی		اُ سی کَ رش	تَ ہُ ار وہ	بھِ آ خ ری	ہو می
تمام رات چراغوں میں مسکراتی تھی					وہ اب نہیں ہے مگر اس کی روشنی ہوں میں			
ت ما م را	ت چ را غو	م مس ک را	تی تھی		وُ اب ن ہی	ہَ م گر اس	کِ روش نی	ہو می
ستارے راہ کے ہیں میرؔ و غالبؔ و اقبالؔ					قلم ہو بچے کا تختی نئی نئی ہوں میں			
سِ تا ر را	ہِ کِ ہی می	لُ غا لِ بو	اق با ل		ق لم ہُ بچ	چِ کَ تخ تی	ن ئی ن ئی	ہو می

غزل ۷۰۔ بحر متقارب مثمن محذوف: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعَل

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل
اُداسی کے چہرے پڑھا مت کرو					غزل آنسوؤں سے لکھا مت کرو			
اُ دا سی	کِ چہ رے	پَ ڑھا مت	کَ رو		غَ زل آ	سِ وؤ سے	لِ کھا مت	کَ رو
بہر حال یہ آگ ہی آگ ہیں					چراغوں کو ایسے چھوا مت کرو			
ب ہر حا	ل یہ آ	گ ہی آ	گ ہے		چ را غو	کُ ای سے	چھُ وا مت	کَ رو
دعا آنسوؤں میں کھلا پھول ہے					کسی کے لیے بد دعا مت کرو			
دُ عا آ	سِ وو می	کھِ لا پھو	ل ہے		کِ سی کے	لِ ئے بد	دُ عا مت	کَ رو
تمھیں دنیا کہنے لگے بے وفا					زمانے سے اتنی وفا مت کرو			
تُ می دن	یَ کہی نے	لَ گے بے	وَ فا		ز ما نے	سِ ات نی	و فا مت	کَ رو
اگر واقعی تم پریشان ہو					کسی اور سے تذکرہ مت کرو			
ا گر وا	ق عی تم	پ ری شا	ن ہو		ک سی او	ر سے تذ	کِ رہ مت	کَ رو

غزل ۷۱۔ بحر رجز مثمن سالم: مستفعِلن مستفعِلن مستفعِلن مستفعِلن

مُس تف عِ لن	مُس تف عِ لن	مُس تف عِ لن	مُس تف عِ لن

سوچا نہیں اچھا بُرا دیکھا سنا کچھ بھی نہیں مانگا خدا سے رات دن تیرے سوا کچھ بھی نہیں			
سو چا ن ہی	اچھ چھا بُ را	دی کھا سُ نا	کچھ بھی نَ ہی
ما گا خ دا	سے را ت دن	تی رے سِ وا	کچھ بھی ن ہی
سوچا تجھے دیکھا تجھے چاہا تجھے پوجا تجھے میری خطا میری وفا تیری خطا کچھ بھی نہیں			
سو چا تُ جھے	دی کھا تُ جھے	چا ہا تُ جھے	پو جا تُ جھے
می ری خ طا	می ری و فا	تی ری خ طا	کچھ بھی ن ہی
جس پر ہماری آنکھ پر موتی بچھائے رات بھر بھیجا اسے کاغذ وہی ہم نے لکھا کچھ بھی نہیں			
جس پر ہ ما	ری آ کھِ نے	مو تی بِ چھا	ئے را ت بھر
بھی جا اُ سے	کا غذ و ہی	ہم نے لِ کھا	کچھ بھی ن ہی
اک شام کے سائے تلک بیٹھے رہے وہ دیر تک آنکھوں سے کیں باتیں بہت منہ سے کہا کچھ بھی نہیں			
اک شا م کے	سا ئے ت لک	بی ٹھے ر ہے	وہ دی ر تک
آ کھو س کی	با تی ب ہت	من سے ک ہا	کچھ بھی ن ہی
دو چار دن کی بات ہے دل خاک میں مل جائے گا جب آگ پر کاغذ رکھا باقی بچا کچھ بھی نہیں			
دو چا ر دن	کی با ت ہے	دل خا ک می	مل جا ءِ گا
جب آ گ پر	کا غذ ر کھا	با قی ب چا	کچھ بھی ن ہی

غـــزل ۲۷۔بحـــرِ مضـــارع مثمن اخرب مکفوف محذوف:مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
وہ اپنے گھر چلا گیا افسوس مت کرو					اتنا ہی اس کا ساتھ تھا افسوس مت کرو			
وہ اپ نِ	گھر چَ لا گ	یَ اف سو س	مت کَ رو		ات نا ہِ	اس کَ سا تھ	تھ َاف سو س	مت کَ رو
انسان اپنے آپ میں مجبور ہے بہت					کوئی نہیں ہے بے وفا افسوس مت کرو			

ان سا ن	اپ نِ آپ	مِ مج بو ر	ہے ب ہت		کو ئی ن	ہی ہَ بے و	ف اف سوس	مت کَ رو
اس بار تم کو آنے میں کچھ دیر ہو گئی					تھک ہار کے وہ سو گیا افسوس مت کرو			
اس با ر	تم کُ آ ن	مِ کچھ دی ر	ہو گ ئی		تھک ہا ر	کے وُ سو گ	یَ اف سوس	مت کَ رو
دنیا میں اور چاہنے والے بھی ہیں بہت					جو ہونا تھا وہ ہوگیا افسوس مت کرو			
دن یا م	او ر چا ہِ	نِ والے بھِ	ہی ب ہت		جو ہو نَ	تھا وُ ہو گَ	یَ اف سوس	مت کَ رو
اس زندگی کے مجھ پہ بہت قرض ہیں مگر					میں جلد لوٹ آؤں گا افسوس مت کرو			
اس زن د	گی کِ مجھ پ	ب ہت قرض	ہی مِ گر		می جل د	لو ٹ آ وُ	گَ اف سوس	مت کَ رو

غزل ۴۳۔ بحر متدارک مثمن مخبون مضاعف (بحر زمزمہ):

فَعِلن فَعِلن فعلن فَعِلن فعلن فَعِلن فَعِلن فعِلن

فعِ لن	فَ عِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فعِ لن
اک چاند ہے کھویا کھویا سا سونی چھت پر تنہا تنہا							
اک چا	د ہ کھو	یا کھو	یا سا	سو نی	چھت پر	تن ہا	تن ہا
فعِ لن	فَ عِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فَ عِ لن	فعِ لن	فعِ لن
میں بھی ہوں ادھر تنہا تنہا وہ بھی ہے اُدھر تنہا تنہا							
می بھی	ہُ اِ دھر	تن ہا	تن ہا	وہ بھی	ہَ اُ دھر	تن ہا	تن ہا
فعِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فَ عِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فعِ لن
دل کی تنہائی اور بڑھی مہمانوں کے آجانے سے							
دل کی	تن ہا	ئی او	ر ب ڑھی	مہ ما	نو کے	آ جا	نے سے
فعِ لن	فعِ لن	فَ عِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فعِ لن
اِک تیرے آج نہ ہونے سے لگتا ہے گھر تنہا تنہا							
اک تی	رے آ	جِ نَ ہو	نے سے	لگ تا	ہے گھر	تن ہا	تن ہا
فعِ لن	فعِ لن	فَ عِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فَ عِ لن	فعِ لن	فعِ لن
مدت سے ریت کے صحرا میں آیا نہ گیا بادل کوئی							
مد دت	سے ری	ت ک صح	را می	آ یا	نَ گ یا	با دل	کو ئی
فعِ لن	فَ عِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فعِ لن	فَ عِ لن	فعِ لن	فعِ لن

کس دیس گئے سارے پنچھی سوکھا ہے شجر تنہا تنہا							
کس دی	س گ ئے	سا رے	پن چھی	سو کھا	ہ ش جر	تن ہا	تن ہا

غزل ۷۴۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
آس ہوگی نہ آسرا ہو گا				آنے والے دنوں میں کیا ہو گا		
آ س ہو گی	نَ آ سِ را	ہو گا		آ نِ وا لے	دِ نو مِ کا	ہو گا
میں تجھے بھول جاؤں گا اک دن				وقت سب کچھ بدل چکا ہو گا		
می ٹُ جھے بھو	ل جا وُ گا	اک دن		وق ت سب کچھ	ب دل چ کا	ہو گا
نام ہم نے لکھا تھا آنکھوں میں				آنسوؤں نے مٹا دیا ہو گا		
نا م ہم نے	لِ کھا تھَ آ	کھو می		آ سِ وو نے	مِ ٹا دِ یا	ہو گا
آسماں بھر گیا پرندوں سے				پیڑ کوئی ہرا گرا ہو گا		
آ س ما بھر	گ یا پ رن	دو سے		پِ ڑ کو ئی	ا گر ہَ را	ہو گا
دم گھٹا جا رہا ہے سینے میں				کوئی بجھتا ہوا دیا ہو گا		
دم گھُ ٹا جا	رَ ہا ہِ سی	نے می		کو ءِ بجھ تا	ہُ وا دِ یا	ہو گا

غزل ۷۵۔ بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول مفاعیل مفاعیل فعُولن

مف عو لُ	مَ فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن		مف عو لُ	مَ فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن
بھیگی ہوئی آنکھوں کا یہ منظر نہ ملے گا					گھر چھوڑ کے مت جاؤ کہیں گھر نہ ملے گا			
بھی گی ہُ	ءِ آ کھو کَ	یِ من ظر نَ	مِ لے گا		گھر چھو ڑ	کِ مت جاؤ	ک ہی گھر نَ	مِ لے گا
پھر یاد بہت آئے گی زلفوں کی گھنی شام					جب دھوپ میں سایہ کوئی سر پر نہ ملے گا			
پھر یا د	بَ ہت آ ءِ	گِ زل فو کِ	گھَ نی شا م		جب دھوپ	م سا یہ کُ	ءِ گھر پر نَ	مِ لے گا
آنسو کو کبھی اوس کا قطرہ نہ سمجھنا					ایسا تمھیں چاہت کا سمندر نہ ملے گا			
آ سو کُ	کَ بھی اوس	کَ قط رہ نَ	سَ مجھ نا		ای سا تُ	مِ چا ہت کَ	سَ من در نَ	مِ لے گا
اس خواب کے ماحول میں بے خواب ہیں آنکھیں					جب نیند بہت آئے گی بستر نہ ملے گا			
اس خا ب	کِ ما حو ل	مِ بے خا ب	ہِ آ کھی		جب نی د	بَ ہت آ ءِ	گِ بس تر نَ	مِ لے گا
یہ سوچ لو اب آخری سایہ ہے محبت					اس در سے اٹھو گے تو کوئی در نہ ملے گا			

یہ سو چ	لُ اب آ خ	رِ سا یہ ہَ	مُ حب بت		اس در سِ	اُٹھو گے ٹ	کُ ئی در نَ	مِ لے گا

غزل۷۶۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن / فَعِلن

م فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن		م فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
فقیر آئینہ ہے، پردۂ خیال نہیں					مرے بدن پہ کسی مصلحت کی شال نہیں			
ف قی ر آ	ءِ نَ ہے پر	دَ ئے خَ یا	لِ نَ ہی		مَ رے ب دن	پ کِ سی مص	لِ حت کِ شا	لِ نَ ہی
یہ لوگ جیتے ہیں خوش فہمیوں کی قبروں میں					وطن پرستی کی اس سے بڑی مثال نہیں			
یِ لوگ جی	تِ ہِ خش فہ	مِ یو کِ قب	رو می		وطن پ رس	تِ کِ اس سے	ب ڑی م ثا	لِ نَ ہی
زمین ماں بھی ہے، محبوب بھی ہے بیٹی بھی					زمین چھوڑ کے جاؤں کوئی سوال نہیں			
ز می ن ما	بھِ ہَ مح بو	ب بھی ہَ بی	ٹی بھی		ز می نِ چھو	ڑ کِ جا وو	کُ ئی س وا	لِ نَ ہی
کہانیوں کا مقدر وہی ادھورا پن					کہیں فراق نہیں ہے کہیں وصال نہیں			
ک ہا نِ یو	کَ مُ قد در	وَ ہی ا دھو	را پن		ک ہی فِ را	ق ن ہی ہے	ک ہی و صا	لِ نَ ہی
بہت اداس رہی زندگی تمھارے بعد					خیال تھا کہ تمھیں بھولنا محال نہیں			
ب ہت ادا	س رہی زن	د گی ت ما	رِ بِ نا		خ یا ل تھا	کِ تُ می بھو	لِ نا م حا	لِ نَ ہی

غزل۷۷۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فعْلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
ہم کو بے کار لیے پھرتے ہو بازاروں میں					ہم نہ یوسف ہیں نہ یوسف کے خریداروں میں			
ہم کُ بے کا	رِ لِ یے پھر	تِ ہُ با زا	رو می		ہم نَ یو سف	ہِ نَ یو سف	کِ خَ ری دا	رو می
ملک تقسیم ہوئے دل تو سلامت ہیں ابھی					کھڑکیاں ہم نے کھلی رکھی ہیں دیواروں میں			
مل ک تق سی	مِ ہُ ئے دل	تُ سَ لا مت	ہَ اَ بھی		کھڑ کِ یا ہم	نِ کھُ لی رکھ	کھِ ہَ دی وا	رو می
اِک زباں جس کو غزل کہیے وہ مجرم ٹھہری					شہزادی کو چنا جائے گا دیواروں میں			
اک زبا جس	کُ غ زل کہ	یِ وُ مج رم	ٹھہ ری		شہ ہِ زا دی	کُ چُ نا جا	ءِ گَ دی وا	رو می
دل میں سو غم ہیں تیری یاد ہے تنہا تنہا					ایک اجلی سی پری پھرتی ہے بیماروں میں			
دل مِ سو غم	ہِ تِ ری یا	دِ ہِ تن ہا	تن ہا		ایک ک اج لی	سِ پ ری پھر	تِ ہَ بی ما	رو می
عزت و دولت و شہرت ہیں ہوا کی مانند					لال، نیلے، ہرے اڑتے ہوئے غباروں میں			
عز ز تو دو	لَ تُ شہ رت	ہَ ہَ وا کی	ما ند		لا لِ نی لے	ہَ رِ اڑ تے	ہَ وِ غُ با	رو می

غزل۷۸۔ بحر متقارب مدسس مضاعف: فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل

فعلن	فعلن	فعلن	فعلن	فعلن	فع		فع لن	فعلن	فعلن	فعلن	فعلن	فع
میرا اس سے وعدہ تھا گھر رہنے کا							اپنی چھت کے نیچے دُکھ سُکھ سہنے کا					
فعلن	فعلن	فعلن	فع ل	ف عو لن	فع		فع لن	فعلن	فع ل	ف عو لن	فعلن	فع
بارش بارش کچی قبر کا گھلنا ہے							جاں لیوا احساس اکیلے رہنے کا					
فعلن	فعلن	فع ل	فعلن	فعلن	فع		فع لن	فع ل	ف عو لن	فعلن	فعلن	فع
اب کے آنسو آنکھوں سے دل میں اترے							رُخ بدلا دیا دریا نے کیا بہنے کا					
فعلن	فع ل	ف عو لن	فعلن	فعلن	فع		فع لن	فعلن	فعلن	فعلن	فعلن	فع
ہجر وصال کے سارے قصے جھوٹے ہیں							حق ملتا ہے کس کو اپنا کہنے کا					
فعلن	فعلن	فعلن	فعلن	فعلن	فع		فع ل	ف عو ل	ف عو ل	ف عو ل	فعلن	فع
جگمگ جگمگ ہیرے جیسی آنکھوں میں							ایک عجیب غبار حویلی ڈہنے کا					

غزل۷۹۔ بحر متقارب اثرم مقبوض محذوف: فِعْل فَعُول فَعُولن

فع ل	ف عو لن	فع لن	فع لن		فع ل	ف عو لن	فع لن	فع لن
مجھ سے بچھڑ کر خوش رہتے ہو					میری طرح تم بھی جھوٹے ہو			
مجھ سِ	بِ چھڑ کر	خش رہ	تے ہو		می رِ	ط رح تم	بھی جھو	ٹے ہو
فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن
اک دیوار پہ چاند ٹکا تھا					میں یہ سمجھا تم بیٹھے ہو			
اک دی	وا ر	پ چا دٹ	کا تھا		می یہ	سم جھا	تم بی	ٹے ہو

فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن
اُجلے اُجلے پھول کھلے تھے					بالکل جیسے تم ہنستے ہو			
اج لے	اج لے	پھو ل	کھ لے تھے		بل کل	جی سے	تم ہس	تے ہو
فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن
تم تنہا دنیا سے لڑو گے					بچوں سی باتیں کرتے ہو			
تم تن	ہا دن	یا سِ	لَ ڑو گے		بل کل	جی سے	تم ہس	تے ہو

غزل۸۰۔بحر رجز مثمن سالم: مستفعِلن مستفعِلن مستفعِلن مستفعِلن

مُس تف عِ لن	مُس تف عِ لن	مُس تف عِ لن	مُس تف عِ لن
شبنم کے آنسو پھول پر یہ تو وہی قصہ ہوا آنکھیں مری بھیگی ہوئی چہرہ ترا اُترا ہوا			
شب نم کِ آ	سو پھو ل پر	یے تو وِ ہی	ق ص صا ہُ وا
آ کھی م ری	بھی گی ہُ وی	چہ را ت را	ات را ہ وا
اب ان دنوں میری غزل خوشبو کی اک تصویر ہے ہر لفظ غنچے کی طرح کھل کر ترا چہرہ ہوا			
اب ان دِ نو	می ری غ زل	خش بو کِ اک	تص وی ر ہے
ہر لف ظ غن	چے کی ط رح	کھل کر ت را	چہ را ہُ وا
شاید اسے بھی لے گئے اچھے دنوں کے قافلے اس باغ میں اک پھول تھا تیری طرح ہنستا ہوا			
شا ید اُ سے	بھی لے گ ئَ	اچھ چھے دِ نو	کے قا ف لے
اس با غ می	اک پھو ل تھا	تی ری ط رح	ہس تا ہُ وا
مسجد گئے مندر گئے پیروں فقیروں سے ملے اک اس کو پانے کے لیے کیا کیا کیا کیا ہوا			
مس جد گ ئے	من در گ ئے	پی رو ف قی	رو سے م لے
اک اس کُ پا	نے کے لِ یے	کا کا کِ یا	کا کا ہُ وا
برسات میں دیوار و در کی ساری تحریریں مٹیں			

دھویا بہت مٹتا نہیں تقدیر کا لکھا ہوا			
بر سا ت می	دی وا رُ در	کی سا رِ تح	ری ری مِ تی
دھو یا ب ہت	مٹ تا ن ہی	تق دی ر کا	لکھ کھا ہُ وا

غزل۸۱۔ بحر متقارب اثرم مقبوض مضاعف:

فعْلُ فعُولُ فعُولُ فعُولُ فعُولُ فعُولُ فعَلُ

فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لُ	فَعَلُ
چرواہا بھیڑوں کو لے کر گھر گھر آیا رات ہوئی							
چر وا	ہا بھی	ڑو کو	لے کر	گھر گھر	آ یا	را ت	ہُ وی
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لُ	فَعَلُ
تو پنچھی دل تیرا پنجرہ پنجرے میں جا رات ہوئی							
تو پن	چھی دل	تی را	پچ را	پچ رے	می جا	را ت	ہُ وی
فعْ لُ	فَ عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فع
کوئی ہمیں ہاتھوں میں اٹھا کر بستر میں رکھ دیتا ہے							
کو ء	ہ می ہا	تھو می	ٹھا کر	بس تر	می رکھ	دی تا	ہے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لُ	فَعَلُ
دنیا والے یہ کہتے ہیں سورج ڈوبا رات ہوئی							
دن یا	وا لے	یے کہ	تے ہی	سو رج	ڈو با	را ت	ہُ وی
فعْ لُ	فَ عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن
سرخ سنہرا صافہ باندھے شہزادہ گھوڑے سے اترا							
سر خ	س نہ را	صا فا	با دھے	شہ زا	دا گھو	ڑے سے	ات را
فعْ لن	فعْ لُ	فَ عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لُ	فَعَلُ
کالے غار سے کمبل اوڑھے جوگی نکلا رات ہوئی							
کا لے	غا ر	سِ کم بل	او ڑھے	جو گی	نک لا	را ت	ہُ وی

غزل۸۲۔ بحر ہزج مثمن سالم: مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن

مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن		مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	مَ فا عی لن

یہاں سورج ہنسیں گے آنسوؤ ں کو کون دیکھے گا					چمکتی دھوپ ہوگی، جگنوؤں کو کون دیکھے گا			
یَ ہا سو رج	ہ سی گے آ	س وؤ کو کو	ن کی کھے گا		چ مک تی دھو	پ ہو گی جگ	ن وؤ کو کو	ن دی کھے گا
پھلوں کی باغبانی میں تو بارش کی دعا ہوگی					گزرتے خوب صرت بادلوں کو کون دیکھے گا			
پھ َ لو کی با	غ با نی می	ش بارش کی	دُ عا ہو گی		گ ُ زر تے خو	ب صورت با	د لو کو کو	ن دی کھے گا
ہے سردی واقعی لیکن گھنے کہرے کی یورش میں					پہاڑوں سے اترتی ان بسوں کو کون دیکھے گا			
ہَ سر دی وا	ق عی لی کن	گھ َ نے کہ رے	کِ یو رش می		پ ہا ڑو سے	اُ تر تی ان	ب سو کو کو	ن دی کھے گا
بہت اچھا سا کوئی سوٹ پہنو تنگ دستی میں					اجالوں میں چھپی ان بدلیوں کو کون دیکھے گا			
ب ہت اچھ چھا	س کو ئی سو	ٹ پہ نو تن	گ دس تی می		اُ جا لو می	چھِ پی ان بد	لِ یو کو کو	ن دی کھے گا
ابھی اپنے اشاروں پر ہمیں چلنا نہیں آیا					سڑک کی لال پیلی بتّیوں کو کون دیکھے گا			
اَ بھی اپ نے	ا شا رو پر	ہ می چل نا	ن ہی آ یا		س ڑک کی لا	ل پی لی بت	تِ یو کو کو	ن دی کھے گا

غزل ۸۳۔ بحر متقارب مدس مضاعف: فِعْلُ فعُولُ فعُولُ فعُولُ فعُولُ فعَلُ

فع ل	ف عو لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
ایک سواری آئے گی اک جائے گی							باری باری سب کی باری آئے گی					
فع ل	ف عو لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
پھول اگر پیروں کے نیچے آئیں گے							آنکھوں کی بینائی کم ہو جائے گی					
فع لن	فع ل	ف عو ل	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
تھوڑی دیر میں اک چراغوں کی تھالی							کالی بلی سر پر رکھ کر آئے گی					
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع
آہستہ چلنے میں اب دم گھٹتا ہے							ٹھہروں گا تو سانس مری رک جائے گی					

فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
پانی کو گندہ کرنے سے کیا حاصل							تیری بھی پرچھائیں دھندلا جائے گی					

غزل ۸۴۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فاعِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فاعِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
خود اپنے آپ سے شرمندگی سی ہوتی ہے					کبھی کبھی تو بڑی بے دلی سی ہوتی ہے			
خُ دپ نِ آ	پ س شر من	د گی س ہو	تی ہے		ک بھی ک بھی	تُ ب ڑی بے	دِ لی سِ ہو	تی ہے
سلگتی دھوپ گھنی چاندنی سی ہوتی ہے					تمھارے ساتھ یہ دنیا نئی سی ہوتی ہے			
سُ لگ تِ دھو	پ گھ نی چا	د نی سِ ہو	تی ہے		تُ ما رِ سا	تھِ یِ دن یا	ن ئی سِ ہو	تی ہے
گلے میں اس کے خدا کی عجیب برکت ہے					وہ بولتا ہے تو اک روشنی سی ہوتی ہے			
گ لے م اس	کِ خُ دا کی	ع جب سِ بر	کت ہے		وُ بو ل تا	ہِ تُ اک رو	ش نی سِ ہو	تی ہے
وہ گنگناتا ہے بیلے کے پھول کھلتے ہیں					تمام گھر میں بچھی چاندنی سی ہوتی ہے			
وُ گن گُ نا	تَ ہِ بی لے	کِ پھو لِ کھل	تی ہی		تَ مام گھر	مِ بِ چھی چا	دِ نی سِ ہو	تی ہے
میں بولتا ہوں تو الزام ہے بغاوت کا					میں چپ رہوں تو بڑی بے بسی سی ہو تی ہے			
مِ بو ل تا	ہُ تُ ال زا	م ہے ب غا	وت کا		م چپ رہو	تُ ب ڑی بے	بَ سی سِ ہو	تی ہے

غزل ۸۵۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فاعِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فاعِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
اُداس رات ہے کوئی تو خواب دے جاؤ					مرے گلاس میں تھوڑی شراب دے جاؤ			
اُ دا س را	ت ہِ کو ئی	تُ خابِ دے	جا وؤ		مِ رے گِ لا	سِ مِ تھوڑی	ش راب دے	جا وؤ
بہت سے اور بھی گھر ہیں خدا کی بستی میں					فقیر کب سے کھڑا ہے جواب دے جاؤ			
ب ہت سِ او	رِ بھِ گھر ہی	خُ داکِ بس	تی می		فَ قی ر کب	سِ کھ َڑا ہے	ج واب دے	جا وؤ
میں زرد پتوں پہ شبنم سجا کے لایا ہوں					کسی نے مجھ سے کہا تھا حساب دے جاؤ			
مِ زر د پت	تُ پِ شب نم	سَ جا کِ لا	یا ہو		کِ سی نِ مجھ	سِ کَ ہا تھا	حِ ساب دے	جا وؤ
ادب نہیں ہے یہ اخبار کے تراشے ہیں					گئے زمانوں کی کوئی کتاب دے جاؤ			

ادب ن ہی	ہ یِ اخ با	ر کے ت را	شے ہی		گ ئے زما	نِ کِ کو ئی	کِ تاب دے	جا وٗ
ہزار صفحوں کا دیوان کون پڑھتا ہے					بشیر بدرؔ کوئی انتخاب دے جاؤ			
ہ زا ر صف	حُ کَ دی وا	ن کون پڑھ	تا ہے		ب شی ر بد	ر کُ ئی ان	ت خاب دے	جا وٗ

غزل۸۶۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
اُس کی چاہت کی چاندنی ہوگی				خوب صورت سی زندگی ہوگی		
اُس کِ چاہت	کِ چا د نی	ہو گی		خوب صورت	سِ زن د گی	ہو گی
ایک لڑکی بہت سے پھول لیے				دل کی دہلیز پر کھڑی ہوگی		
ای ک لڑ کی	ب ہت سِ پھو	لِ لِ یے		دل کِ دہ لی	زِ پر کھ ری	ہو گی
چاہے جتنے چراغ گل کر دو				اس کے گھر میں تو روشنی ہوگی		
چا ہِ جت نے	چ را غ گل	کر دو		اس ک گھر می	تُ رو ش نی	ہو گی
ہم بہت دور تھے مگر تم نے				دل کی آواز تو سنی ہوگی		
ہم ب ہت دو	ر تھے م گر	تم نے		دل کِ آ وا	ز تو سُ نی	ہو گی
سوچتا ہوں کہ وہ کہاں ہو گا				اس کے آنگن میں چاندنی ہو گی		
سو چ تا ہو	کِ وہ ک ہا	ہو گا		اس کِ آگن	مِ چا د نی	ہو گی

غزل۸۷۔ بحر رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فا عِ لن		فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فا عِ لن
ساتھ چلتے جا رہے ہیں پاس آسکتے نہیں					اِک ندی کے دو کناروں کو ملا سکتے نہیں			
ساتھ چل تے	جا رہے ہی	پاسِ آسک	تے نَ ہی		اک نَ دی کے	دو کِ نا رو	کوم لا سک	تے ن ہی
دینے والے نے دیا سب کچھ عجب انداز سے					سامنے دنیا پڑی ہے اور اٹھا سکتے نہیں			
دی نِ والے	نے دِیاسب	کچھ ع جب ان	دا ز سے		سام نے دن	یا پ ڑی ہے	ار اُٹھاسک	تے ن ہی
اس کی بھی مجبوریاں ہیں میری بھی مجبوریاں					روز ملتے ہیں مگر گھر میں بتا سکتے نہیں			
اس کِ بھی مج	بو رِ یا ہی	می رِ بھی مج	بو رِ یا		روز مل تے	ہی م گر گھر	می ب تا سک	تے ن ہی
کس نے کس کا نام اینٹوں پر لکھا ہے خون سے					اشتہاروں سے یہ دیواریں چھپا سکتے نہیں			
کس نِ کس کا	نا م ای ٹو	پر ل کھا ہے	خو ن سے		اش ت ہارو	سے یِ دی وا	ری چھ پا سک	تے ن ہی

آدمی کیا ہے گزرتے وقت کی تصویر ہے					جانے والے کو صدا دے کر بلا سکتے نہیں			
آ د می کا	ہے گُ زرتے	وق تِ کی تص	وی ر ہے		جانِ والے	کو ص دا دے	کر بُ لا سک	تے ن ہی

غزل۸۸۔ بحر کامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
مرے ساتھ تم بھی دعا کرو یوں کسی کے حق میں بُرا نہ ہو کہیں اور ہو نہ یہ حادثہ کوئی راستے میں جُدا نہ ہو			
مِ رِ سا تھ تم	بھِ دُ عا کَ رو	یُ کِ سی کِ حق	مِ بُ را نَ ہو
کَ ہی او رِ ہو	نَ یِ حا د ثا	کُ ءِ را سِ تے	مِ جُ دا نَ ہو
سر شام ٹھہری ہوئی زمیں جہاں آسماں ہے جھکا ہوا اسی موڑ پر مرے واسطے وہ چراغ لے کے کھڑا نہ ہو			
سَ رِ شا م ٹھہ	رِ ہُ وی ز می	جَ ہَ آ سِ ما	ہَ جھکَ ڑا ہُ وا
اِ سِ مو ڑ پر	مِ رِ وا سِ طے	وُ چِ را غ لے	کِ کھَ ڑا نَ ہو
مرے چھت سے رات کی سیج تک کوئی آنسوؤں کی لکیر ہے ذرا بڑھ کے چاند سے پوچھنا وہ اسی طرف سے گیا نہ ہو			
مِ رِ چھت سِ را	تِ کِ سی ج تک	کُ ءِ آ سِ وو	کِ لَ کی ر ہے
ذَ رَ بڑ کِ چا	دِ سِ پو چھِ نا	وُ اِ سی ط رف	سِ گَ یا نَ ہو
وہ فرشتے آپ تلاش کریے کہانیوں کی کتاب میں جو برا کہیں نہ برا سنیں کوئی شخص ان سے خفا نہ ہو			
وُ ف رش تِ آ	پ تَ لا ش کر	یِ کَ ہا ن یوِ	کِ کِ تا ب می
جُ بُ را ک ہی	نَ بُ را س نی	کُ ءِ شخ ص ان	سِ خ فا نَ ہو
وہ فراق ہو کہ وصال ہو تری آگ مہکے گی ایک دن وہ گلاب بن کے کھلے گا کیا جو چراغ بن کے جلا نہ ہو			
وُ فِ را ق ہو	کِ وِ صا ل ہو	تَ رِ آ گ مہ	کِ گِ ای ک دن
وُ گُ لا ب بن	کِ کھِ لے گَ کا	جُ چِ را غ بن	کِ ج لا نَ ہو

غزل۸۹۔ بحر متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
خواب کی وادیوں سے نکلتا ہوا					چاند سو کر اُٹھا ہاتھ ملتا ہوا			
خا ب کی	وا د یو	سے ن کل	تا ہ وا		چا د سو	کر اُ ٹھا	ہا ٹھ مل	تا ہ وا
ہاتھ پر دھوپ کی پتیاں رکھ گیا					کوئی پھولوں کی چادر بدلتا ہوا			
ہا تھ پر	دھو پ کی	پت ت یا	رکھ گ یا		کو ء پھو	لو کِ چا	در ب دل	تا ہ وا
شیش محلوں کے شیشوں سے ٹکرا گیا					پتھروں سے اترتا سنبھلتا ہوا			
شی ش مح	لو ک شی	شو س ٹک	را گ یا		پتھ تھ رو	سے ا تر	تا س بھل	تا ہ وا
شام تک ہوگا سورج ہماری طرح					کوئی سوکھا ہوا پیڑ جلتا ہوا			
شا م تک	ہو گ سو	رج ہ ما	ری ط رح		کو ءِ سو	کھا ہُ وا	پِی ڑ جل	تا ہ وا
میں بھی آ ہی گیا تیرے بازار تک					روز چہرے پہ چہرے بدلتا ہوا			
می بھِ آ	ہی گ یا	تی رِ با	زا ر تک		رو ز چہ	رے پ چہ	را ب دل	تا ہ وا

غزل۹۰۔ بحر متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
شعر میرے کہاں تھے کسی کے لیے					میں نے سب کچھ لکھا ہے تمھارے لیے			
شع رِ می	رے ک ہا	تھے کِ سی	کے لِ یے		می نِ سب	کچھ لِ کھا	ہے تُ ما	رے لِ یے
اپنے دکھ سکھ بہت خوب صورت رہے					ہم جیے بھی تو اک دوسرے کے لیے			
اپ ن دکھ	سکھ ب ہت	خو ب صو	رت ر ہے		ہم ج یے	بھی ت اک	دو س رے	کے لِ یے
ہم سفر نے مرا ساتھ چھوڑا نہیں					اپنے آنسو دیے راستے کے لیے			
ہم س فر	نے م را	سا تھ چھو	ڑا ن ہی		اپ ن آ	سو د ئے	را س تے	کے لِ یے
اس حویلی میں اب کوئی رہتا نہیں					چاند نکلا کسے دیکھنے کے لیے			
اس ح وی	لی م اب	کو ء رہ	تا ن ہی		چا د نک	لا ک سے	دی کھ نے	کے لِ یے
شہر میں اب مرا کوئی دشمن نہیں					سب کو اپنا لیا میں نے تیرے لیے			
شہ ر می	اب م را	کو ءِ دش	من ن ہی		سب کُ اپ	نا لِ یا	می نِ تی	رے لِ یے

غزل۹۱۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن

سیاہیوں کے بنے حرف دھوتے ہیں					یہ لوگ رات میں کاغذ کہاں بھگوتے ہیں			
سِ یا ہِ یو	کِ بَ نے حر	فِ حرفِ دھو	تے ہی		یِ لوگ را	تِ مَ کا غذ	کَ ہا بھِ گھو	تے ہی
کسی کی راہ میں دہلیز میں دیے نہ رکھو					کواڑ سوکھی ہوئی لکڑیوں کے ہوتے ہیں			
کِ سی کِ را	ہِ مَ دہ لی	ز می دِ یے	نَ رَ کھو		کِ واڑ سو	کھِ ہُ وی لک	ڑ یو ک ہو	تے ہی
چراغ پانی میں موجوں سے پوچھتے ہوں گے					وہ کون لوگ ہیں جو کشتیاں ڈبوتے ہیں			
چ راغ پا	نِ مَ مو جو	سِ پو چھ تے	ہو گے		وُ کو ن لو	گِ ہَ جو کش	تِ یا ڈ بو	تے ہی
انہیں میں کھیلنے آتی ہیں بے ریا روحیں					وہ گھر جو لال ہری بتیوں کے ہوتے ہیں			
اِ نھی م کھی	لِ نِ آ تی	ہَ بے رِ یا	رو حی		وُ گھر جُ لا	لِ ہَ ری بت	تِ یو کِ ہو	تے ہی
چمکتی ہے کہیں صدیوں میں آنسوؤں سے زمیں					غزل کے شعر کہاں روز روز ہوتے ہیں			
چ مک تِ ہے	کَ ہِ صد یو	مِ آ سِ وو	سِ ز می		غَ زل کِ شع	رِ کَ ہا رو	ز رو ز ہو	تے ہی

غزل۹۲۔ بحر ہزج مثمن اخرب: مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن

مف عو لُ	مَ فا عی لن	مف عو لُ	مَ فا عی لن		مف عو لُ	مَ فا عی لن	مف عو لُ	مَ فا عی لن
دکھلا کے یہی منظر بادل چلا جاتا ہے					پانی سے مکانوں پہ کیسے لکھا جاتا ہے			
دکھ لا کِ	یَ ہی من ظر	با دل چَ	لِ جا تا ہے		پا نی سِ	مَ کا نو پے	کی سے لِ	کھَ جا تا ہے
اس موڑ پہ ہم دونوں کچھ دیر بہت روئے					جس موڑ سے دنیا کو اک راستہ جاتا ہے			
اس مو ڑ	پَ ہم دو نو	کچھ دی رِ	بَ ہت روئے		جس مو ڑ	سِ دن یا کو	اک را س	تَ جا تا ہے
اک شمع جلاتے ہو اک شمع بجھاتے ہو					یہ چاند ابھرتا ہے دل ڈوبتا جاتا ہے			
اک شم عَ	ج لا تے ہو	اک شم ع	بُ جھا تے ہو		یہ چا د	اُ بھر تا ہے	دل ڈو ب	تَ جا تا ہے
دنیا میں کہیں ان کی تعلیم نہیں ہوتی					دو چار کتابوں کو گھر میں پڑھا جاتا ہے			
دن یا م	ک ہی ان کی	تع لی م	ن ہی ہو تی		دو چا ر	کِ تا بو کو	گھر می پَ	کھَ جا تا ہے
دونوں سے چلو پوچھیں اس کو کہیں دیکھا ہے					اک قافلہ آتا ہے اک قافلہ جاتا ہے			
دو نو س	چ لو پو چھی	اس کو ک	ہِ دیک کھا ہے		اک قا ف	لَ آ تا ہے	اک قا ف	لَ جا تا ہے

غزل۹۳۔ بحر کامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن

<table>
<tr><td colspan="4">مرے دل کی راکھ کرید مت اسے مسکرا کے ہوا نہ دے
یہ چراغ پھر بھی چراغ ہے کہیں تیرا ہاتھ جلا نہ دے</td></tr>
<tr><td>مِ رِ دل کِ را</td><td>کھ کُ ری د مت</td><td>اِ سِ مس کُ را</td><td>کِ ہَ وا نَ دے</td></tr>
<tr><td>یِ چَ را غِ پھر</td><td>بھِ چَ را غ ہے</td><td>کَ ہِ تی رَ ہا</td><td>تھ جَ لا نَ دے</td></tr>
<tr><td colspan="4">نئے دور کے نئے خواب ہیں نئے موسموں کے گلاب ہیں
یہ محبتوں کے چراغ ہیں انھیں نفرتوں کی ہوا نہ دے</td></tr>
<tr><td>نَ یِ دو رِ کے</td><td>نَ یِ خا بِ ہی</td><td>نَ یِ مو سِ مو</td><td>کِ گُ لا بِ ہی</td></tr>
<tr><td>یِ مُ حب ب تو</td><td>کِ چَ را غِ ہی</td><td>اِ نِ نف رَ تو</td><td>کِ ہَ وا نَ دے</td></tr>
<tr><td colspan="4">ذرا دیکھ چاند کی پتیوں نے بکھر بکھر کے تمام شب
کوئی نام لکّھا ہے ریت پر کوئی لہر آ کے مٹا نہ دے</td></tr>
<tr><td>ذَ رَ دی کھ چا</td><td>د کِ پت تِ یو</td><td>نِ بِ کھر بِ کھر</td><td>کِ ت ما م شب</td></tr>
<tr><td>کُ ءِ نا م لکھ</td><td>کھَ ہَ ری ت پر</td><td>کُ ءِ لہ ر آ</td><td>کِ مِ ٹا نَ دے</td></tr>
<tr><td colspan="4">مرے ساتھ چلنے کے شوق میں بڑی دھوپ سر پہ اٹھائے گا
ترا ناک نقشہ ہے موم کا کہیں غم کی آگ گھلا نہ دے</td></tr>
<tr><td>مِ ر سا تھ چل</td><td>نِ کِ شو ق می</td><td>بَ ڑِ دھو پ سر</td><td>پ اُ ٹھا ءِ گا</td></tr>
<tr><td>تِ رَ نا ک نق</td><td>شَ ہَ مو م کا</td><td>کَ ہِ غم کِ آ</td><td>گِ گھُ لا نَ دے</td></tr>
<tr><td colspan="4">میں غزل کی شبنمی آنکھ سے یہ دکھوں کے پھول چنا کروں
مری سلطنت مرا فن رہے مجھے تاج و تخت خدا نہ دے</td></tr>
<tr><td>مَ غَ زل کِ شب</td><td>نَ مِ آ کھ سے</td><td>یِ دُ کھو کِ پھو</td><td>لِ چُ نا ک رو</td></tr>
<tr><td>مِ رِ سل ط نت</td><td>مِ رَ فن ر ہے</td><td>مُ جھِ تا جُ تخ</td><td>تِ خُ دا نِ دے</td></tr>
</table>

غزل ۹۴۔ بحر ہزج مثمن اخرب سالم: مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن

<table>
<tr><td>مف عو لُ</td><td>مَ فا عی لُ</td><td>مف عو لُ</td><td>مَ فا عی لُ</td><td></td><td>مف عو لُ</td><td>مَ فا عی لُ</td><td>مف عو لُ</td><td>مَ فا عی لُ</td></tr>
<tr><td colspan="4">تلوار سے کاٹا ہے پھولوں بھری ڈالوں کو</td><td></td><td colspan="4">دُنیا نے نہیں چاہا ہم چاہنے والوں کو</td></tr>
<tr><td>تل وا ر</td><td>سِ کا ٹا ہے</td><td>پھو لو بھ</td><td>رِ ڈا لی کو</td><td></td><td>دن یا نِ</td><td>نَ ہی چا ہا</td><td>ہم چا ہ</td><td>نِ وا لو کو</td></tr>
<tr><td colspan="4">میں آگ تھا پھولوں میں تبدیل ہوا کیسے</td><td></td><td colspan="4">بچوں کی طرح چوما اس نے مری گالوں کو</td></tr>
</table>

می آ گ	تھ َپھو لو م	تب دی ل	ہُ وا کی سِ		بچ چو کِ	ط رح چو مَ	اس نے مِ	رِ گا لو کُ
اخلاق وفا چاہت سب قیمتی کپڑے ہیں					ہر روز نہ اوڑھا کر ان ریشمی شالوں کو			
اخ لا ق	و فا چا ہت	سب قی م	تِ کپ ڑے ہَ		ہر رو ز	نَ اوڑھا کر	ان ری شِ	مِ شا لو کو
برسات کا موسم تو لہرانے کا موسم ہے					اُڑنے دو ہواؤں میں بکھرے ہوئے بالوں کو			
بر سا ت	کَ موسم تو	لہ را نِ	کَ موسم ہے		اُڑ نے دُ	ہَ وا وو می	بکھ رے ہُ	وِ با لو کو
مولیٰ مجھے پانی دے میں نے نہیں مانگا تھا					چاندی کی صراحی کو سونے کے پیالوں کو			
مو لا مُ	جھِ پانی دے	می نے نَ	ہِ ما گا تھا		چا دی کِ	صُ را حی کو	سو نے کِ	پ یا لو کو

غزل۹۵۔ بحر ہزج مثمن سالم: مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن

مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن		مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن
محبت سے عنایت سے وفا سے چوٹ لگتی ہے					بکھرتا پھول ہوں مجھ کو ہوا سے چوٹ لگتی ہے			
مُ حب بت سے	عِ نا یت سے	وَ فا سے چو	ٹِ لگ تی ہے		بِ کھر تا پھو	لِ ہو مجھ کو	ہَ وا سے چو	ٹِ لگ تی ہے
مری آنکھوں میں آنسو کی طرح اک رات آ جاؤ					تکلف سے بناوٹ سے ادا سے چوٹ لگتی ہے			
مِ ری آ کھو	مِ آ سو کی	طَ رح اک را	ت آ جا وو		ت کل لف سی	ب نا وٹ سی	ا دا سی چو	ٹِ لگ تی ہے
میں شبنم کی زباں سے پھول کی آواز سنتا ہوں					عجب احساس ہے اپنی صدا سے چوٹ لگتی ہے			
م شب نم کی	ز با سی پھو	ل کی آ وا	ز سن تا ہو		ع جب اح سا	س ہے اپ نی	ص دا سے چو	ٹِ لگ تی ہے
تجھے خود اپنی مجبوری کا اندازہ نہیں شاید					نہ کر عہدِ وفا عہدِ وفا سے چوٹ لگتی ہے			
تُ جھے خد اپ	نِ مج بو ری	کَ ان دا زہ	نَ ہی شا ید		نَ کر عہ دے	و فا عہ دے	و فا سے چو	ٹِ لگ تی ہے

غزل۹۶۔ بحر متقارب اثرم مقبوض محذوف مضاعف:

فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُولن

فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن
پاس سے دیکھو جگنو آنسو، دور سے دیکھو تارا آنسو							
پا س	س دی کھو	جگ نو	آ سو	دو ر	س دی کھو	تا را	آ سو
فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن
میں پھولوں کی سیج پہ بیٹھا آدھی رات کا تنہا آنسو							
می پھو	لو کی	سی ج	پ بی ٹھا	آ دھی	را ت	ک تن ہا	آ سو

فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن
موسم کی خوشبو میں اکثر غم کی خوشبو مل جاتی ہے							
مو سم	کی خش	بو می	اک ثر	غم کی	خش بو	مل جا	تی ہے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن
آموں کے باغوں میں کیسے ساون برسا آنسو							
آ مو	کے با	غو می	کی سے	سا ون	سا ون	بر سا	آ سو
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن
میری آنکھوں نے اکثر غم کے دونوں پہلو دیکھے ہیں							
می ری	آ کھو	نے اک	ثر غم	کے دو	نو پہ	لو دی	کھے ہی
فعْ ل	ف عولن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن
ٹھہر گیا تو پتھر آنسو بہہ نکلا تو دریا آنسو							
ٹھ ر	گ یا تو	پتھ تھر	آ سو	بہہ نک	لا تو	در یا	آ سو

غــزل۹۷۔ بحـرِ مجتث مثمن مخـبون محـذوف ـــــ مسکن: مفـاعِلن فَعِلاتن مفـاعِلن فعِْلن

مَ فاعِ لن	فَ عِ لاتن	م فاعِ لن	فعْ لن		مَ فاعِ لن	فَ عِ لاتن	م فاعِ لن	فعْ لن
سبھی سے ان دنوں روٹھا ہوا سا لگتا ہوں					میں اپنے آپ کو اب بے وفا سا لگتا ہوں			
سَ بھی سِ ان	دِ نُ رو ٹھا	ہُ وا سَ لگ	تا ہو		مِ اپ نِ آ	پ کُ اب بے	و فا سَ لگ	تا ہو
تمام رات میں گرتی ہوئی حویلی میں					دلوں سے نکلی ہوئی بددعا سا لگتا ہوں			
تَ ما م را	تِ مِ گر تی	ہُ وی ح وی	لی می		دِ لوں سِ نک	لِ ہُ وی بد	دُ عا سِ لگ	تا ہو
میں وہ خزانہ ہوں حق دار جس کی دنیا ہے					ہزار حصوں میں بانٹا ہوا سا لگتا ہوں			
مِ وہ خَ زا	نَ ہُ حق دا	رِ جس کِ دن	یا ہے		ہَ زار حص	صُ مِ با ٹا	ہُ وا سَ لگ	تا ہو
مری تلاش بدستور اب بھی جاری ہے					وہ مل گیا ہے میں کھویا ہوا سا لگتا ہوں			
مِ ری ت لا	شِ ب دس تو	ر اب بھِ جا	ری ہے		وُ مل گ یا	ہَ مِ کھو یا	ہُ وا سَ لگ	تا ہو
مری ہنسی سے اداسی کے پھول کھلتے ہیں					میں سب کے ساتھ ہوں لیکن جدا سا لگتا ہوں			
مِ ری ہَ سی	سِ اُ دا سی	کِ پھولِ کھل	تے ہی		مِ سب کِ سا	تھ ہُ لی کن	جُ دا سَ لگ	تا ہو

غــزل۹۸۔ بحـر ہزج مثمن سـالم: مفـاعی لن مفـاعی لن مفـاعی لن مفـاعی لن

مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن		مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن
گلابوں کی طرح دل اپنا شبنم میں بھگوتے ہیں					محبت کرنے والے خوب صورت لوگ ہوتے ہیں			
گُ لا بو کی	طَرح دل اپ	نَ شب نم می	بھِ گو تے ہی		مُ حب بت کر	نِ وا لے خو	بِ صورت لو	گِ ہو تے ہی
کسی نے جس طرح اپنے ستاروں کو سجایا ہے					غزل کے ریشمی دھاگوں میں یوں موتی پروتے ہیں			
کِ سی نے جس	طرح اپ نے	سِ تا رو کو	سَ جا یا ہے		غ زل کے ری	شِ می دھا گو	مِ یو مو تی	پَ رو تے ہی
پرانے موسموں کے نام نامی مٹتے جاتے ہیں					کہیں پانی کہیں شبنم کہیں آنسو سے دھوتے ہیں			
پُ رانے مو	سِ مو کے نا	م نا می مٹ	ت جا تے ہی		کَ ہی پا نی	کَ ہی شب نم	کَ ہی آ سو	سِ دھو تے ہی
یہی انداز ہے میرا سمندر فتح کرنے کا					مری کاغذ کی کشتی میں کئی جگنو بھی ہوتے ہیں			
یِ ہی ان دا	ز ہے می را	س من در فت	ح کر نے کا		م ری کا غذ	کِ کش تی می	ک ئی جگ نو	بھِ ہو تے ہی
سنا ہے بدرؔ صاحب محفلوں کی جان ہوتے ہیں					بہت دن سے وہ پتھر ہیں نہ ہنستے ہیں نہ روتے ہیں			
سُ نا ہے بد	ر صا حب مح	ف لو کی جا	ن ہو تے تھے		ب ہت دن سے	وُ پتھ تھر ہی	نَ ہس تے ہی	ن رو تے ہی

غزل۹۹۔ بحر متقارب مثمن اثرم مقبوض مضاعف:

فِعْلُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعَل

فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ
دل میں اک تصویر چھپی تھی آن بسی ہے آنکھوں میں							
دل می	اک تص	وی ر	چھ پی تھی	آ ن	ب سی ہے	آ کھو	می
فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ
شاید ہم نے آج غزل سی بات لکھی ہے آنکھوں میں							
شا ید	ہم نے	آ ج	غ زل سی	با ت	ل کھی ہے	آ کھو	می
فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
جیسے ایک ہریجن لڑکی مندر کے دروازے پر							
جی سے	ای ک	ہ ری جن	لڑ کی	من در	کے در	وا زے	پر
فعْ ل	ف عو لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ
شام دِیوں کی تھال سجائے جھانک رہی ہے آنکھوں میں							
شا م	دِ یو کی	تھا ل	س جا یے	جھا ک	ر ہی ہے	آ کھو	می

فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو ل
میں نے اک ناول لکھا ہے آنے والی صبح کے نام							
می نے	اک نا	ول لکھ	کھا ہے	آ نے	وا لی	صب ح	ک نا م
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ
کتنی راتوں کا جاگا ہوں نیند بھری ہے آنکھوں میں							
کت نی	را تو	کا جا	گا ہو	نی د	بھ ری ہے	آ کھو	می

غزل۱۰۰۔ بحر متقارب مثمن اثرم مقبوض مضاعف:

فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل

فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
سب کچھ خاک ہوا ہے لیکن چہرا کیا نورانی ہے							
سب کچھ	خا ک	ہ وا ہے	لی کن	چہ را	کا نو	را نی	ہے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
پتھر نیچے بیٹھ گیا ہے اوپر بہتا پانی ہے							
پتھ تھر	نی چے	بی ٹھ	گ یا ہے	او پر	بہ تا	پا نی	ہے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ
بچپن سے میری عادت ہے پھول چھپا کر رکھتا ہوں							
بچ پن	سے می	ری عا	دت ہے	پھو ل	چھ پا کر	رکھ تا	ہو
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ
ہاتھوں پر جلتا سورج ہے دل میں رات کی رانی ہے							
ہا تھو	پر جل	تا سو	رج ہے	دل می	را ت	کِ را نی	ہے

غزل۱۰۱۔ بحر کامل مثمن سالم: متَفاعلن متَفاعلن متَفاعلن متَفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
کبھی یوں ملیں کوئی مصلحت کوئی خوف دل میں ذرا نہ ہو مجھے اپنی کوئی خبر نہ ہو تجھے اپنا کوئی پتہ نہ ہو			
کَ بھِ یوِ مِ لی	کُ ءِ مص لِ حت	کُ ءِ خو فِ دل	مِ ذَ را نَ ہو

مُ جھِ اپ نِ کو	ءِ خَ بر نَ ہو	ٹُ جھِ اپ نَ کو	ءِ پَ تا نَ ہو
کبھی دھوپ دے کبھی بدلیاں دل وجاں سے دونوں قبول ہیں مگر اس محل میں نہ قید کر جہاں زندگی کی ہوا نہ ہو			
کَ بھِ دھو پ دے	کَ بھِ بد لِ یا	دِ لُ جا سِ دو	نُ قَ بو لِ ہی
مَ گَ رس مَ حل	مَ نَ قی دِ کر	جَ ہا زن د گی	کِ ہَ وا نَ ہو
وہ ہزار باغوں کا باغ ہو تری برکتوں کی بہار سے جہاں کوئی شاخ ہری نہ ہو جہاں کوئی پھول کھلا نہ ہو			
وُ ہَ زا ر با	غ ک با غ ہو	ت ر بر ک تو	ک ب ہا ر سے
ج ہ کو ء شا	خ ہ ری ن ہو	ج ہ کو ء پھو	ل کھ لا ن ہو
ترے اختیار میں کیا نہیں مجھے اس طرح سے نواز دے یوں دعائیں میری قبول ہوں مرے لب پہ کوئی دعا نہ ہو			
ت ر اخ ت یا	ر م کا ن ہی	م جھ اس ط رح	س ن وا ز دے
ی د عا ء می	ر ق بو ل ہو	م ر لب پ کو	ء د عا ن ہو
کبھی ہم بھی اس کے قریب تھے دل وجاں سے بڑھ کے عزیز تھے مگر آج ایسے ملا ہے وہ کبھی پہلے جیسے ملا نہ ہو			
ک بھ ہم بھ اس	ک ق ری ب تھے	د ل جا س زا	د ع زی ز تھے
م گ را ج ای	س م لا ہ وہ	ک بھ پہ ل جی	س م لا ن ہو

غــزل ۱۰۲۔ بحــر متقارب اثرم مقبوض محذوف مضاعف:

فِعْلُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُن

فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن
کچھ تو پاس بچا کر رکھو سب کچھ کاروبار نہ جانو							
کچھ تو	پا س	ب چا کر	رکھ کھو	سب کچھ	کا رو	با ر	ن جا نو
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن
دل کے دروازے مت کھولو اس گھر کو بازار نہ جانو							
دل کے	در وا	زے مت	کھو لو	اس گھر	کو با	زا ر	ن جا نو

فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن
مانا رستہ بہت کٹھن ہے پھر بھی سایا دار شجر ہیں							
ما نا	رس تا	بہ ت	ک ٹھن ہے	پھر بھی	سا یا	دا ر	ش جر ہی
فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن
ٹہنی کو تلوار نہ سمجھو آنچل کو دیوار نہ جانو							
ٹہ نی	کو تل	وا ر	ن سم جھو	آ چل	کو دی	وا ر	ن جا نو

مجموعہ ”آسمان“ کی غزلوں کی تقطیع

غزل ا۔ بحر متقارب مثمن محذوف: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعَل

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل
خدا ہم کو ایسی خدائی نہ دے					کہ اپنے سوا کچھ دکھائی نہ دے			
خُ دا ہم	کُ ای سی	خ دا ئی	نَ دے		کِ اپ نے	سِ وا کچھ	دِ کھا ئی	نَ دے
مجھے ایسی جنت نہیں چاہیے					جہاں سے مدینہ دکھائی نہ دے			
مُ جھے ای	سِ جن نت	ن ہی چا	ہِ یے		جَ ہا سے	م دی نہ	دِ کھا ئی	نَ دے
مجھے اپنی چادر میں یوں ڈھانپ لو					زمیں آسماں کچھ دکھائی نہ دے			
مُ جھے اپ	نِ چا در	مِ یو ڈھا	پ لے		ز می آ	سِ ما کچھ	دِ کھا ئی	نَ دے
میں اشکوں سے نامِ محمد ﷺ لکھوں					قلم چھین لے، روشنائی نہ دے			
مِ اش کو	سِ نا مے	مُ حم مد	لِ کھو		قَ لم چھی	نِ لے رو	شِ نا ئی	نَ دے
خدا ایسے احساس کا نام ہے					رہے سامنے اور دکھائی نہ دے			
خُ دا ای	سِ اح سا	سِ کا نا	مِ ہے		ر ہے سا	م نے ار	دِ کھا ئی	نَ دے

غزل ۲۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن

فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
سر سے پا تک وہ گلابوں کا شجر لگتا ہے [1]					باوضو ہو کے بھی چھوتے ہوئے ڈر لگتا ہے			

[1] یہ غزل کلیات میں شامل نہیں ہے لیکن بشیر بدر کی بہترین غزلوں میں سے ایک ہے، اس لیے ہم نے تقطیع میں اسے شامل

سر سِ پا تک	وُ گُ لا بو	کَ شَ جر لگ	تا ہے		با وَ ضو ہو	کِ بھِ چھوتے	ہُ وِ ڈر لگ	تا ہے
میں ترے ساتھ ستاروں سے گزر سکتا ہوں					کتنا آسان محبت کا سفر لگتا ہے			
می ت رے سا	تھ سِ تا رو	سِ گُ زر سک	تا ہو		کت نَ آ سا	نِ مُ حب بت	کَ س فر لگ	تا ہے
مجھ میں رہتا ہے کوئی دشمنِ جانی میرا					خود سے تنہائی میں ملتے ہوئے ڈر لگتا ہے			
مجھ مِ رہ تا	ہِ کُ ئی دش	مَ نِ جا نی	می را		خد سِ تن ہا	ءِ مِ مل تے	ہُ وِ ڈر لگ	تا ہے
بت بھی رکھے ہیں نمازیں بھی ادا ہوتی ہیں					دل مرا دل نہیں اللہ کا گھر لگتا ہے			
بت بھِ رکھ کھے	ہَ نَ ما زی	بھِ اَ دا ہو	تی ہی		دل مِ را دل	نَ ہی ال لا	ہِ کَ گھر لگ	تا ہے
زندگی تو نے مجھے قبر سے کم دی ہے زمیں					پاؤں پھیلاؤں تو دیوار سے سر لگتا ہے			
زن د گی تو	نِ مُ جھے قب	رِ سِ کم دی	ہَ ز می		پا وُ پھی لا	وُ تُ دی وا	رِ سِ سر لگ	تا ہے

غزل ۳۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	مِ فا عِ لن	فَ عِ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	مِ فا عِ لن	فَ عِ لن
محبتوں میں دکھاوے کی دوستی نہ ملا					اگر گلے نہیں ملتا تو ہاتھ بھی نہ ملا			
مُ حب ب تو	مِ دِ کھا وے	کِ دو سِ تی	نَ مِ لا		اَ گر گَ لے	نَ ہِ مل تا	تُ ہا تھ بھی	نَ مِ لا
گھروں پہ نام تھے ناموں کے ساتھ عہدے تھے					بہت تلاش کیا کوئی آدمی نہ ملا			
گھ رو م نا	مِ تھِ نا مو	کِ سا تھ عہ	دے تھے		ب ہت ت لا	ش کِ یا کو	ءِ آ د می	نَ مِ لا
تمام رشتوں کو میں گھر پہ چھوڑ آیا تھا					پھر اس کے بعد مجھے کوئی اجنبی نہ ملا			
ت ما م تش	تُ کو می گھر	پ چھو ڑا	یا تھا		پھِ رُس کِ بع	د مُ جھے کو	ءِ آ د می	نَ مِ لا
خدا کی اتنی بڑی کائنات میں، مَیں نے					بس ایک شخص کو مانگا مجھے وہی نہ ملا			
خُ دا کِ ات	ن ب ڑی کا	ءِ نا تِ می	می نے		بَ سی کِ شخ	سِ کُ ما گا	مُ جھے و ہی	نَ مِ لا
بہت عجیب ہے یہ قربتوں کی دوری بھی					وہ میرے ساتھ رہا اور مجھے کبھی نہ ملا			
ب ہت ع جی	ب ہِ یے قر	ب تو کِ دو	ری بھی		وُ می رِ سا	تھ رَ ہا ار	مُ جھے ک بھی	نَ مِ لا

غزل ۴۔ بحرِ ہزج مثمن اشتر: فاعِلن مفاعی لن فاعِلن مفاعی لن

فا عِ لن	مَ فا عی لن	فا عِ لن	مَ فا عی لن		فا عِ لن	مَ فا عی لن	فا عِ لن	مَ فا عی لن

کرنامناسب سمجھا۔

<table>
<tr><td colspan="4">لوگ ٹوٹ جاتے ہیں ایک گھر بنانے میں</td><td></td><td colspan="4">تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے میں</td></tr>
<tr><td>لو گِ ٹو</td><td>ٹ جاتے ہی</td><td>ای کِ گھر</td><td>بَ نا نے می</td><td></td><td>تم تَ رس</td><td>نَ ہی کھاتے</td><td>بس تِ یا</td><td>جَ لا نے می</td></tr>
<tr><td colspan="4">اور جام ٹوٹیں گے اس شراب کھانے میں</td><td></td><td colspan="4">موسموں کے آنے میں موسموں کے جانے میں</td></tr>
<tr><td>او ر جا</td><td>م ٹو ٹی گے</td><td>اس ش را</td><td>ب کھانے می</td><td></td><td>مو س مو</td><td>ک آ نے می</td><td>مو س مو</td><td>ک جانے می</td></tr>
<tr><td colspan="4">ہر دھڑکتے پتھر کو لوگ دل سمجھتے ہیں</td><td></td><td colspan="4">عمریں بیت جاتی ہیں دل کو دل بنانے میں</td></tr>
<tr><td>ہر د ڑک</td><td>ت پتھ تھر کو</td><td>لو گ دل</td><td>س مجھ تے ہی</td><td></td><td>عم ر بی</td><td>ت جا تی ہی</td><td>دل کُ دل</td><td>ب نا نے می</td></tr>
<tr><td colspan="4">فاختہ کی مجبوری یہ بھی کہہ نہیں سکتی</td><td></td><td colspan="4">کون سانپ رکھتا ہے اس کے آشیانے میں</td></tr>
<tr><td>فا خ تہ</td><td>کِ مج بو ری</td><td>یہ بھِ کہہ</td><td>نَ ہی سک تی</td><td></td><td>کو ن سا</td><td>پ رکھ تا ہے</td><td>اس کِ آ</td><td>ش یا نے می</td></tr>
<tr><td colspan="4">دوسری کوئی لڑکی زندگی میں آئے گی</td><td></td><td colspan="4">کتنی دیر لگتی ہے اس کو بھول جانے میں</td></tr>
<tr><td>دو س ری</td><td>کُ ئی لڑ کی</td><td>زن د گی</td><td>مِ آ ئے گی</td><td></td><td>کت نِ دی</td><td>رِ لگ تی ہے</td><td>اس کُ بھو</td><td>لِ جا نے می</td></tr>
</table>

غزل۵۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

<table>
<tr><td>مَ فا عِ لن</td><td>فَ عِ لا تن</td><td>م فا عِ لن</td><td>فع لن</td><td></td><td>مَ فا عِ لن</td><td>فَ عِ لا تن</td><td>م فا عِ لن</td><td>فع لن</td></tr>
<tr><td colspan="4">ہمارے ہاتھ میں اک شکل چاند جیسی تھی</td><td></td><td colspan="4">تمھیں یہ کیسے بتائیں وہ رات کیسی تھی</td></tr>
<tr><td>ہَ ما رِ ہا</td><td>تھ مِ اک شک</td><td>لِ چا دِ جی</td><td>سی تھی</td><td></td><td>تُ می یِ کی</td><td>سِ بَ تا ئی</td><td>وُ را تِ کی</td><td>سی تھی</td></tr>
<tr><td colspan="4">مہک رہے تھے مرے ہونٹ اس کی خوشبو سے</td><td></td><td colspan="4">عجیب آگ تھی بالکل گلاب جیسی تھی</td></tr>
<tr><td>مَ ہک ر ہے</td><td>تھ م رے ہو</td><td>ٹ اس کِ خش</td><td>بو سی</td><td></td><td>ع جی ب آ</td><td>گ تھِ بل کل</td><td>گُ لا ب جی</td><td>سی تھی</td></tr>
<tr><td colspan="4">اسی میں سب تھے مری ماں، بہن بھی بیٹی بھی</td><td></td><td colspan="4">سمجھ رہا تھا جسے میں وہ ایسی ویسی تھی</td></tr>
<tr><td>اُ سی مِ سب</td><td>تھ م ری ما</td><td>ب ہن بھِ بی</td><td>ٹی بھی</td><td></td><td>س مجھ ر ہا</td><td>تھ جِ سے می</td><td>وُ ای سِ وی</td><td>سی تھی</td></tr>
<tr><td colspan="4">تمھارے گھر کے سبھی راستوں کو کاٹ گئی</td><td></td><td colspan="4">ہمارے ہاتھ میں کوئی لکیر ایسی تھی</td></tr>
<tr><td>تُ ما رِ گھر</td><td>کِ س بھی را</td><td>س تو کُ کا</td><td>ٹ گ ئی</td><td></td><td>ہَ ما رِ ہا</td><td>تھ مِ کو ئی</td><td>ل کی ر ای</td><td>سی تھی</td></tr>
</table>

غزل۶۔ بحر کامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

<table>
<tr><td>مُ تَ فا عِ لن</td><td>مُ تَ فا عِ لن</td><td>مُ تَ فا عِ لن</td><td>مُ تَ فا عِ لن</td></tr>
<tr><td colspan="4">میں خزاں کی دھوپ کا آئینہ کہ میں ایک ہو کے ہزار ہوں
کہیں آنسوؤں کا ہوں قافلہ کہیں جگنوؤں کی قطار ہوں</td></tr>
<tr><td>مِ خ زا کِ دھو</td><td>پ کَ آ ءِ نہ</td><td>کِ مِ ای ک ہو</td><td>کِ ہَ زا ر ہو</td></tr>
</table>

<table dir="rtl">
<tr><td>کَ ہِ آ س وو</td><td>کَ ہُ قا ف لہ</td><td>کَ ہِ جگ ن وو</td><td>کِ ق طا ر ہو</td></tr>
<tr><td colspan="4">کوئی تارہ ٹوٹ کے گر گیا کوئی چاند چھت سے اُتر گیا
کسی آسمان کی چال سے جو بکھر گیا وہی ہار ہوں</td></tr>
<tr><td>کُ ءِ تا رَ ٹو</td><td>ٹِ کِ گر گ یا</td><td>کُ ءِ چا د چھت</td><td>سِ اُ تر گَ یا</td></tr>
<tr><td>کِ سِ آ س ما</td><td>ن کِ چا ل سے</td><td>جُ بِ کھر گ یا</td><td>وُ ہِ ہا ر ہو</td></tr>
<tr><td colspan="4">وہی سوکھے سے پیڑ ہیں وہی اجڑی سی ٹہنیاں
کوئی پھول جس پہ کھلا نہیں میں غموں کی ایسی بہار ہوں</td></tr>
<tr><td>سُ ہِ سو کھ سو</td><td>کھِ سِ پی ڑ ہی</td><td>وُ ہِ اج ڑِ اج</td><td>ڑِ سِ ٹہ ن یا</td></tr>
<tr><td>کُ ءِ پھو ل جس</td><td>پ کھِ لا ن ہی</td><td>مِ غَ مو کِ ای</td><td>سِ ب ہا ر ہو</td></tr>
<tr><td colspan="4">میں وہ شعر ہوں جسے آج تک نہ کہا گیا نہ سنا گیا
جسے انگلیوں نے چھوا نہیں وہی بدنصیب ستار ہوں</td></tr>
<tr><td>مِ وُ شع ر ہو</td><td>جِ سِ آ ج تک</td><td>نَ کَ ہا گ یا</td><td>نَ سُ نا گ یا</td></tr>
<tr><td>جِ سِ اگ لِ یو</td><td>نِ چھُ وا ن ہی</td><td>وُ ہِ بد ن صی</td><td>بِ سِ تا ر ہو</td></tr>
</table>

غزل ۷۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

<table dir="rtl">
<tr><td>مَ فا عِ لن</td><td>فَ عِ لا تن</td><td>م فا عِ لن</td><td>فع لن</td><td></td><td>مَ فا عِ لن</td><td>فَ عِ لا تن</td><td>م فا عِ لن</td><td>فع لن</td></tr>
<tr><td colspan="4">ہر اک چراغ کی لو ایسی سوئی سوئی تھی</td><td></td><td colspan="4">وہ شام جیسے کسی سے بچھڑ کے روئی تھی</td></tr>
<tr><td>ہ رک چ را</td><td>غ ک لو ای</td><td>س سو ءِ سو</td><td>ئی تھی</td><td></td><td>وُ شا م جی</td><td>سِ کِ سی سے</td><td>بِ چھڑ ک رو</td><td>ئی تھی</td></tr>
<tr><td colspan="4">نہا گیا تھا میں کل جگنوؤں کی بارش میں</td><td></td><td colspan="4">وہ میرے کاندھے پہ سر رکھ کے خوب روئی تھی</td></tr>
<tr><td>ن ہا گ یا</td><td>تھ م کل جگ</td><td>ن وو کِ با</td><td>رش می</td><td></td><td>وُ می ر کا</td><td>دِ پ سر رکھ</td><td>کِ خو ب رو</td><td>ئی تھی</td></tr>
<tr><td colspan="4">قدم قدم پہ لہو کے نشان کیسے ہیں</td><td></td><td colspan="4">یہ سر زمیں تو مرے آنسوؤں نے دھوئی تھی</td></tr>
<tr><td>ق دم ق دم</td><td>پ ل ہو کے</td><td>نِ شا ن کی</td><td>سے ہی</td><td></td><td>یِ سر ز می</td><td>تُ م رے آ</td><td>س وو ن دھو</td><td>ئی تھی</td></tr>
<tr><td colspan="4">مکاں کے ساتھ وہ پودا بھی جل گیا جس میں</td><td></td><td colspan="4">مہکتے پھول تھے پھولوں میں ایک تتلی تھی</td></tr>
<tr><td>م کا ک سا</td><td>تھ وُ پو دا</td><td>بھِ جل گ یا</td><td>جس می</td><td></td><td>م ہک تِ پھو</td><td>ل تھ پھو لو</td><td>م ای ک تت</td><td>لی تھی</td></tr>
<tr><td colspan="4">خود اس کے باپ نے پہچان کر نہ پہچانا</td><td></td><td colspan="4">وہ لڑکی پچھلے فسادات میں جو کھوئی تھی</td></tr>
<tr><td>خُ دس ک با</td><td>پ ن پہ چا</td><td>ن کر نَ پہ</td><td>چا نا</td><td></td><td>وُ لڑ کِ پچھ</td><td>لِ ف سا دا</td><td>ت می جُ کھو</td><td>ئی تھی</td></tr>
</table>

غزل۸۔ بحرِ رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فعْلن

فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
دل کی دہلیز پہ یادوں کے دیے رکھے ہیں					آج تک ہم نے یہ دروازے کھلے رکھے ہیں			
دل کِ دہ لی	زِ پ یا دو	دِ دِ یے رکھ	کھے ہی		آ ج تک ہم	نِ یِ در وا	زِ کھُ لے رکھ	کھے ہی
اس کہانی کے وہ کردار کہاں سے لاؤں					وہی دریا ہے وہی کچے گھڑے رکھے ہیں			
اس ک ہا نی	کِ وُ کر دا	ر ک ہا سے	لا وو		وہ ہِ در یا	ہِ و ہی کچ	چِ گھ ڑے رکھ	کھے ہی
ہم پہ جو گزری نہ بتایا نہ بتائیں گے کبھی					کتنے خط اب بھی ترے لکھے ہوئے رکھے ہیں			
ہم پ جو گز	رِ ب تا یا	نَ بَ تا یے	گِ کَ بھی		کت نِ خط اب	بھِ ت رے لکھ	کھ ہُ وے رکھ	کھے ہی
آپ کے پاس خریداری کی قوت ہے اگر					آج سب لوگ دُکانوں میں سجے رکھے ہیں			
آ پ کے پا	س خ ری دا	رِ کِ قو وت	ہَ ا گر		آ ج سب لو	گ دُ کا نو	مِ س جے رکھ	کھے ہی

غزل۹۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
ٹوٹے ہوئے ستار کے سب تار کس گئے					بارش ہوئی کہ درد کے نغمے برس گئے			
ٹو ٹے ہُ	وے سِ تا ر	ک سب تا ر	کس گ ئے		با رش ہُ	ئی کِ در د	کِ نغ مے بَ	رس گ ئے
کیسی سیاہ رات تھی دہلیز پر کھڑی					وہ مسکرا دیے تو اجالے برس گئے			
کی سی سِ	یا ہ را ت	تھِ دہ لی ز	پر کھ ڑی		وہ مس ک	را دِ یے تُ	اُ جا لے ب	رس گ ئے
شادابیوں کے دور کا انجام یہ ہوا					اب کے تو بوند بوند کو دریا ترس گئے			
شا دا ب	یو کِ دو ر	کَ ان جا م	یہ ہُ وا		اب کے تُ	بو دِ بو د	کُ در یا ت	رس گ ئے
گھر سے خلوص کیا گیا سب کچھ چلا گیا					باتوں میں رس نہیں رہا ہاتھوں کے جس گئے			
گھر سے خُ	لو سِ کا گ	یَ سب کچھ چَ	لا گ یا		با تو مِ	رس ن ہی ر	ہَ ہا تھو کِ	جس گ ئے
عالم میں انتخاب تھے کچھ لوگ شہر میں					کوئی تو کچھ بتائے کہاں جا کے بس گئے			
عا لم مِ	ان ت خا ب	تھ کچھ لو گ	شہ ر می		کو ئی تُ	کچھ ب تا ؤ	ک ہا جا کِ	بس گ ئے

غزل۱۰۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
اگر یقیں نہیں آتا تو آزمائے مجھے					وہ آئینہ ہے تو پھر آئینہ دکھائے مجھے			

اَ گر یَ قی	نَ ہِ آ تا	تُ آ ز ما	ءِ مُ جھے		وُ آ ءِ نا	ہَ تُ پھر آ	ءِ نا دِ کھا	ءِ مُ جھے
عجب چراغ ہوں دن رات جلتا رہتا ہوں					میں تھک گیا ہوں ہوا سے کہو بجھائے مجھے			
ع جب چ را	غِ ہُ دن را	تِ جل تَ رہ	تا ہو		مِ تھک گ یا	ہُ ہَ وا سے	ک ہوب جھا	ءِ مُ جھے
میں جس کی آنکھ کا آنسو تھا اس نے قدر نہ کی					بکھر گیا ہوں تو اب ریت سے اٹھائے مجھے			
مِ جس کِ آ	کھ کَ آ سو	ہُ اس نِ قد	رِ نَ کی		بِ کھر گ یا	ہُ تُ اب ری	تِ سے اُ ٹھا	ءِ مُ جھے
بہت دنوں سے میں ان پتھروں میں پتھر ہوں					کوئی تو آئے ذرا دیر کو رلائے مجھے			
ب ہت د نو	س مِ ان پتھ	تھ رو م پتھ	تھر ہو		کُ ئی تُ آ	ءِ ذَ را دی	رِ کو ر لا	ءِ مُ جھے
میں چاہتا ہوں کہ تم ہی مجھے اجازت دو					تمھاری طرح سے کوئی گلے لگائے مجھے			
مِ چا ہ تا	ہُ کِ تم ہی	مُ جھے اِ جا	ذت دو		تُ ما رِ طر	ح سِ کو ئی	گ لے ل گا	ءِ مُ جھے

غزل ۱۱۔ کامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
کوئی حل نہ کوئی جواب ہے یہ سوال کیسا سوال ہے جسے بھول جانے کا حکم ہے اسے بھول جانا محال ہے			
کُ ءِ حل نَ کو	ءِ جَ وا ب ہے	یِ سَ وا ل کی	سَ سَ وا ل ہے
جِ سِ بھو ل جا	نِ کَ حک مِ ہے	اُ سِ بھو ل جا	نَ مُ حا ل ہے
ہوئیں زرد پھول کی بستیاں مگر اس میں تیری خطا کہاں تجھے لوگ دل سے دعائیں دیں یہی تیرے فن کا کمال ہے			
ہُ وِ زر د پھو	لِ کِ بس تِ یا	مَ گِ رس م تی	رِ خَ طا کَ ہا
تُ جھے لو گِ دل	سِ دُ عا ءِ دی	یِ ہِ تی رِ فن	کَ کَ ما لِ ہی
کبھی آسماں کی بلندیوں سے اتر کے خاک پہ آئیں گے ابھی پنچھیوں کو خبر نہیں یہ زمین دانوں کا جال ہے			
کَ بھِ آ س ما	کِ بُ لد د یو	سِ اُ تر کِ خا	ک پ آ ء گے
اَ ابھِ پن چھِ یو	کُ خ بر نَ ہی	یِ ز می نِ دا	نُ کَ جا ل ہے
اسی ایک بسترِ بے حسی پہ تھکے تھکے سے بدن ملے ترے ساتھ بھی وہی بے دلی یہ وصال کیسا وصال ہے			

اِ سِ ای ک بس	تَ رِ بے حِ سی	پَ تھَ کے تھَ کے	سِ ب دن مِ لے
تِ رِ سا تھ بھی	و ہِ بے دِ لی	یِ وِ صا ل کی	سَ وِ صا ل ہے

غزل ۱۲۔ بحرِ رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فعْلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
وہ گنہگار مرے حق میں دعا کردیتا					میرے سوکھے ہوئے جنگل کو ہرا کر دیتا			
وہ گُ نہ گا	رمِ رے حق	مِ دُ عا کر	دی تا		می رِ سو کھے	ہُ وِ جن گل	کُ ہَ را کر	دی تا
کاش وہ آتا مرے ماتھے کے بوسے لیتا					میں ہوں بیمار مرے حق میں دعا کر دیتا			
کا ش وہ آ	تَ م رے ما	تھ ک بو سے	لی تا		می ہُ بی ما	رم رے حق	م د عا کر	دی تا
یوں بھی تبدیل بہاروں میں خزاں ہو جاتی					اپنے دامن سے وہ چہرے پہ ہوا کر دیتا			
یو بھ تب دی	ل ب ہا رو	م خِ زا ہو	جا تی		اپ ن دا من	س وُ چہ رے	پ ہ وا کر	دی تا
منہ چھپا لیتا یہ سورج بھی کسی دامن میں					ایسے لہرا کے وہ زلفوں کی گھٹا کر دیتا			
منہ چھ پا لی	ت ی سو رج	بھِ ک سی دا	من می		ای س لہ را	ک و زل فو	کِ گھ ٹا کر	دی تا
یہ کوئی غم ہے کہ آسائشِ دنیا کم ہے					بے نیازی میں مجھے حد سے سوا کر دیتا			
یہ کُ ئی غم	ہ کِ آ سا	ءِ شِ دن یا	کم ہے		بے نِ یا زی	مِ مُ جھے حد	سِ سِ وا کر	دی تا

غزل ۱۳۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
دلہن بنی ہے رات بڑے اہتمام سے					آنسو سجا رہی ہے ستاروں کے نام سے			
دل ہن بَ	نی ہَ را ت	بَ ڑے اہ تِ	ما م سے		آ سو سَ	جا رَ ہی ہَ	سِ تا رو کِ	نا م سے
سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے					نیند آگئی ہے آج ستاروں کو شام سے			
سب لو گ	اپ ن اپ ن	گھ رو کو چ	لے گ ئے		نی دا ر	ہی ہ آ ج	سِ تا رو کُ	شا م سے
ان سے ضرور ملنا سلیقے کے لوگ ہیں					سر بھی قلم کریں گے بڑے احترام سے			
ان سے ض	رو ر مل ن	س لی قے ک	لو گ ہی		سر بھی ق	لم ک ری گ	ب ڑئ اح ت	را م سے
کتنا بدل گیا ہوں میں دنیا کے واسطے					آواز دے رہی ہے مجھے تیرے نام سے			
کت نا ب	دل گ یا ہُ	م دن یا ک	وا س طے		آ وا ز	دے ر ہی ہ	م جھے تی ر	نا م سے

غزل ۱۴۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فاعِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فاعِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
وہ انتظار کی چوکھٹ پہ سو گیا ہوگا					کسی سے وقت تو پوچھیں کہ کیا بجا ہوگا			
وُ ان تِ ظا	رِ کِ چو کھٹ	پَ سو گَ یا	ہو گا		کِ سی سِ وق	تِ تُ پو چھی	کِ کا بَ جا	ہو گا
میں ہنس رہا ہوں لطیفوں کی شعری محفل میں					وہ میری آنکھوں سے اس وقت رو رہا ہوگا			
مِ ہس رَ ہا	ہُ ل طی فو	کِ شع رِ مح	فل می		وُ می رِ آ	کھُ سِ اس وق	تِ رو ر ہا	ہو گا
یہ پتھروں کی طرح کیوں اداس رہتا ہے					مجھے یقین ہے دل اس کا آئینہ ہوگا			
یِ پتھ تھ رو	کِ ط رح کو	اُ دا س رہ	تا ہے		مُ جھے ی قی	ن ہِ دل اس	کَ آ ء نہ	ہو گا
میں اس خیال سے اس کے قریب آیا تھا					کہ دوسروں کی طرح وہ بھی بے وفا ہوگا			
مِ اس خ یا	ل سِ اس کے	ق ری ب آ	یا تھا		کِ دو س رو	کِ ط رح وہ	بھِ بے و فا	ہو گا

غزل ۱۵۔ بحر کامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
وہ بجھے گھروں کا چراغ تھا یہ کبھی کسی کو خبر نہ ہو اسے لے گئی ہے کہاں ہوا یہ کبھی کسی کو خبر نہ ہو			
وُ بُ جھے گھ رو	کَ چ را غ تھا	یِ کَ بھی کِ سی	کُ خَ بر نَ ہو
اُ سِ لے گَ ئی	ہَ کَ ہا ہَ وا	یِ کَ بھی کِ سی	کُ خَ بر نَ ہو
کئی لوگ جان سے جائیں گے مرے قاتلوں کی تلاش میں مرے قتل میں مرا ہاتھ تھا یہ کبھی کسی کو خبر نہ ہو			
ک ءِ لو گ ہا	تھ س جا ء گے	م ر قا ت لو	کِ ت لا ش می
مِ رِ قت ل می	مِ رَ ہا تھ تھا	یِ کَ بھی کِ سی	کُ خ بر ن ہو
کہیں مسجدوں میں شہادتیں کہیں مندروں میں عدالتیں یہاں کون کرتا ہے فیصلہ یہ کبھی کسی کو خبر نہ ہو			
ک ہِ مس ج دو	مِ ش ہا د تی	ک ہِ من د رو	م ع دا لتی
یَ ہَ کو ن کر	تَ ہِ فی ص لہ	یِ ک بھی کِ سی	کُ خ بر نَ ہو
مرے پاس جتنی ہے روشنی یہی چراغ کی زندگی میں کہاں جلا میں کہاں بجھا یہ کبھی کسی کو خبر نہ ہو			

مِ رِ پا س جت	نِ ہَ رو ش نی	ہَ یِ ہی چ را	غ کِ زن د گی
مِ ک ہا ج لا	م ک ہا ب جھا	یِ ک بھی کِ سی	کُ خ بر نَ ہو

غزل۱۶۔ بحر رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فا عِ لن		فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فا عِ لن
کون آیا راستے آئینہ خانے ہوگئے					رات روشن ہوگئی دن بھی سہانے ہوگئے			
کو نِ آ یا	را سِ تے آ	ئی نَ خا نے	ہو گ ئے		رات روشن	ہوگ ئی دن	بھی سُ ہانے	ہو گ ئے
کیوں حویلی کے اجڑنے کا مجھے افسوس ہو					سینکڑوں بے گھر پرندوں کے ٹھکانے ہو گئے			
کو حَ وی لی	کے اُ جڑ نے	کا مُ جھے اف	سو س ہو		سی ک ڑو بے	گھر پ رن دو	کے ٹھ کا نے	ہو گ ئے
جاؤ ان کمروں کے آئینے اٹھا کر پھینک دو					بے ادب یہ کہہ رہے ہیں ہم پرانے ہو گئے			
جا ؤ ان کم	رو ک آ ئی	نے اُٹھا کر	پھی ک دو		بے ادب یہ	کہ ر ہے ہی	ہم پ رانے	ہو گ ئے
یہ بھی ممکن ہے کہ میں نے اس کو پہچانا نہ ہو					اب اسے دیکھے ہوئے کتنے زمانے ہوگئے			
یہ بھِ مم کن	ہے کِ می نے	اس کُ پہ چا	نا ن ہو		اب اُسے دی	کھے ہُوے کت	نے ز ما نے	ہو گ ئے
میری پلکوں پر یہ آنسو پیار کی توہین تھے					اس کی آنکھوں سے گرے موتی کے دانے ہو گئے			
می ر پل کو	پر یِ آ سو	پا ر کی تو	ہی ن تھے		اس کِ آ کھو	سے گِ رے مو	تی کِ دا نے	ہو گ ئے

غزل۱۷۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
عظمتیں سب تری خدائی کی				حثیت کیا مری اکائی کی [1]		
عظ مَ تی سب	ت ری خُ دا	ئی کی		حث یت کا*	م ری اِ کا	ئی کی
میرے ہونٹوں کے پھول سوکھ گئے				تم نے کیا مجھ سے بے وفائی کی		
می ر ہو ٹو	ک پھول سو	کھ گ ئے		تم ن کا مجھ	س بے و فا	ئی کی
سب مرے ہاتھ پاؤں لفظوں کے				اور آنکھیں بھی روشنائی کی		

[1] ابتدا فاعلاتن کی جگہ مفعولن سے کی ہے، اگرچہ اس رکن کی رعایت ہو سکتی ہے کیوں کہ صرف ایک حرکت کی کمی واقع ہوتی ہے، لیکن ذرا سی تبدیلی سے مصرع فصیح اور موزوں ہو سکتا تھا۔ ع کیا حثیت مری اکائی کی۔ (کاحَ ثی یت فاعِ لا تن)

سب م رے ہا	تھ پا ؤ لف	ظو	کے		او ر آ کھی	بھِ رو ش نا	ئی	کی
میں ہی ملزم ہوں میں ہی منصف ہوں					کوئی صورت نہیں رہائی کی			
می ہِ مل زم	ہُ می ہِ من	صف	ہو		کو ءِ صو رت	نَ ہی رِ ہا	ئی	کی
اب ترستے رہو غزل کے لیے					تم نے لفظوں سے بے وفائی کی			
اب ت رس تے	ر ہو غ زل	کِ لِ	ئے		تم نِ لف ظو	سِ بے و فا	ئی	کی

غزل۱۸۔ بحر رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن
خاندانی رشتوں میں اکثر رقابت ہے بہت					گھر سے نکلو تو یہ دنیا خوب صورت ہے بہت			
خا نِ دا نی	رش تُ می اک	ثر ر قا بت	ہے ب ہت		گھر سِ نک لو	تو یِ دن یا	خوب صورت	ہے ب ہت
ان کے چہرے چاند تاروں کی طرح روشن رہے					جن غریبوں کے یہاں حسن قناعت ہے بہت			
ان ک چہ رے	چا د تا رو	کی ط رح رو	شن ر ہے		جن غ ری بو	کے ی ہا حس	نے ق نا عت	ہے ب ہت
ہم سے ہو سکتی نہیں دنیا کی دنیا داریاں					عشق کی دیوار کے سائے میں راحت ہے بہت			
ہم س ہو سک	تی ن ہی دن	یا کِ دن یا	دا ر یا		عش ق کی دی	وا ر کے سا	ئے م را حت	ہے ب ہت
دھوپ کی چادر مرے سورج سے کہاں بھیج دے					غربتو کا دور ہے جاڑوں کی شدت ہے بہت			
دھو پ کی چا	در م رے سو	رج س کہ نا	بھی ج دے		غ ر ب تو کا	دو ر ہے جا	ڑوک شِ دت	ہے ب ہت
ان اندھیروں میں جہاں سہمی ہوئی ہے یہ زمیں					رات سے تنہا لڑا جگنو میں ہمت ہے بہت			
ان ا دھی رو	می ج ہا سہ	می ہ وی ہے	یہ ز می		رات سے تن	ہا ل ڑا جگ	نو م ہم مت	ہے ب ہت

غزل۱۹۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
تیر نظروں کے تو پلکوں کی کماں رکھے ہیں					ان کی کیا بات ہے پھولوں کی زباں رکھے ہیں			
تی ر نظ رو	کِ ٹ پل کو	کِ کَ ما رکھ	کھے ہی		ان کِ کا با	تِ ہَ پھو لو	کِ زَ با رکھ	کھے ہی
ہم تو آنکھوں میں سنورتے ہیں وہیں سنوریں گے					ہم نہیں جانتے آئینے کہاں رکھے ہیں			
ہم ت آ کھو	م س ور تے	ہ و ہی سو	ری گے		ہم ن ہی جا	ن تِ آ ئی	ن ک ہا رکھ	کھے ہی
دل کبھی ریت کا ساحل نہیں ہونے دیتے					ہم نے محفوظ وہ قدموں کے نشاں رکھے ہیں			
دل ک بھی ری	ت ک سا حل	ن ہِ ہو نے	دی تے		ہم ن مح فو	ظ ؤ قد مو	کِ نِ شا رکھ	کھے ہی

جن پہ تحریر ہے بچپن کی محبت اپنی					اب مرے گھر کے وہ دروازے کہاں رکھے ہیں			
جن پ تح ری	ر ہِ بچ پن	کِ کَ ہا نی	اپ نی		اب م رے گھر	کِ وُ در وا	زِ ک ہا رکھ	رکھے ہی
اپنے قاتل بھی اسی روز سے شرمندہ ہیں					ہم بھی خاموش بہت اپنی زباں رکھے ہیں			
اپ ن قا تل	بھِ اُ سی رو	زِ سِ شر من	دہ ہی		ہم بھِ خا مو	شِ ب ہت اپ	نِ ز با رکھ	رکھے ہی

غزل۲۰۔کامل مثمن سالم:متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
یہ زمین سوئی تھی نیند میں یہاں لا کے مجھ کو بسا گئے			
وہ چمکتی دھوپ کی شال پر مرے دل کے پھول سجا گئے			
یِ ز می ن سو	ءِ تھِ نی د می	یَ ہَ لا ک مجھ	کُ بَ سا گ ئے
وُ چَ مک تِ دھو	پ کِ شا ل می	م ر دل ک پھو	ل س جا گ ئے
کسی رات برف کی اوٹ سے نئ آگ لے کے وہ آئیں گے			
اگر آج دھوپ کی گود میں وہ گلاب اپنے سلا گئے			
کِ سِ را ت بر	ف کِ او ٹ سے	نَ ءِ آ گ لے	کِ وُ آ ءِ گے
اَ گَ را ج دھو	پ کِ او ٹ سے	وُ گُ لا ب اپ	نِ سُ لا گ ئے
کئی لوگ آگ کے پھول ہیں ذرا دور ہوں تو چمن چمن			
جہاں مسکرا کے گلے لگے دل و جاں میں آگ لگا گئے			
ک ءِ لو گ آ	گ کِ پھو ل ہی	ذ رَ دو ر ہو	تُ چ من چ من
جَ ہَ مس ک را	ک گ لے ل گے	دِ لُ جا مِ آ	گِ ل گا گ ئے
ابھی رات پھولوں کی کار میں یہاں ایک آئے تھے پیر جی			
ہمیں بعد مرگ ملے گا کیا وہ تمام نقشے دکھا گئے			
ا بھِ را ت پھو	لُ کِ کا ر می	یَ ہَ ای ک آ	ءِ تھِ پی ر جی
ہَ مِ بع د مر	گ مِ لے گ کا	وُ ت ما م نق	شِ دِ کھا گ ئے

غزل۲۱۔بحر کامل مثمن سالم:متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
کئی پیڑ دھوپ کے پیڑ تھے تری رحمتوں سے ہرے رہے			

مرے نام آگ کے پھول تھے مری جھولیوں میں بھرے رہے			
کَ ءِ پِی ڑِ دھو	پ کِ پِی ڑ تھے	ت رِ رح مَ تو	سِ ہَ رے ر ہے
م ر نا م آ	گ ک پھو ل تھے	م ر جھو ل یو	م بھ رے ر ہے
کہیں مال و زر کے وزیر تھے کہیں علم و فن کے امیر تھے ولے ہم بھی ایسے فقیر تھے جو ہمیشہ ان سے پرے رہے			
کَ ہِ ما لُ زر	کِ وَ زی ر تھے	کَ ہِ عل مُ فن	کِ اَ می ر تھے
وَ لِ ہم بھِ ای	سِ ف قی ر تھے	جُ ہَ می شَ ان	سِ پَ رے ر ہے
مرے دل میں درد کے پیڑ ہیں یہاں کوئی خوفِ خزاں نہیں یہ درخت کتنے عجیب تھے سبھی موسموں میں ہرے رہے			
مِ رِ دل م در	د ک پِی ڑ ہی	ی ہ کو ءِ خو	ف خ زا ن ہی
ی د رخ ت کت	ن ع جی ب تھے	س بھ مو س مو	م ہ رے ر ہے
وہ کلام جن سے چھتیں اڑیں ابھی شامیانوں میں دفن ہیں ترے شعر دل میں اتر گئے جو کھرے تھے سکے کھرے رہے			
وُ کَ لا م جن	سِ چھَ تی ا ڑی	ا بھِ شا م یا	نُ مِ دف ن ہی
تِ رِ شع ر دل	مِ اُ تر گ ئے	جُ کھ رے تھ سک	ک کھ رے ر ہے

غزل ۲۲۔ بحر ہزج مسدس محذوف: مفاعی لن مفاعی لن فعُولن

مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	فَ عو لن		مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	فَ عو لن
میں کب تنہا ہوا تھا یاد ہو گا				تمھارا فیصلہ تھا یاد ہو گا		
مَ کب تن ہا	ہُ وا تھا یا	دِ ہو گا		ثُ ما را فی	صِ لا تھا یا	دِ ہو گا
بچھی تھیں ہر طرف آنکھیں ہی آنکھیں				کوئی آنسو گرا تھا یاد ہو گا		
ب چھی تھی ہر	ط رف آ کھی	ہِ آ کھی		کُ ئی آ سو	گِ را تھا یا	دِ ہو گا
اداسی اور بڑھتی جا رہی تھی				وہ چہرہ بجھ رہا تھا یاد ہو گا		
ا دا سی او	ر بڑ تی جا	ر ہی تھی		وُ چہ رہ بجھ	ر ہا تھا یا	دِ ہو گا
وہ خط پاگل ہوا کے آنچلوں پر				کسے تم نے لکھا تھا یاد ہو گا		
وُ خط پا گل	ہَ وا کے آ	چ لو پر		کِ سے تم نے	لِ کھا تھا یا	دِ ہو گا

میں کب تنہا ہوا تھا یاد ہو گا				تمھارا فیصلہ تھا یاد ہو گا		
مَ کب تن ہا	ہُ وا تھا یا	دِ ہو گا		ٹُ ما را فی	صِ لا تھا یا	دِ ہو گا

غزل ۲۳۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
مری زباں پہ نئے ذائقوں کے پھل لکھ دے					مرے خدا تو مرے نام اک غزل لکھ دے			
م ری ز با	پ ن ئے ذا	ءِ قو کِ پھل	لکھ دے		م رے خُ دا	ٹُ م رے نا	م اک غ زل	لکھ دے
میں چاہتا ہوں یہ دنیا وہ چاہتا ہے مجھے					یہ مسئلہ بڑا نازک ہے کوئی حل لکھ دے			
م چا ہ تا	ہُ یِ دن یا	وُ چا ہ تا	ہ م جھے		یِ مس ءَ لہ	ب ڑ نا زک	ہ کو ءِ حل	لکھ دے
یہ آج جس کا ہے اس نام کو مبارک ہو					مری جبیں پہ مرے آنسوؤں سے کل لکھ دے			
یِ آ ج جس	ک ہ اس نا	م کو م با	رک ہو		م ری ج بی	پ م رے آ	س وو سِ کل	لکھ دے
ہوا کی طرح میں بیتاب ہوں کہ شاخ گلاب					جو ریگزاروں پہ تالاب کے کنول لکھ دے			
ہ وا ک طر	ح مِ بی تا	بِ ہو کِ شا	خ گُ لا ب		جُ ری گ زا	رُ پ تا لا	ب کے ک ول	لکھ دے
میں ایک لمحے میں دنیا سمیٹ سکتا ہوں					تو کب ملے گا اکیلے میں ایک پل لکھ دے			
م ای ک لم	ح م دن یا	س می ٹ سک	تا ہو		ٹُ کب مِ لے	گ اَ کی لے	م ای ک پل	لکھ دے

غزل ۲۴۔ بحرِ متقارب مثمن اثرم مقبوض مضاعف:

فِعْلُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعَلْ

فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
دروازے کی راکھ بھی گھر ہے مٹھی میں یہ گھر رکھنا							
در وا	زے کی	را کھ	بھ گھر ہے	مٹھ ٹھی	می یہ	گھر رکھ	نا
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
دل اک پاکیزہ چادر ہے سر پر یہ چادر رکھنا							
دل اک	پا کی	زا چا	در ہے	سر پر	یے چا	در کھ	نا
فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	فع
جلی ہوئی ٹوٹی دیواریں میرے زخمی کاندھے ہیں							
جل ل	ہ وی ٹو	ٹی دی	وا ری	می رے	زخ می	کا دھ	ہی

فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو ل	ف عو لن	فعْ
چاندنی رات میں چھپ کر آنا ان پر اپنا سر رکھنا							
چا نی*	را ت	م چھپ کر	آ نا	ان پر	اپ نا	سر رکھ	نا
فعْ لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فع
جس کاغذ پہ حال لکھوں گا وہ کاغذ جل جائے گا							
جس کا	غذ پر	حا ل	ل کھو گا	وہ کا	غذ جل	جا ئے	گا
فعْ لن	فعْ لن	فع ل	ف عو لن	فعْ لن	فع لن	فع لن	فعْ
تتلی پر تیزاب چھڑکنا پھولوں پر خنجر رکھنا							
تت لی	پر تی	زا ب	چھِ ڑک نا	پھو لو	پر خن	جر رکھ	نا

غـــزل۲۵۔بحـــرِ متدارک مثمن سالم مضاعف: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
اپنی کھوئی ہوئی جنتیں پا گئے زیست کے راستے بھولتے بھولتے موت کی وادیوں میں کہیں کھو گئے تیری آواز کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے							
اپ نِ کھو	ئی ہُ ئی	جن نَ تی	پا گ ئے	زی ت کے	را س تے	بھو ل تے	بھو ل تے
مو ت کی	وا د یو	می ک ہی	کھو گ ئے	تی رِ آ	وا ز کو	ڈھو ڈ تے	ڈھو ڈ تے
مست و سرشار تھے کوئی ٹھوکر لگی آسماں سے زمیں پر یوں ہم آ گئے شاخ سے پھول جیسے کوئی گر پڑے، رقص آواز پر جھومتے جھومتے							
مس تُ سر	شا ر تھے	کو ءِ ٹھو	کر ل گی	آ س ما	سے ز می	پر یُ ہم	آ گ ئے
شا خ سے	پھو ل جی	سے کُ ئی	گر پ ڑے	رق ص آ	وا ز پر	جھو م تے	جھو م تے
آنکھیں آنسو بھری پلکیں بوجھل گھنی جیسے جھیلیں بھی ہوں نرم سائے بھی ہوں وہ تو کہیے انھیں کچھ ہنسی آ گئی بچ گئے آج ہم ڈوبتے ڈوبتے							
آ کھِ آ	سو بھ ری	پل ک بو	جھل گھ نی	جی سِ جھی	لی بھِ ہو	نر م سا	ئے بھِ ہو
وہ تُ کہ	ئے اُ نھی	کچھ ہ سی	آ گ ئی	بچ گ ئے	آ ج ہم	ڈو ب تے	ڈو ب تے

غزل۲۶۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

مَ فاعِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن		مَ فاعِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
میں تم کو بھول بھی سکتا ہوں اس جہاں کے لیے					ذرا سا جھوٹ ضروری ہے داستاں کے لیے			
م تم کُ بھو	ل بھ سک تا	ہُ اس ج ہا	ک ل یے		ذ را سَ جھو	ٹ ض روری	ہ دا س تا	ک ل یے
مرے لبوں پہ کوئی بوند ٹپکی آنسو کی					یہ قطرہ کافی تھا جلتے ہوئے مکاں کے لیے			
م رے ل بو	پ کُ ئی بو	د ٹپ کِ آ	سو کیِ		ی قط ر کا	فِ تھ َجل تے	ہُ وے م کا	ک ل یے
میں کیا دکھاوں مرے تار تار دامن میں					نہ کچھ یہاں کے لیے ہے نہ کچھ وہاں کے لیے			
م کا دِ کا	وُ م رے تا	ر تا ر دا	من می		نَ کچھ ی ہا	کِ لِ یے ہے	نَ کچھ و ہا	ک ل یے
غزل بھی اس طرح ان کے حضور لایا ہوں					کہ جیسے بچہ کوئی آئے امتحاں کے لیے			
غ زل بھ اس	ط رَ ان کے	ح ضو ر لا	یا ہو		کِ جی س بچ	چَ کُ ئی آ	ئِ ام تِ ہا	ک ل یے
میں تم کو بھول بھی سکتا ہوں اس جہاں کے لیے					ذرا سا جھوٹ ضروری ہے داستاں کے لیے			
م تم کُ بھو	ل بھ سک تا	ہُ اس ج ہا	ک ل یے		ذ را سَ جھو	ٹ ض روری	ہ دا س تا	ک ل یے

غزل۲۷۔ بحر متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
بے خبر کرسیاں آنکھ ملتی رہیں					بستیاں بے گناہوں کی جلتی رہیں			
بے خ بر	کر سِ یا	آ کھ مل	تی ر ہی		بس ت یا	بے گ نا	ہو کِ جل	تی ر ہی
آدمیت، محبت، شرافت، وفا					ناگنیں آستینوں میں پلتی رہی			
آ د می	یت م حب	بت ش را	فت و فا		نا گ نی	آ س تی	نو م پل	تی ر ہی
دو بدن جتنے نزدیک ہوتے گئے					قربتیں فاصلوں میں بدلتی رہیں			
دو ب دن	جت ن نز	دی ک ہو	تے گ ئے		قر ب تی	فا ص لو	می ب دل	تی ر ہی
جب مری زندگی میں اندھیرا ہوا					میرے چاروں طرف شمعیں جلتی رہیں			
جب م ری	زن د گی	می ا دھ	را ہ وا		می ر چا	رو ط رف	شم ع جل	تی ر ہی
زندگی تیری نازک بدن لڑکیاں					آگ کی شاہراہوں پہ چلتی رہیں			
زن د گی	ری ر نا	زک ب دن	لڑ ک یا		آ گ کی	شا ہ را	ہو پ چل	تی ر ہی

غزل۲۸۔ بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
مسکراتے رہے غم چھپاتے رہے محفلوں گنگناتے رہے موت کے تیرہ وتار شمشان میں زندگی کے کنول جگمگاتے رہے							
مس ک را	تے ر ہے	غم چھ پا	تے ر ہے	مح ف لو	مح ف لو	گن گ نا	تے ر ہے
مو ت کے	تی ر وو	تا ر شم	شا ن می	زن د گی	گے ک ول	جگ م گا	تے ر ہے
غزلیں کملا گئیں، نظمیں مرجھا گئیں، گیت سنولا گئے، ساز چپ ہو گئے پھر بھی اہل چمن کتنے خوش طبع تھے، نغمۂ فصل گل گنگناتے رہے							
غز ل کم	لا گ ئی	نظ م مر	جھا گ ئی	گی ت سو	لا گ ئے	سا ز چپ	ہو گ ئے
پھر بھِ اہ	لے چ من	کت ن خش	طب ع تھے	نغ م ئے	فص ل گل	گن گ نا	تے ر ہے
رات موسم بہت فتنہ انگیز تھا، اس پہ یادوں کی زلفیں بھی لہرا گئیں دیر تک دل سے تیری ہی باتیں رہیں بھولی بسری کہانی سناتے رہے							
را ت مو	سم ب ہت	فت ن ان	گی ز تھا	اس پ یا	دو کِ زل	فی بھِ لہ	را گ ئی
دی ر تک	دل س تی	ری ہِ با	تی ر ہی	بھو لِ بس	ری ک ہا	نی سُ نا	تے ر ہے

غزل۲۹۔ بحر رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فا عِ لن		فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فا عِ لن
سر جھکاؤ گے تو پتھر دیوتا ہو جائے گا					اتنا مت چاہو اسے وہ بے وفا ہو جائے گا			
سر جھُ کا وو	گے ت پتھ تھر	دی و تا ہو	جا ءِ گا		ات ن مت چا	ہو ا سے وہ	بے و فا ہو	جا ءِ گا
ہم بھی دریا ہیں ہمیں اپنا ہنر معلوم ہے					جس طرف بھی چل پڑیں گے راستہ ہو جائے گا			
ہم بھِ در یا	ہی ہ می اپ	نا ہُ نر مع	لو م ہے		جس طرف بھی	چل پ ڑی گے	را س تہ ہو	جا ءِ گا
کتنی سچائی سے مجھ سے زندگی نے کہہ دیا					تو نہیں میرا تو کوئی دوسرا ہوجائے گا			
کت ن سچ چا	ئی س مجھ سے	زن د گی نے	کہ د یا		تو ن ہی می	را ت کو ئی	دو س را ہو	جا ءِ گا
میں خدا کا نام لے کر پی رہا ہوں دوستو					زہر بھی اس میں اگر ہوگا دوا ہو جائے گا			
می خ دا کا	نا م لے کر	پی ر ہا ہو	دو س تو		زہ ر بھی اس	می ا گر ہو	گا د وا ہو	جا ءِ گا

سب اسی کے ہیں ہوا خوشبو، زمین و آسماں					میں جہاں بھی جاؤں گا اس کا پتہ ہو جائے گا			
سب اسی کے	ہی ہ وا خش	بو ز می نو	آ س ما		می ج ہا بھی	جا ؤ گا اس	کا پ تہ ہو	جا ءِ گا

غزل ۳۰۔ بحر ہزج مثمن اخرب سالم: مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن

مف عو لُ	مَ فا عی لُن	مف عو لُ	مَ فا عی لُن		مف عو لُ	مَ فا عی لُن	مف عو لُ	مَ فا عی لُن
غزلوں کا ہنر اپنی آنکھوں کو سکھائیں گے					روئیں گے بہت لیکن آنسو نہیں آئیں گے			
غز لو ک	ہُ نر اپ نی	آ کھو ک	سِ کھا ئی گے		رو ئی گِ	ب ہت لی کِن	آ سو نَ	ہِ آ ئی گے
کہہ دینا سمندر سے ہم اوس کے موتی ہیں					دریا کی طرح تجھ سے ملنے نہیں آئیں گے			
کہہ دی ن	س من در سے	ہم او س	کِ مو تی ہی		در یا کِ	طَرح تجھ سے	مل نے ن	ہِ آ ئی گے
وہ دھوپ کے چھپر ہوں یا چھاؤں کی دیواریں					اب جو بھی اٹھائیں گے مل جل کے اٹھائیں گے			
وہ دھو پ	کِ چھپ پر ہو	یا چھا ؤ	کِ دی وا ری		اب جو بھِ	اُ ٹھا ئی گے	مل جل کِ	اُ ٹھا ئی گے
جب ساتھ نہ دے کوئی آواز ہمیں دینا					ہم پھول سہی لیکن پتھر بھی اٹھائیں گے			
جب سا تھ	نَ دے کو ئی	آ وا ز	ہَ می دی نا		ہم پھو ل	س ہی لی کن	پت تھر بھِ	اُ ٹھا ئی گے
غزلوں کا ہنر اپنی آنکھوں کو سکھائیں گے					روئیں گے بہت لیکن آنسو نہیں آئیں گے			
غز لو ک	ہُ نر اپ نی	آ کھو ک	سِ کھا ئی گے		رو ئی گِ	ب ہت لی کِن	آ سو نَ	ہِ آ ئی گے

غزل ۳۱۔ بحر رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن
چاند کے چاروں طرف میلی ردائیں ساتھ ہیں					خاک اتنی سر چڑھے کس کی ہوائیں ساتھ ہیں			
چا د کے چا	رو ط رف می	لی ر دا ئی	سا تھ ہی		خاک ات نی	سرچ ڑھے کس	کی ہ وا ئی	سا تھ ہی
ایک عورت سے وفا کرنے کا یہ تحفہ ملا					جانیں کتنی عورتوں کی بد دعائیں ساتھ ہیں			
ایک ک عورت	سے و فا کر	نے کَ یہ تح	فہ مِ لا		جانِ کت نی	عو ر تو کی	بد د عا ئی	سا تھ ہی
دن کھلا ہے پھول سا اور رات بھیگی آنکھ سی					کوئی موسم ہو یہاں دونوں ہوائیں ساتھ ہیں			
دن کھِ لا ہے	پھو ل سا ار	رات بھی گی	آ کھ سی		کو ءِ مو سم	ہو یَ ہا دو	نو ہَ وا ئی	سا تھ ہی
میں ہوں اک کاغذ کا ٹکڑا جانے کس کی کھوج میں					کیوں مرے پیچھے زمانے کی ہوائیں ساتھ ہیں			
می ہُ اک کا	غذ کَ ٹک ڑا	جانِ کس کی	کھو ج می		کوم رے پی	چھے ز ما نے	کی ہ وا ئی	سا تھ ہی

غزل ۳۲۔ بحر کامل مثمن سالم: مُتَفاعلن مُتَفاعلن مُتَفاعلن مُتَفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
میں اداس رستہ ہوں شام کا تری آہٹوں کی تلاش ہے یہ ستارے سب ہیں بجھے بجھے مجھے جگنوؤں کی تلاش ہے			
مِ اُ دا سِ رس	تَ ہُ شا م کا	ت رِ آ ہَ ٹو	کِ تَ لا ش ہے
یِ سِ تا ر سب	ہَ بُ جھے بُ جھے	مُ جھِ جگ نُ وو	کِ تَ لا ش ہے
ذرا سیر کرنے کو آئے ہیں ہمیں اور کچھ نہیں چاہئے وہ ہیں ڈور کانٹے لیے ہوئے جنھیں مچھلیوں کی تلاش ہے			
ذ ر سی ر کر	ن ک آ ء ہی	ہ م او ر کچھ	ن ہ چا ہ ئے
وُ ہ ڈو ر کا	ٹ ل یے ہ وے	ج نھ مچھ ل یو	ک ت لا ش ہے
وہ جو ایک دریا تھا آگ کا سبھی راستوں سے گزر گیا تمھیں کب سے ریت کے شہر میں نئی بارشوں کی تلاش ہے			
و ج ای ک در	ی تھ آ گ کا	س بھ را س تو	س گ زر گ یا
ت م کب س ری	ت ک شہ ر می	ن ء با ر شو	ک ت لا ش ہے
نئے موسموں کی اڑان کو ابھی اس کی کوئی خبر نہیں ترے آسمان کے جال کو نئے پنچھیوں کی تلاش ہے			
ن ء مو س مو	ک ا ڑا ن کو	ا بھ اس ک کو	ء خ بر ن ہی
ت ر آ س ما	ن ک جا ل کو	ن ء پن چھ یو	ک ت لا ش ہے

غزل ۳۳۔ بحر کامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
میں غزل کہوں میں غزل پڑھوں مجھے دے تو حسن خیال دے ترا غم ہی ہے میری تربیت مجھے دے تو رنج و ملال دے			
مَ غَ زل کَ ہو	مَ غَ زل پَ ڑھو	مُ جھِ دے ٹُ حس	نِ خَ یا ل دے
ت ر غم ہِ ہے	م رِ تر بِ یت	مُ جھ دے ٹُ رن	جُ مَ لا ل دے
سبھی چار دن کی ہے چاندنی یہ امارتیں یہ وزارتیں مجھے اس فقیر کی شان دے کہ زمانہ جس کی مثال دے			

<table dir="rtl">
<tr><td>س بھِ چا ر دن</td><td>کِ ہَ چا د نی</td><td>یِ آ ما ر تی</td><td>یِ وَ زا ر تی</td></tr>
<tr><td>مُ جھِ اس ف قی</td><td>رِ کِ شا ن دے</td><td>کِ ز ما نَ جس</td><td>کِ مِ ثا ل دے</td></tr>
<tr><td colspan="4">مری صبح تیرے سلام سے میری شام ہے ترے نام سے
تیرے در کو چھوڑ کے جاوں گا یہ خیال دل سے نکال دے</td></tr>
<tr><td>مِ رِ صب ح تی</td><td>رِ سَ لا م سے</td><td>مِ رِ شا م ہے</td><td>تِ رِ نا م سے</td></tr>
<tr><td>تِ رِ در کُ چھو</td><td>ڑِ کِ جا وُ گا</td><td>یِ خَ یا ل دل</td><td>سِ نِ کا ل دے</td></tr>
<tr><td colspan="4">مرے سامنے جو پہاڑ تھے سبھی سر جھکا کے چلے گئے
جسے چاہے تو یہ عروج دے جسے چاہے تو یہ زوال دے</td></tr>
<tr><td>مِ رِ سا م نے</td><td>جُ پَ ہا ڑ تھے</td><td>سَ بھِ سر جھُ کا</td><td>کِ چ لے گ ئے</td></tr>
<tr><td>جِ سِ چا ہِ تو</td><td>یِ عَ رو ج دے</td><td>جِ سِ چا ہ تو</td><td>یِ ز وا ل دے</td></tr>
</table>

غزل ۳۴۔ بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف:

فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

<table dir="rtl">
<tr><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td><td>فا عِ لن</td></tr>
<tr><td colspan="8">ایسا نغمہ ہیں جس میں صدا تک نہیں، ایسی آندھی ہیں جس میں ہوا تک نہیں
زندگی کی طرح جاوداں بیکراں، اتنے مجبور جتنی فضا تک نہیں</td></tr>
<tr><td>ای سَ نغ</td><td>ما ہَ جس</td><td>مِ ص دا</td><td>تک نَ ہی</td><td>ای سِ آ</td><td>دھی ہَ جس</td><td>می ہَ وا</td><td>تک نَ ہی</td></tr>
<tr><td>زن د گی</td><td>کی ط رح</td><td>جا و دا</td><td>بے ک را</td><td>ات ن مج</td><td>بو ر جت</td><td>نی ف ضا</td><td>تک نَ ہی</td></tr>
<tr><td colspan="8">اک سمندر کے پیاسے کنارے تھے ہم، اپنا پیغام لاتی تھی موجِ رواں
آج دو ریل کی پٹریوں کی طرح ساتھ چلنا ہے اور بولنا تک نہیں</td></tr>
<tr><td>اک س من</td><td>در ک پا</td><td>سے ک نا</td><td>رے تھ ہم</td><td>اپ ن پی</td><td>غا م لا</td><td>تی تھ مو</td><td>جے ر وا</td></tr>
<tr><td>آ ج دو</td><td>ری ل کی</td><td>پٹ ر یو</td><td>کی ط رح</td><td>سا تھ چل</td><td>نا ہَ ار</td><td>بو ل نا</td><td>تک نَ ہی</td></tr>
<tr><td colspan="8">ایسا نغمہ ہیں جس میں صدا تک نہیں، ایسی آندھی ہیں جس میں ہوا تک نہیں
زندگی کی طرح جاوداں بیکراں، اتنے مجبور جتنی فضا تک نہیں</td></tr>
</table>

ای سَ نغ	ما ہَ جس	مِ ص دا	تک نَ ہی	ای سِ آ	دھی ہَ جس	می ہَ وا	تک نَ ہی
زن د گی	کی ط رح	جا و دا	بے ک را	ات ن مج	بو ر جت	نی ف ضا	تک نَ ہی

غزل ۳۵۔ بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف:

فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
روشنی کے مقدر میں نیندیں کہاں چاند میں طاق پر وہ سجائیں کہیں ہم چراغِ وفا، جلنا ہے رات بھر آسماں تا زمیں وہ جلائیں کہیں							
رو ش نی	کے م قد	در م نی	دی ک ہا	چا د می	طا ق پر	وہ س جا	ئی ک ہی
ہم چ را	غے و فا	جل ن ہے	را ت بھر	آ س ما	تا ز می	وہ س جا	ئی ک ہی
شہرتیں مثلِ مینارِ عظمت ہمیں آسماں کی طرف لے چلی ہیں مگر جی میں ہے سبز پیغمبروں کی طرح سینۂ سنگ سے سر اٹھائیں کہیں							
شہ ر تی	مث لِ می	نا ر عظ	مت ہ می	آ س ما	کی ط رف	لے چ لی	ہی م گر
جی م ہے	سب ز پی	غم ب رو	کی ط رح	سی ن ئے	سن گ سے	سر ا ٹھا	ئی ک ہی
کوئی کتبہ نہیں ہیں سرِ راہ ہم جس پہ اقوال زریں بدلتے رہو ہم تو آنسو ہیں پلکوں پہ رکھ لو ہمیں جب اشارہ کرو ٹوٹ جائیں کہیں							
کو ءِ کت	بہ ن ہی	ہی س رے	را ہ ہم	جس پ اق	وا ل زر	ری ب دل	تے ر ہو
ہم ت آ	سو ہ پل	کو پ رکھ	لو ہ می	جب ا شا	رہ ک رو	ٹو ٹ جا	ئی ک ہی

غزل ۳۶۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
ادب کی حد میں ہوں میں بے ادب نہیں ہوتا					تمہارا تذکرہ اب روز و شب نہیں ہوتا			
اَ دب کِ حد	مَ ہُ می بے	اَ دب ن ہی	ہو تا		ـتُ ما رَ تذ	کِ رَ اب رو	زُ شب نَ ہی	ہو تا
کبھی کبھی تو چھلک پڑتی ہیں یونہی آنکھیں					اداس ہونے کا کوئی سبب نہیں ہوتا			

ک بھی ک بھی	ٹ چھ لک پڑ	تِ ہی ئ ہی	آ کھی		اُ دا س ہو	نِ کَ کو ئی	س بب ن ہی	ہو تا
میں والدین کو یہ بات کیسے سمجھاوں					محبتوں میں حسب و نسب نہیں ہوتا			
م وا ل دی	ن کُ یہ با	ت کی س سم	جھا وو		م حب ب تو	مِ حس بو [1]	ن سب ن ہی	ہو تا
وہاں کے لوگ بڑے دلفریب ہوتے ہیں					مرا بہکنا بھی کوئی عجب نہیں ہوتا			
وَ ہا کِ لو	گِ ب ڑے دل	ف ری ب ہو	تے ہی		مِ را ب ہک	نَ بھِ کو ئی	ع جب ن ہی	ہو تا
میں اس زمین کا دیدار کرنا چاہتا ہوں					جہاں کبھی بھی خدا کا غضب نہیں ہوتا			
مِ اس ز می	ن کَ دی دا	ر کر نَ چا	تا ہو		ج ہاک بھی	بھِ خُ دا کا	غ ضب ن ہی	ہو تا

غزل۳۷۔بحر متقارب مثمن اثرم مقبوض مضاعف:

فِعْلُ فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل

فعْ لن	فعْ ل	ف عولن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
تیرا ہاتھ مرے کاندھے پر دریا بہتا جاتا ہے							
تی را	ہا تھ	م رے کا	دھے پر	در یا	بہ تا	جا تا	ہے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
کتنی خاموشی سے دکھ کا موسم گزرا جاتا ہے							
کت نی	خا مو	شی سے	دکھ کا	مو سم	گز را	جا تا	ہے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فع
پہلے اینٹیں پھر دروازے اب کے چھت کی باری ہے							
پہ لے	ای ٹے	پھر در	وا زے	اب کے	چھت کی	با ری	ہے
فعْ ل	ف عولن	فعْ ل	ف عولن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
یاد نگر میں ایک محل تھا وہ بھی گرتا جاتا ہے							
یا د	ن گر می	ای ک	م حل تھا	وہ بھی	گر تا	جا تا	ہے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عولن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فع
اپنا دل ہے ایک پرندہ جس کے بازو ٹوٹے ہیں							

[1]۔ یہاں بظاہر ایک حرکت کی کمی نظر آتی ہے یعنی فَعِلاتن کی جگہ فعولن کا رکن لائے ہیں۔ دراصل تسکینِ اوسط کی رعایت سے کام لیا ہے۔

اپ نا	دل ہے	ای ک	پ رن دا	جس کے	با زو	ٹو ٹے	ہی
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فع
حسرت سے بادل کو دیکھے اڑتا جاتا ہے							
حس رت	سے با	دل کو	دی کھے	با دل	اڑ تا	جا تا	ہے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فع
ہم نے تو بازار میں دنیا بیچی اور خریدی ہے							
ہم نے	تو با	زا ر	م دن یا	بی چی	او ر	خ ری دی	ہے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فع
ہم کو کیا معلوم کسی کو کیسے چاہا جاتا ہے							
ہم کو	کا مع	لو م	ک سی کو	کی سے	چا ہا	جا تا	ہے

غزل۳۸۔بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف:

فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
میری یادوں کی اک اک گلی سو گئی میرے خوابوں کے سارے مکاں سو گئے دل شبِ تارکی سلطنت ہوگیا جب سے اشکوں کے شہزادگاں سو گئے							
می رِ یا	دوکِ اک	اک گ لی	سو گ ئی	می ر خا	بو ک سا	رے م کا	سوگ ئے
دل ش بے	تا ر کی	سل ط نت	ہو گ یا	جب س اش	کو ک شہ	زا د گا	سوگ ئے
پتھروں کی زمیں پتھروں کے مکاں پتھروں کے شجر پتھروں کے بشر کب سویرا ہوا ہم کدھر کو چلے کس گلی شام آئی کہاں سو گئے							
پتھ تھ رو	کی ز می	پتھ تھ رو	کے م کا	پتھ تھ رو	کے ش جر	پتھ تھ رو	کے ب شر
کس س وی	را ہ وا	ہم کِ در	کو چ لے	کس گ لی	شا م آ	ئی ک ہا	سوگ ئے
کیا ہوا آج کیوں خیمۂ زخم سے کج کلاہانِ غم پھر نکلنے لگے ہم تو سمجھے تھے اب شہرِ دل مٹ چکا تھک گئے درد کے کارواں سو گئے							

کا ہ وا	آ ج کو	خی م ئے	زخ م سے	کج ک لا	ہا ن غم	پھر ن کل	نے ل گے
ہم ت سم	جھے تھِ اب	شہ رِ دل	مٹ چُ کا	تھک گ ئے	در د کے	کا ر وا	سو گ ئے

غزل۳۸۔ بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف:

فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
اڑتے بادل بزرگوں کی شفقت بنے دھوپ میں لڑکیاں مسکراتی رہیں جب سے جانا کہ اب کوئی منزل نہیں منزلیں راہ میں آتی جاتی رہیں							
اُڑ تِ با	دل بُ زر	گو کِ شف	قت بَ نے	دھو پ می	لڑ کِ یا	مُس کُ را	تی ر ہی
جب سِ جا	نا کِ اب	کو ءِ من	زل نَ ہی	من زِ لی	را ہِ می	آ تِ جا	تی ر ہی
رات پریاں فرشتے ہمارے بدن مانگ کر برف پہ جل رہے تھے مگر کچھ شبیہیں کتابوں کے بجھتے دیے کاغذی مقبروں میں جلاتی رہیں							
را ت پر	یا ف رش	تے ہ ما	رے ب دن	ما گ کر	بر ف می	جل ر ہے	تھے م گر
کچھ ش بی	ہی ک تا	بو ک بجھ	تے د یے	کا غ زی	مق ب رو	می ج لا	تے ر ہے
سارے دن کی تپی ساحلی ریت پر دو تڑپتی ہوئی مچھلیاں سو گئیں اپنے ملنے کی وہ آخری شام تھی لہریں آتی رہی لہریں جاتی رہیں							
سا ر دن	کی ت پی	سا ح لی	ری ت پر	دو ت ڑپ	تی ہ وی	مچھ ل یا	سو گ ئی
اپ ن مل	نے کِ وہ	آ خ ری	شا م تھی	لہ رِ آ	تی ر ہی	لہ ر جا	تی ر ہی

غزل۳۹۔ بحرِ رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فا عِ لن		فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فاعِ لا تن	فا عِ لن
میرے سینے پہ وہ سر رکھے ہوئے سوتا رہا					جانے کیا تھی بات میں جاگا کیا روتا رہا			
می رِ سی نے	پے وُ سر رکھ	کھے ہُ وئے سو	تا ر ہا		جانِ کا تھی	با تِ می جا	گا کِ یا رو	تا ر ہا
شبنمی سی دھوپ میں جیسے وطن کا خواب سا					لوگ یہ سمجھے میں سبزے پر پڑا سوتا رہا			

شب ن می سی	دھوپ می جی	سے و طن کا	خا ب سا		لوگ یے سم	جھے مَ سب زے	پر پ ڑا سو	تا ر ہا
اک ہوائے بے تکاں سے آخرش مرجھا گیا					زندگی بھر جو محبت کے شجر بوتا رہا			
اک ہ وائے	بے ت کا سے	آ خ رش مر	جھا گ یا		زن د گی بھر	جو مُ حب بت	کے ش جر بو	تا ر ہا
رونے والوں نے اٹھا رکھا تھا گھر سر پر مگر					عمر بھر کا جاگنے والا پڑا سوتا رہا			
رو ن وا لو	نے اُ ٹھا رکھ	کھا تھ گھر سر	پر م گر		عم ر بھر کا	جاگ نے وا	لا پ ڑا سو	تا ر ہا
روشنی کو رنگ کر کے لے گئے جس رات لوگ					کوئی سایہ میرے کمرے میں چھپا روتا رہا			
رو ش نی کو	رن گ کر کے	لے گ ئے جس	را ت لو گ		کو ءِ سا یہ	می رِ کم رے	می پ ڑا سو	تا ر ہا

غزل۱۴۱۔ بحرِ رمل مسدس مخبون محذوف مسکن: فاعِلاتن فَعِلاتن فعْلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فع لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فع لن
خون پتوں پہ جما ہو جیسے				پھول کا رنگ ہرا ہو جیسے		
خو ن پت تو	پ جَ ما ہو	جی سے		پھو ل کا رن	گ ہَ را ہو	جی سے
بارہا یہ ہمیں محسوس ہوا				درد سینے کا خدا ہو جیسے		
با ر ہا یہ	ہ مِ مح سو	سِ ہُ وا		در د سی نے	کَ خُ دا ہو	جی سے
اب چراغوں کی ضرورت ہی نہیں				چاند اس دل میں چھپا ہو جیسے		
اب چ را غو	کِ ض رورت	ہِ نَ ہی		چا د اس دل	مِ چھِ پا ہو	جی سے
جی میں آتا ہے کہ سجدہ کر لیں				دل کی آواز خدا ہو جیسے		
جی مِ آ تا	ہَ کِ سج دہ	کر لی		دل کِ آ وا	ز خُ دا ہو	جی سے
روز آتی تھی ہوا اس جیسی				وہ بھی یوں آیا ہوا ہو جیسے		
رو ز آ تی	تھِ ہَ وا اس	جی سے		وہ بھِ یو آ	یَ ہَ وا ہو	جی سے

غزل۱۴۲۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فاعِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فاعِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
تم نے بھی کم نصیب پہ کچھ کم نگاہ کی					اس نے تو خیر زندگی اپنی تباہ کی			
تم نے بھِ	کم نَ صی ب	پَ کچ کم نِ	گا ہِ کی		اس نے تُ	خی ر زن د	گِ اپ نی ت	با ہِ کی
ہم دونوں دنیا دار نہیں ہیں اسی لیے					صورت کوئی نظر نہیں آتی نباہ کی			
ہم دو نُ	دن یَ دا ر	نَ ہی ہی اِ	سی لِ ئے		صورت کُ	ئی نَ ظر نَ	ہِ آ تی نِ	با ہِ کی

پتھر سمجھ کے تم جسے ٹھکرا کے چل دیے					اس دل پہ تھی نگاہ بہت مہر و ماہ کی			
پتھ تھر س	مجھ ک تم جِ	سِ ٹھک راک	چل دِ یے		اس دل پ	تھی نِ گا ہ	ب ہت مہ رُ	ما ہِ کی
ان کی نظر میں پیار گناہِ عظیم ہے					توفیق دے خدا انھیں ایسے گناہ کی			
ان کی نَ	ظر مِ پا ر	گُ نا ہی عَ	ظی م ہے		تو فی ق	دے خُ دا اِ	نھِ ای سی گُ	نا ہِ کی
اپنے کو رشکِ میر سمجھتے ہیں بدرؔ جی					گمراہ کر گئی ہے صدی واہ واہ کی			
اپ نے کُ	رش کِ می ر	س مجھ تے ہَ	بد ر جی		گم را ہِ	کر گ ئی ہَ	ص دی وا ہ	وا ہِ کی

غزل ۴۳۔ بحر متقارب اثرم مقبوض محذوف مضاعف:

فِعْلُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولن

فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن
ماٹی کی کچی گاگر کو، کیا کھونا کیا پانا بابا							
ما ٹی	کی کچ	چی گا	گر کو	کا کھو	نا کا	پا نا	با با
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن
ماٹی کو ماٹی رہنا ہے، ماٹی میں مل جانا بابا							
ما ٹی	کو ما	ٹی رہ	نا ہے	ما ٹی	می مل	جا نا	با با
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن
جس لکڑی کو اندر اندر دیمک بالکل چاٹ چکی ہو							
جس لک	ڑی کو	ان در	ان در	دی مک	بل کل	چا ٹ	چ کی ہے
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو ل	ف عو لن	فع لن
اس کو اوپر سے چمکانا راکھ پہ دھوپ چمکانا بابا							
اس کو	او پر	سے چم	کا نا	را کھ	پ دھوپ	ج ما نا	با با
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن
چھت کے اوپر بادل برسیں، چھت کے نیچے اپنی آنکھیں							
چھت کے	او پر	با دل	بر سی	چھت کے	نی چے	اپ نی	آ کھی
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن
تن کی اس گیلی مٹی کو گھل گھل کر بہہ جانا بابا							

تن کی	اس گی	لی مٹ	ٹی کو	گھل گھل	کر بہ	جا نا	با با

غــزل ۴۴۔بحــر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول مفاعیل مفاعیل فعُولن

مف عولُ	مَ فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن		مف عولُ	مَ فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن
بے تاب ہے رنگت کے لیے پیار کی خوشبو					کب سر کے قریب آئے گی تلوار کی خوشبو			
بے تا ب	ہَ رن گت ک	لِ یے پا ر	کِ خش بو		کب سر ک	ق ری با یِ	گِ تل وا رِ	کِ خش بو
مطلع میں دمک اٹھتا ہے اس ماتھے کا مطلع					اشعار میں آجاتی ہے رخسار کی خوشبو			
مط لے مِ	دمک اٹھ تَ	ہَ اس ما تھِ	کَ مط لع		اش عا ر	مِ آ جا تِ	ہِ رخ سا ر	کِ خش بو
دیوانی ہوئیں جن کے لیے چاندنی راتیں					وہ نکہتِ گیسو ہے کہ رخسار کی خوشبو			
دی وا نِ	ہُ وی جن کِ	لِ یے چا د	نِ را تی		وہ نک ہَ	تِ تی سو ہِ	کِ رخ سا ر	کِ خش بو
درکار ہے آرائشِ نکہت کے لیے رنگ					اک سر کا لہو مانگے ہے دیوار کی خوشبو			
در کا ر	ہَ آ را ءِ	شِ نک ہت کِ	لِ یے رگ		اک سر کَ	ل ہو ما گِ	ہَ دی وا ر	کِ خش بو
اب اگلے برس یہ در و دیوار نہ ہوں گے					اس گھر سے بہت آتی ہے اشعار کی خوشبو			
اب اگ ل	ب رس یہ د	رُ دی وا ر	نَ ہو گے		اس گھر سِ	ب ہت آ تِ	ہَ اش عا ر	کِ خش بو

غــزل ۴۵۔بحــر متقــارب مثمن اثرم مقبوض مضــاعف:

فِعْلُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعَلْ

فعْ ل	ف عو لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
یاد کسی کی چاندنی بن کر کوٹھے کوٹھے چھٹکی ہے							
یا د	ک سی کی	چا د	نِ بن کر	کو ٹھے	کو ٹھے	چھٹ کی	ہے
فعْ ل	ف عو لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
یاد کسی کی دھوپ ہوئی ہے زینے زینے اتری ہے							
یا د	کِ سی کی	دھو پ	ہُ وی ہے	زی نے	زی نے	ات ری	ہے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ
تم کو کیا تم غزلیں کہہ کر اپنی آگ بجھا لو گے							
تم کو	کا تم	غز لی	کہ کر	اپ نی	آ گ	ب جھا لو	گے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ

اس کے جی سے پوچھو جو پتھر کی طرح چپ رہتی ہے							
اس کے	جی سے	پو چھو	جو پتھ	تھر کِ	ط رح چپ	رہ تی	ہے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ
پتھر لے کر گلیوں گلیوں لڑکے پوچھتے رہتے ہیں							
پتھ تھر	لے کر	گل یو	گل یو	لڑ کے	پو چھ	تِ رہ تے	ہی
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
ہر بستی میں مجھ سے آگے شہرت میری پہنچی ہے							
ہر بس	تی می	مجھ سے	آ گے	شہ رت	می ری	پہ چی	ہے

غزل۴۶۔ بحر متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
یہ اداسی دھواں چاندنی چوک میں					چاندنی ہے کہاں چاندنی چوک میں			
یے اُ دا	سی دھ وا	چا د نی	چو ک می		چا د نی	ہے ک ہا	چا د نی	چو ک می
مشقِ شعر و سخن میں ملے گا کہیں					لشکرِ شاعراں چاندنی چوک میں			
مش قِ شع	رو سُ خن	می مِ لے	گا ک ہی		لش ک ری	شا عِ را	چا د نی	چو ک می
فکرِ اصلاح دنیا میں کھوئے ملے					آلِ پیغمبراں چاندنی چوک میں			
فک ر اص	لا ح دن	یا م کھو	ئے مِ لے		آ لِ پی	غم ب را	چا د نی	چو ک می
بیچ بازر میں گا رہا تھا کوئی					آو نا میری جاں چاندنی چوک میں			
بی چ با	زا ر می	گا ر ہا	تھا کُ ئی		آ وُ نا	می رِ جا	چا د نی	چو ک می
دولتِ جسم و جاں کا بھروسہ نہیں					کچھ خریدو میاں چاندنی چوک میں			
دو ل تے	جس مُ جا	کا بھ رو	سہ ن ہی		کچھ خ ری	دو مِ یا	چا د نی	چو ک می

غزل۴۷۔ بحر ہزج مثمن سالم: مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن

مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن		مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن
نہ جانے کتنے تارے تھر تھرا کے ٹوٹ جاتے ہیں					کبھی جو سرمگیں آنکھوں میں آنسو جھلملاتے ہیں			
نَ جانے کت	نَ تارے تھر	تھ رَا کے ٹو	ٹ جاتے ہی		کَ بھی جو سُر	م گی آ کھو	م آ سو جھل	مِ لا تے ہی
یہ سنّاٹا کہ اپنی سانس کی آہٹ نہیں ملتی					یہ اندھیرا کہ یادوں کے دیے بھی بجھتے جاتے ہیں			

يِ سن نا ٹا	کِ اپ نی سا	سِ کی آ ہٹ	ن ہی مل تی		يِ ان دھ را	کِ یا دو کے	دِ یے بھی بجھ	تِ جا تے ہی
جھکی پلکیں، گھنے گیسو، حسیں دامن، سبک آنچل					جہاں کی تپتی راہوں میں یہ سائے یاد آتے ہیں			
جھ ُکی پل کی	گھ نے گی سو	ح سی دا من	سُ بک آ چل		جَ ہا کی تپ	تِ را ہو می	يِ سا ئے یا	دِ آ تے ہی
ہمیں کیا ہم کو مرنا ہم کو جینا دونوں آتا ہے					ہمیں کیا ہم تو اپنے خون میں اکثر نہاتے ہیں			
ہَ می کا ہم	کُ مر نا ہم	کُ جی نا دو	نُ آ تا ہے		ہَ می کا ہم	تُ اپ نے خو	نِ می اک ثر	نَ ہا تے ہی

غزل۴۸۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف: فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
ہم بکھرتے ہیں تیرگی کی طرح				درد بڑھتا ہے روشنی کی طرح		
ہم بِ کھرتے	ہَ تی ر گی	کِ ط رح		در د بڑھ تا	ہَ رو ش نی	کِ ط رح
ہم خدا بن کے آئیں گے ورنہ				ہم سے مل جاؤ آدمی کی طرح		
ہم خُ دا بن	کِ آ ءِ گے	ور نہ		ہم سِ مل جا	وُ آ د می	کِ ط رح
جب کبھی بادلوں میں گھرتا ہے				چاند لگتا ہے آدمی کی طرح		
جب ک بھی با	د لو م گھر	تا ہی		چا د لگ تا	ہَ آ د می	کِ ط رح
خوبصورت اداس خوفزدہ				وہ بھی ہے بیسویں صدی کی طرح		
خوب صورت	اُ دا س خو	ف ز دہ		وہ بھِ ہی بی	س وی ص دی	کِ ط رح

غزل۴۹۔ بحر ہزج اشتر دوازدہ رکنی (بارہ رکنی): فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن

فا عِ لن	م فا عی لن	فا عِ لن	م فا عی لن	فا عِ لن	م فا عی لن
سردیوں کی راتوں میں اپنے اپنے گاؤں میں گرد الاؤ بیٹھے ہیں ہم سے کتنے دیوانے تیرے میرے قصوں میں اپنا غم سناتے ہیں					
سر د یو	کِ را تو می	اپ ن اپ	ن گا وو می	گر د لا	ک بی ٹھے ہی
ہم س کت	ن دی وا نے	تی ر می	ر قص صو می	اپ ن غم	س نا تے ہی
رنگ و نور کی گڑیو، زندگی کی تصویرو، تم نے رنج و غم میں بھی اپنی مسکراہٹ سے ہم سے دل شکستوں کے حوصلے بڑھائے ہیں					
رن گ نو	ر کی گڑ یو	زن د گی	ک تص وی رو	تم ن رن	ج غم می بھی

<table dir="rtl">
<tr><td>اپ ن مس</td><td>ک راہٹ سے</td><td>ہم س دل</td><td>ش کس تو کے</td><td>حو ص لے</td><td>ب ڑھائے ہی</td></tr>
<tr><td colspan="6">چاند دیس کے لوگو، دل تمھارے ہوتا ہے، پیار تم سمجھتے ہو
ہم تو اپنے بچپن سے تم کو چھونے پانے کی حسرتیں چھپاتے ہیں</td></tr>
<tr><td>چا د دی</td><td>س کے لو گو</td><td>دل ت ما</td><td>ر ہو تا ہے</td><td>پا ر تم</td><td>س مجھ تے ہو</td></tr>
<tr><td>ہم ت اپ</td><td>ن بچ پن سے</td><td>تم ک چھو</td><td>ن پا نے کی</td><td>حس ر تی</td><td>چھ پا تے ہی</td></tr>
<tr><td colspan="6">زندگی تری فکریں کھلتے ہی گلابوں کا رس نچوڑ لیتی ہیں
پھول جیسی عمروں کے سوچتے ہوئے بچے بوڑھے ہوتے جاتے ہیں</td></tr>
<tr><td>زن د گی</td><td>ت ری فک ری</td><td>کھل ت ہی</td><td>گ لا بو کا</td><td>رس ن چو</td><td>ڑ لی تی ہی</td></tr>
<tr><td>پھو ل جی</td><td>س عم رو کے</td><td>سو چ تے</td><td>ہ وے بچ چے</td><td>بو ڑ ہو</td><td>ت جا تے ہی</td></tr>
</table>

غزل۵۰۔ بحر ہزج اشتر دوازدہ رکنی (بارہ رکنی): فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن

<table dir="rtl">
<tr><td>فا عِ لن</td><td>م فا عی لن</td><td>فا عِ لن</td><td>م فا عی لن</td><td>فا عِ لن</td><td>م فا عی لن</td></tr>
<tr><td colspan="6">بزم آزمائش ہے لوگ اپنے شعروں میں تارے توڑ لاتے ہیں
بدر اچھا موقع ہے دل کی بات کہہ جاؤ وہ بھی سنتے آتے ہیں</td></tr>
<tr><td>بز م آ</td><td>ز مائش ہے</td><td>لو گ اپ</td><td>ن شع رو می</td><td>تا ر تو</td><td>ڑ لا تے ہی</td></tr>
<tr><td>بد ر اچھ</td><td>چھ مو قع ہے</td><td>دل کِ با</td><td>ت کہہ جا وو</td><td>وہ بھ سن</td><td>تِ آ تے ہی</td></tr>
<tr><td colspan="6">پتھروں پہ سر رکھ کر رات روتے ہو کیا خبر نہیں تم کو
یہ بھی سب سمجھتے ہیں ساتھ ساتھ روتے ہیں اپنا جی دکھاتے ہیں</td></tr>
<tr><td>پتھ تھ رو</td><td>پ سر رکھ کر</td><td>را ت را</td><td>ت رو تے ہو</td><td>کا خ بر</td><td>ن ہی تم کو</td></tr>
<tr><td>یہ بھ سب</td><td>س مجھ تے ہی</td><td>سا تھ سا</td><td>تھ رو تے ہی</td><td>اپ ن جی</td><td>دُ کھا تے ہی</td></tr>
<tr><td colspan="6">ہم نے اپنے شعروں میں اپنا دل اتارا ہے دل میں جو بھی کوئی ہو
وہ ہمارے شعروں کو اپنا عکس کہتے ہیں دیکھ کر لجاتے ہیں</td></tr>
<tr><td>ہم ن اپ</td><td>ن شع رو می</td><td>اپ ن دل</td><td>اُ تا را ہے</td><td>دل م جو</td><td>بھِ کو ئی ہو</td></tr>
</table>

وہ ہ ما	ر شع رو کو	اپ ن عک	س کہ تے ہی	دی کھ کر	ل جا تے ہی
رقصِ نور و نغمہ ہو، بارشِ کرم ہو گی آج جشنِ عشرت ہے پتھروں کے سودا گر پتھروں کے بھاؤ میں دل خرید لاتے ہیں					
رق ص نو	رُ نغ مہ ہو	با ر شے	ک رم ہو گی	آ ج جش	نِ عش رت ہے
پتھ تھ رو	کِ سو دا گر	پتھ تھ رو	ک بھا وو می	دل خ ری	د لا تے ہی

غزل۵۱۔ بحرِ خفیف مسدس مخبون محذوف: فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
نکل آئے ادھر جناب کہاں				رات کے وقت آفتاب کہاں		
نِ کَ لائے	ا دھر جِ نا	ب ک ہا		رات کے وق	ت آ ف تا	ب ک ہا
میری آنکھیں کسی کے آنسو ہیں				ورنہ ان پتھروں میں آب کہاں		
می رِ آ کھی	کِ سی کِ آ	سو ہی		ور نَ ان پتھ	تھ رو م آ	ب ک ہا
سب کھلے ہیں کسی کے عارض پر				اس برس باغ میں گلاب کہاں		
سب کھ لے ہی	کِ سی کِ عا	رض پر		اس ب رس با	غ می گُ لا	ب ک ہا
میرے ہونٹوں پہ تیری خوشبو ہے				چھو سکے گی انھیں شراب کہاں		
می ر ہو ٹو	پ تی رِ خش	بو ہے		چھو س کے گی	اِ نھی ش را	ب ک ہا

غزل۵۲۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
نظر سے گفتگو خاموش لب تمھاری طرح					غزل نے سیکھے ہیں انداز سب تمھاری طرح			
نَ ظر س گف	ت گُ خا مو	ش لب ت ما	رِ ط رح		غ زل ن سی	کھ ہَ ان دا	ز سب ت ما	رِ ط رح
جو پیاس تیز ہو تو ریت بھی ہے چادرِ آب					دکھائی دور سے دیتے ہیں سب تمھاری طرح			
جُ پا س تی	زِ ہُ تو ری	ت بھی ہُ چا	دَ رِ آ ب		دِ کھا ءِ دو	رِ سِ دی تے	ہ سب ت ما	رِ ط رح
بلا رہا ہے زمانہ مگر ترستا ہوں					کوئی پکارے مجھے بے سبب تمھاری طرح			
بُ لا ر ہا	ہَ ز ما نہ	م گر ت رس	تا ہو		کُ ئی پُ کا	رِ مُ جھے بے	س بب تُ ما	رِ ط رح
ہوا کی طرح میں بے تاب ہوں کہ شاخِ گلاب					لہکتی ہے مری آہٹ پہ اب تمھاری طرح			

ہَ وا کِ طر	ح مِ بے تا	ب ہو کِ شا	خ گ لا ب		ل ہک تِ ہے	مِ رِ آ ہٹ	پ اب ت ما	رِ ط رح
سناتے ہیں مجھے خوابوں کی داستاں اکثر					کہانیوں کے پراسرار لب تمھاری طرح			
سُ نا ت ہی	مُ جھِ خا بو	کِ دا س تا	اک ثر		ک ہا ن یو	ک پُ رس را	ر لب ت ما	رِ ط رح

غزل ۵۳۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلاتُ

مف عو لُ	فاعِ لا تُ	م فا عی لُ	فاعِ لا تُ		مف عو لُ	فاعِ لا تُ	م فا عی لُ	فاعِ لا تُ
سادہ ورق پہ ابھرے گا شاید قلم کا چاند					شہر غزل کی رات ہے بادِ صنم کا چاند			
سا دا و	رق پ ابھ ر	گ شا ید ق	لم ک چا د		شہ رے غ	زل کِ رات	ہَ با دے ص	نم کَ چا د
دل کی رہِ حیات میں یہ شوخ تمکنت					لہرا رہا ہے تیز ہوا میں الم کا چاند			
دل کی رَ	ہے ح یات	مِ یہ شو خ	تم کِ نت		لہ را ر	ہا ہ تی ز	ہ وا می ا	لم کَ چا د
اس بار تجربوں کی ردائیں نظر میں ہیں					روشن بہت زیادہ تھا پچھلے جنم کا چاند			
اس با ر	تج رِ بو کِ	رِ دا ئی نَ	ظر م ہی		رو شن ب	ہت ز یا دَ	تھ َپچھ لے ج	نم کَ چا د
آنکھیں نہ کھول دینا اماوس کی رات ہے					ہاتھوں میں لے کے جھوما کرو جامِ جم کا چاند			
آ کھی نَ	کھول دی نَ	اَ ما وس کِ	را ت ہے		ہا تھُ م	لے ک جھومَ	کَ رو جا م	جم کَ چا د

غزل ۵۴۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فعْلن

فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
دل شکستہ کوئی ہم جیسا یہاں دفن ہے کیا					دیر تک رات کو رونے کی صدا آتی ہے			
دل شِ کس تا	کُ ءِ ہم جی	سَ یَ ہا دف	نِ ہَ کا		دی ر تک را	ت کُ رونے	کِ ص دا آ	تی ہے
جیسے چشمے پہ نہاتی ہوئی شہزادیِ خواب					چاندنی رات جب اشکوں میں نہا جاتی ہے			
جی سِ چش ے	پَ نَ ہا تی	ہُ ءِ شہ زا	دِ یِ خا ب		چا د نی را	ت ج بش کو	سِ ن ہا جا	تی ہے
کسی دستک نے بہت چپکے سے سر گوشی کی					چاند سے چاندنی نزدیک ہوئی جاتی ہے			
کِ سِ دس تک	نِ ب ہت چپ	کِ سِ سر گو	شی کی		چا د سے چا	د نِ نز دی	ک ہُ ئی جا	تی ہے
میری آنکھوں میں اتر آئے ہیں کالے بادل					جاؤ سو جاؤ کہ موسم بڑا جذباتی ہے			
می رِ آ کھو	مِ اُ تر آ	ءِ ہِ کا لے	با دل		جا ؤ سو جا	ؤ کِ مو سم	بَ ڑَ جذ با	تی ہے

خشک پتّوں کو کوئی روند رہا ہے شاید					بال بکھرائے ہوئے بادِ صبا آتی ہے			
خش ک پت تو	کُ کُ ئی رو	د ر ہا ہے	شا ید		با ل بکھ را	ءِ ہُ وے با	دِ ص با آ	تی ہے

غزل ۵۵۔ بحر ہزج مثمن اشتر: فاعِلن مفاعی لن فاعِلن مفاعی لن

فا عِ لن	م فا عی لن	فا عِ لن	م فا عی لن		فا عِ لن	م فا عی لن	فا عِ لن	م فا عی لن
پیار کی نئی دستک دل پہ پھر سنائی دی					چاند سی کوئی صورت خواب میں دکھائی دی			
پا ر کی	ن ئی دس تک	دل پ پھر	سُ نا ئی دی		چا د سی	کُ ئی صورت	خا ب می	دِ کھا ئی دی
ہم غریب لوگوں کے آج بھی وہی دن ہیں					پہلے کیا اسیری تھی آج کیا رہائی ہے			
ہم غ ری	ب لو گو کے	آ ج بھی	و ہی دن ہی		پہ ل کا	اسی ری تھی	آ ج کا	ر ہا ئی ہی
آسماں زمیں رکھ کر دونوں ایک مٹھی میں					اک ذرا سی لڑکی نے پیار کی خدائی کی			
آ س ما	زمی رکھ کر	دو نُ ای	ک مٹھ ٹھی می		اک ذ را	سِ لڑ کی نے	پا ر کی	خُ دا ئی کی
یہ تنک مزاجی تو خیر اس کی فطرت ہے					ورنہ اس نے چاہت بھی ہم کو انتہائی دی			
یہ ت نک	مِ زا جی تو	خی ر اس	کِ فطرت ہے		ور نَ اس	نِ چاہت بھی	ہم کُ ان	ت ہا ئی دی
یہ تناؤ قدرت نے دو دلوں میں کیوں رکھا					مجھ کو کج کلاہی دی اس کو کج ادائی دی			
یہ ت نا	وِ قدرت نے	دو دِ لو	مِ کو رکھ کھا		مجھ کُ کج	کُ لا ہی دی	اس کُ کج	اَ دا ئی دی

غزل ۵۶۔ بحر متقارب اثرم مقبوض محذوف مضاعف:

فِعْلُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُن

فعْ لن	فع ل	فع لن	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن
پچھلی رات کی نرم چاندنی شبنم کی خنکی سے رچا ہے							
پچھ لی	را ت	کی نر	م چا نی	شب نم	کی خن	کی س	ر چا ہے
فعْ لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع ل	ف عو لن	فعْ ل	ف عو لن
یوں کہنے کو اس کا تبسم برق صفت ہے شعلہ نما ہے							
یو کہ	نے کو	اس ک	ت بس سم	بر ق	ن ما ہے	شع ل	ن ما ہے
فعْ لن	فع ل	فع لن	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فع لن	فع لن فع
اس معصوم سے پیار کا تحفہ گھر کے آنگن میں پایا ہے							
اس مع	صو م	سے پا	ر کا تح	فہ گھر	کے آ	گن می	پا یا ہے

فعْ لن	فعْ لن	فع لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن
یارو سونا چاندی بو کر سونا چاندی کاٹو جاؤ							
یا رو	سو نا	چا دی	بو کر	سو نا	چا دی	کا ٹو	جا وو
فعْ لن	فعْ لن	فع لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ ل	ف عو لن
ہم نے آنسو کی کھیتی کی نین نگر آباد کیا ہے							
ہم نے	آ سو	کی کھی	تی کی	نی ن	ن گر آ	با د	ک یا ہے

غزل۵۷۔ بحر ہزج اشتر دوازدہ رکنی (بارہ رکنی): فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن

فا عِ لن	م فا عی لن	فا عِ لن	م فا عی لن	فا عِ لن	م فا عی لن
سردیوں کی راتوں میں اپنے اپنے گاؤں میں گرد الاؤ بیٹھے ہیں ہم سے کتنے دیوانے تیرے میرے قصوں میں اپنا غم سناتے ہیں					
سر د یو	کِ را تو می	اپ ن اپ	ن گا وو می	گر د لا	ک بی ٹھے ہی
ہم س کت	ن دی وا نے	تی ر می	رقص صو می	اپ ن غم	س نا تے ہی
رنگ و نور کی گڑیو، زندگی کی تصویرو، تم نے رنج و غم میں بھی اپنی مسکراہٹ سے ہم سے دل شکستوں کے حوصلے بڑھائے ہیں					
رن گ نو	ر کی گڑ یو	زن د گی	ک تص وی رو	تم ن رن	ج غم می بھی
اپ ن مس	ک راہٹ سے	ہم س دل	ش کس تو کے	حو ص لے	ب ڑھائے ہی
چاند دیس کے لوگو، دل تمھارے ہوتا ہے، پیار تم سمجھتے ہو ہم تو اپنے بچپن سے تم کو چھونے پانے کی حسرتیں چھپاتے ہیں					
چا د دی	س کے لو گو	دل ت ما	ر ہو تا ہے	پا ر تم	س مجھ تے ہو
ہم ت اپ	ن بچ پن سے	تم ک چھو	ن پا نے کی	حس ر تی	چھ پا تے ہی
زندگی تری فکریں کھلتے ہی گلابوں کا رس نچوڑ لیتی ہیں پھول جیسی عمروں کے سوچتے ہوئے بچے بوڑھے ہوتے جاتے ہیں					
زن د گی	ت ری فک ری	کھل ت ہی	گ لا بو کا	رس ن چو	ڑ لی تی ہی

پھو ل جی	س عم رو کے	سو چ تے	ہ وے بچ چے	بو ڑ ہو	ت جا تے ہی

غزل۵۸۔بحرِ ہزج مثمن اخرب: مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن

مف عو لُ	م فا عی لن	مف عو لُ	م فا عی لن		مف عو لُ	م فا عی لن	مف عو لُ	م فا عی لن
شاید مرے آنسو سے اس کا کوئی رشتہ ہو					تپتے ہوئے صحرا میں جو پھول اکیلا ہے			
شا ید م	ر آ سو سے	اس کا کُ	ءِ رش تا ہو		تپ تے ہُ	وِ ص حرا می	جو پھو ل	اَ کی لا ہے
سنّاٹے کی شاخوں پر کچھ زخمی پرندے ہیں					خاموشی بذاتِ خود آواز کا صحرا ہے			
سن نا ٹِ	کِ شا خو پر	کچھ زخ مِ	پ رن دے ہی		خا مو شِ	ب ذا تی خد	آ وا ز	کَ صح را ہے
ہوسکتا ہے کل سورج سوتا ہی مجھے پائے					اک سانپ مرے دل میں سمٹا ہوا بیٹھا ہے			
ہو سک ت	ہَ کل سو رج	سو تا ہِ	مُ جھے پا ئے		اک سا پ	مِ رے دل می	سم ٹا ہُ	وَ بی ٹھا ہے
کب جانے ہوا اس کو بکھرا دے فضاؤں میں					خاموش درختوں میں سہا ہوا نغمہ ہے			
کب جا نِ	ہُ وا اس کو	بکھ را دِ	ف ضا وو می		خا مو شِ	د رخ تو می	سہ ما ہُ	وَ نغ مہ ہے
جیسے ورقِ گل پر انگارہ کوئی رکھ دے					یوں دستِ حنائی پر آنسو ابھی ٹپکا ہے			
جی سے و	رَ قے گل پر	آ سو اَ	بھِ ٹپ کا ہے		یو دس تِ	حِ نا ئی پر	آ سو اَ	بھِ ٹپ کا ہے

غزل۵۹۔بحرِ متقارب مثمن اثرم مقبوض مضاعف:

فِعْلُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعَلُ

فعْ لن	فعْ ل	ف عو ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ
اپنا چاند میں ڈھونڈ رہا ہوں تیرے چاند ستاروں میں							
اپ نا	چا د	مَ ڈھو ڈ	ر ہا ہو	تی رے	چا د	س تا رو	می
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
شاید سچا موتی بھی ہو شیشے کے ان پاروں میں							
شا ید	سچ چا	مو تی	بھی ہو	شی شے	کے ان	پا رو	می
فعْ ل	ف عو لن	فع ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
شاخ پہ جتنے پھول ہیں اکثر پیغمبر سے لگتے ہیں							
شا خ	پ جت نے	پھو ل	ہَ اک ثر	پی غم	بر سے	لگ تے	ہی
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ

لیکن میں تو اس کی مانوں جو ہنس دے انگاروں میں							
لی کن	می تو	اس کی	ما نو	جو ہس	دے ان	گا رو	می
فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ
لفظ سیاہی کا پردہ ہیں غور سے دیکھو پس منظر							
لف ظ	س یا ہی	کا پر	دا ہی	غو ر	س دی کھو	پس من	ظر
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
پھول سے چہرے چھپے ہوئے ہیں کاغذ کے انباروں میں							
پھو ل	س چہ رے	چھپ پ	ہُ ئے ہی	کا غذ	کے ان	با رو	می

غـزل۶۰۔ بحـرِ مضـارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
وہ پھول تیرے ہونٹوں کے چھونے سے جو کھلا					وہ پھول اور جون کی آتش بھری ہوا			
وہ پھو ل	تی رِ ہو ٹ	کِ چھونے س	جو کھ لا		وہ پھو ل	او ر جو ن	کِ آتش بھ	ری ہ وا
نیزوں نے مجھ کو جیسے زمیں سے اٹھا لیا					میں تیرے نرم سینے سے جس دم جدا ہوا			
نی زو نِ	مجھ کُ جی سِ	ز می سے اُ	ٹھا لِ یا		می تی رِ	نر مِ سی نِ	سِ جس دم جُ	دا ہُ وا
جیسے کہ سارے شہر کی بجلی چلی گئی					آنکھیں کھلی کھلی تھیں مگر سوجھتا نہ تھا			
جی سے کِ	سا رِ شہ ر	کِ بج لی چَ	لی گ ئی		آ کھی کھُ	لی کھُ لی تھِ	م گر سو جھ	تا ن تھا
تصویر میری پردۂ تخلیق بن گئی					چڑیا نے اس کی آڑ میں اک گھر بسا لیا			
تص وی ر	می رِ پر دَ	ءِ تخ لی ق	بن گ ئی		چڑ یا ن	اس کِ آ ڑ	مِ اک گھر بَ	سا لِ یا
باتیں کہ جیسے پانی میں جلتے ہوئے دیے					کمرے میں نرم نرم اجالا سا بھر گیا			
با تی کِ	جی سِ پا نِ	مِ جل تے ہُ	وے دِ یے		کم رے مِ	نر م نر م	اُ جا لا سَ	بھر گ یا

غـزل۶۱۔ بحـرِ مضـارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
سر درد جیسے نیند کے سینے پہ سو گیا					ان پھول جیسے ہاتھوں نے ماتھا جوں ہی چھوا			
سر در د	جی سِ نی د	ک سی نے پ	سو گ یا		ان پھو ل	جی س ہا تھُ	نِ ما تھا جُ	ہی چھُ وا
اک لڑکی ایک لڑکے کے کاندھے پہ سوئی تھی					میں اجلی دھندلی یادوں کے کہرے میں کھو گیا			

اک لڑ کِ	ای ک لڑک	کِ کا دھے پ	سو ءِ تھی		می اج لِ	دھد لِ یا دُ	ک کہ رے مِ	کھو گ یا
سنّاٹے آئے درجوں میں جھانکا چلے گئے					گرمی کی چھٹیاں تھیں وہاں کوئی بھی نہ تھا			
سن نا ٹ	آ ءِ در جُ	مِ جھا کا چ	لے گ ئے		گر می کِ	چھٹ ٹِ یا تِھ	و ہا کو ءِ	بھی نَ تھا
ٹہنی گلاب کی مرے سینے سے لگ گئی					جھٹکے کے ساتھ کار کا رکنا غضب ہوا			
ٹہ نی گُ	لا ب کی م	رِ سی نے سِ	لگ گ ئی		جھٹ کے کِ	سا تھ کا ر	کَ رک نا غ	ضب ہُ وا

غزل ۶۲۔ بحر متقارب مثمن محذوف: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعَل

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عل
نہ جی بھر کے دیکھا نہ کچھ بات کی					بڑی آرزو تھی ملاقات کی			
نَ جی بھر	کِ دی کھا	نَ کچھ با	تِ کی		بَ ڑی آ	ر زو تھی	مُ لا قا	ت کی
اجالوں کی پریاں نہانے لگیں					ندی گنگنائی خیالات کی			
اُ جا لو	کِ پر یا	نَ ہا نے	ل گی		ن دی گن	گُ نا ئی	خَ یا لا	ت کی
میں چپ تھا تو چلتی ہوا رک گئی					زباں سب سمجھتے ہیں جذبات کی			
م چپ تھا	تُ چل تی	ہ وا رک	گ ئی		ز با سب	س مجھ تے	ہِ جذ با	ت کی
مقدر مری چشمِ پرآب کا					برستی ہوئی رات برسات کی			
مُ قد در	م ری چش	م پر آ	ب کا		ب رس تی	ہُ ئی را	ت بر سا	ت کی
کئی سال سے کچھ خبر ہی نہیں					کہاں دن گزارا کہاں رات کی			
ک ئی سا	ل سے کچھ	خ بر ہی	نَ ہی		کَ ہا دن	گُ زا را	کَ ہا را	ت کی

غزل ۶۳۔ بحر ہزج مثمن مقبوض: مفاعِلن مفاعِلن مفاعِلن مفاعِلن

مِ فا عِ لن	مِ فا عِ لن	مِ فا عِ لن	مِ فا عِ لن		مِ فا عِ لن	مِ فا عِ لن	مِ فا عِ لن	مِ فا عِ لن
مری نظر میں خاک تیرے آئینے پہ گرد ہے					یہ چاند کتنا زرد ہے یہ رات کتنی سرد ہے			
م ری ن ظر	م خا ک تی	ر آ ءِ نے	پ گر د ہے		یِ چا د کت	نَ زر د ہے	یِ رات کت	نِ سر د ہے
کبھی کبھی تو یوں لگا کہ ہم سبھی مشین ہیں					تمام شہر میں نہ کوئی زن نہ کوئی مرد ہے			
ک بھی ک بھی	تُ یو ل گا	کِ ہم سَ بھی	مَ شی ن ہی		تَ ما م شہ	ر می نَ کو	ءِ زن نَ کو	ءِ مر د ہے
خدا کی نظموں کی کتاب ساری کائنات ہے					غزل کے شعر کی طرح ہر ایک فرد فرد ہے			
خُ دا کِ نظ	مُ کی کِ تا	ب سا رِ کا	ءِ نا ت ہے		غ زل کِ شع	رِ کی ط رح	ہَ ری کِ فر	د فر د ہے

حیات آج بھی کنیز ہے حضورِ جبر میں					جو زندگی کو جیت لے وہ زندگی کا مرد ہے			
حَ یا ت آ	ج بھی ک نی	ز ہے ح ضو	ر جب ر می		جُ زن دگی	کُ جی ت لے	وُ زن د گی	کَ مر د ہے
اسے تبرکِ حیات کہہ کے پلکوں پہ رکھوں					اگر مجھے یقین ہو یہ راستے کی گرد ہے			
اِ سے ت بر	رُ کے ح یا	ت کہ کِ پل	کُ پہ ر کھو		اگر م جھے	ی قی ن ہو	یِ راس تے	کِ گر د ہے

غزل۶۴۔بحر خفیف مسدس مخبون محذوف:فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
رات سے جی ہے سوگوار بہت				یاد آؤ نہ آج رات بہت		
را ت سے جی	ہ سو گ وا	ر ب ہت		یا د آ وو	نَ آ ج را	ت ب ہت
دل میں ہر وقت ایک ہنگامہ				شہر تنہا ہے شہر یار بہت		
دل م ہر وق	ت ای ک ہن	گا مہ		شہ رِ تن ہا	ہَ شہ ر یا	ر ب ہت
دیکھ لیں مہربانیاں تیری				زندگی بن نہ غم گسار بہت		
دی کھ لی مہ	ر با ن یا	تی ری		زن د گی بن	نَ غم گ سا	ر ب ہت
کیا کوئی یار آنے والا ہے				وقت پوچھو ہو آج یار بہت		
کا کُ ئی یا	ر آ ن وا	لا ہے		وق ت پو چھو	ہُ آ ج یا	ر ب ہت
رات کہتی ہے بدرؔ سو جاؤ				ہو چکا اس کا انتظار بہت		
را ت کہ تی	ہَ بد ر سو	جا وو		ہو چ کا اس	کَ ان ت ظا	ر ب ہت

غزل۶۵۔بحر ہزج مسدس محذوف:مفاعی لن مفاعی لن فعُولن

مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	فَ عو لن		مَ فا عی لن	مَ فا عی لن	فَ عو لن
قدم سے آگے آگے چل رہی ہے				مسافر کو گلی پہچانتی ہے		
ق دم سے آ	گ آ گے چل	ر ہی ہے		مُ سا فر کو	گ لی پہ چا	نَ تی ہے
نہ جانے کس طرف سے آ رہی ہے				ہواؤں میں بڑی افسردگی ہے		
نَ جا نے کس	ط رف سے آ	ر ہی ہے		ہَ وا وو می	ب ڑی اف سر	د گی ہے
یہ کوئی بات کہنا چاہتے ہیں				ستاروں کے لبوں پہ کپکپی ہے		
یِ کو ئی با	تِ کہ نا چا	ہِ تے ہی		سِ تا رو کے	ل بو پہ کپ	ک پی ہے
ابھی کچھ زندگی کا آسرا ہے				چراغوں میں ابھی کچھ روشنی ہے		

ا بھی کچھ زن	د گی کا آ	س را ہے			چ را غو می	ا بھی کچھ رو	ش نی ہے	
سحر کے قافلے یہ جانتے ہیں					ابھی اک رات کی منزل پڑی ہے			
س حر کے قا	ف لے یہ جا	ن تے ہی			ا بھی اک را	ت کی من زل	پ ڑی ہے	

غزل۶۶۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فاعِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فاعِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
جب تک نگارِ دشت کا سینہ دُکھا نہ تھا					صحرا میں کوئی لالۂ صحرا کھلا نہ تھا			
جب تک نِ	گا رِ دش تِ	کَ سی نا دُ	کھا نَ تھا		صح را مَ	کو ءِ لا لَ	ءِ صح را کھِ	لا نَ تھا
جاگی نہ تھی نسوں میں تمنا کی ناگنیں					اس گندمی شراب کو جب تک چکھا نہ تھا			
جا گی ن	تھی ن سو م	ت من نا کِ	نا گ نی		اس گن دُ	می ش را ب	کُ جب تک چ	کھا ن تھا
ڈھونڈا کرو جہانِ تحیر میں عمر بھر					وہ چلتی پھرتی چھاوں ہے میں نے کہا نہ تھا			
ڈھو ڈا ک	رو ج ہا نِ	ت حی یر م	عم ر بھر		وہ چل تِ	پھر تِ چھا وُ	ہِ می نی کَ	ہا نَ تھا
اک بے وفا کے سامنے آنسو بہاتے ہم					اتنا ہماری آنکھوں کا پانی مرا نہ تھا			
اک بے و	فا ک سا م	نِ آ سو ب	ہا ت ہم		ات نا ہَ	ما رِ آ کھو	کَ پا نی م	را ن تھا
سب لوگ اپنے اپنے خداؤں کو لائے تھے					اک ہم ہی ایسے تھے کہ ہمارا خدا نہ تھا			
سب لو گ	اپ ن اپ ن	خ دا وو کُ	لا ءِ تھے		اک ہم ہِ	ای سِ تھے کِ	ہ ما را خُ	دا ن تھا

غزل۶۷۔ بحرِ متقارب اثرم مقبوض محذوف مضاعف:

فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُولن

فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فعْ لن
موجۂ گل کے پیچھے پڑ کر کیوں دیوانی ہوئی ہے مٹی							
مو ج	ءِ گل کے	پِ چھے	پڑ کر	کو دی	وا نِ	ہُ وی ہے	مٹ ٹی
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن
ٹھوکر کھاکر خود آئے گا جس کی جہاں لکھی ہے مٹی							
ٹھو کر	کھا کر	خد آ	ئے گا	جس کِ	ج ہا لکھ	کھی ہے	مٹ ٹی
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فع ل	ف عو لن	فع ل	ف عل
گلیاں گھپ ہیں میداں چپ ہیں اور وہ دیوانہ بھی نہیں							

گل یا	گھپ ہی	می دا	چپ ہی	او ر	ؤ دی وا	نا بھِ	نَ ہی
فعْ لن	فعْ لن	فع ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن
مٹی کا دل بیٹھ گیا ہے کس کی آج اُٹھی ہے مٹی							
مٹ ٹی	کا دل	بی ٹھ	گ یا ہے	کس کی	آ جٹ	ٹھی ہے	مٹ ٹی

غزل۶۸۔بحر خفیف مسدس مخبون محذوف:فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
میرے بستر پہ سو رہا ہے کوئی				میری آنکھوں میں جاگتا ہے کوئی		
می رِ بس تر	پَ سو ر ہا	ہَ کُ ئی		می رِ آ کھو	مَ جا گ تا	ہَ کُ ئی
ان پہاڑوں میں رہتے ہیں ہمزاد				بول کر دیکھو بولتا ہے کوئی		
ان پ ہا ڑو	مِ رہ تِ ہی	ہم زا د		بو ل کر دی	کھُ بو ل تا	ہَ کُ ئی
میرا شیطان مر گیا شاید				میرے سینے پہ سو رہا ہے کوئی		
می رَ شی طا	ن مر گ یا	شا ید		می رِ سی نے	پ سو ر ہا	ہَ کُ ئی
رنگ یہ بھی بہت پرانا ہے				سوچتا کوئی، بولتا ہے کوئی		
رن گ یہ بھی	ب ہت پ را	نا ہے		سو چ تا کو	ءِ بو ل تا	ہَ کُ ئی
سات پردوں میں چھپ کے دیکھ لیا				کپڑے بدلو تو دیکھتا ہے کوئی		
سا ت پر دو	م چھپ ک دی	کھ لِ یا		کپ ڑ بد لو	ٹُ دی کھ تا	ہَ کُ ئی

غزل۶۹۔بحر متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف:فِعْلُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولن

فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن
کوئی ہاتھ نہیں خالی ہے					بابا یہ نگری کیسی ہے			
کو ئی	ہا تھ	ن ہی خا	لی ہے		با با	یہ نگ	ری کی	سی ہے
فع ل	ف عو لن	فع ل	ف عو لن		فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن
کوئی کسی کا درد نہ جانے					سب کو اپنی اپنی پڑی ہے			
کو ءِ	کِ سی کا	در د	نَ جا نے		سب کو	اپ نی	اپ نِ	پ ڑی ہے
فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن		فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن
جیسے صدیاں بیت چکی ہیں					پھر بھی آدھی رات ابھی ہے			

سی سے	صد یا	بی ت	چ کی ہی		پھر بھی	آ دھی	را ت	ا بھی ہے
فع ل	ف عو لن	فع لن	فع لن		فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن
کیسے کٹے گی تنہا تنہا					اتنی ساری عمر پڑی ہے			
کی سِ	کَ ٹے گی	تن ہا	تن ہا		ات نی	سا ری	عم ر	پ ڑی ہے

غزل ۷۰۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
مری غزل کی طرح اس کی بھی حکومت ہے					تمام ملک میں وہ سب سے خوبصورت ہے			
مَ ری غَ زل	کِ طَ رح اس	کِ بھی حَ کو	مت ہے		تَ ما م مل	ک م وہ سب	سِ خوب صو	رت ہے
کبھی کبھی کوئی انسان ایسا لگتا ہے					پرانے شہر میں جیسے نئ عمارت ہے			
ک بھی ک بھی	کُ ئِ ان سا	ن ای سا لگ	تا ہے		پُ رانِ شہ	ر مِ جی سی	ن ئی ع ما	رت ہے
جمی ہے دیر سے کمروں میں غیبتوں کی نشست					فضا میں گرد ہے، ماحول میں کدورت ہے			
ج می ہ دی	ر سِ کم رو	م غی ب تو	کِ ن شس ت		ف ضا م گر	د ہَ ما حو	ل می ک دو	رت ہے
بہت دنوں سے مرے ساتھ تھی مگر کل شام					مجھے پتہ چلا وہ کتنی خوبصورت ہے			
ب ہت د نو	س م رے سا	تھ تھی م گر	کل شا م		م جھے پ تا	چ ل وہ کت	ن خو ب صو	رت ہے
یہ زائرانِ علی گڑھ کا خاص تحفہ ہے					مری غزل کا تبرک دلوں کی برکت ہے			
یِ زا ءِ را	ن ع لی گڑھ	ک خا ص تح	فہ ہے		م ری غ زل	ک ت بر رک	د لو ک بر	کت ہے

غزل ۷۱۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
ذروں میں کمنماتی ہوئی کائنات ہوں					جو منتظر ہے جسموں کی میں وہ حیات ہوں			
ذر رو م	کم نَ ما تِ	ہُ ئی کا ءِ	نا تِ ہو		جو من تَ	ظر ہَ جس مُ	کِ می وہ حَ	یا تِ ہو
دونوں کو پیاسا مار رہا ہے کوئی یزید					یہ زندگی حسین ہے اور میں یزید ہوں			
دو نو ک	پا س ما ر	ر ہا ہے کُ	ئی ی زی د		یہ زن د	گی ح سی ن	ہ ار می ی	زی د ہو
کیسا فلک ہوں جس پہ سمندر سوار ہے					سورج بھی میرے سر پہ ہے میں کیسی رات ہوں			
کی سا ف	لک ہُ جس پ	س من در س	وا ر ہے		سو رج بھ	می ر سر پ	ہ می کی سِ	را ت ہو
اندھے کنویں میں مار کے جو چھینک آئے تھے					ان بھائیوں سے کہیو ابھی تک حیات ہوں			

ان دھے کُ	وی م ما ر	کِ جو پھی ک	آ ءِ تھے		ان بھا ءِ	یو س کہ یُ	ابھی تک ح	یا تِ ہو
بازار کا نقیب سمجھ کر مجھے نہ چھیڑ					خاموش رہنے دے میں ترے گھر کی بات ہوں			
با زا ر	کا ن قی ب	س مجھ کر م	جھے ن چھی ڑ		خا مو ش	رہ ن دے م	ت رے گھر کِ	یا تِ ہو

غزل۷۲۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
اب ہوئی داستاں رقم بابا				انگلیاں ہوگئیں قلم بابا		
اب ہُ وی دا	سِ تا ر قم	با با		اگ لِ یا ہو	گ ئی ق لم	با با
کاغذی جوئے شیر لائے ہیں				اپنا تیشہ یہی قلم بابا		
کا غ زی جو	ءِ شی ر لا	ئے ہی		اپ ن تی شہ	ی ہی ق لم	با با
چاند اکثر اداس رہتا ہے				اس کو آخر ہے کس کا غم بابا		
چا د اک ثر	ا دا س رہ	تا ہے		اس کُ آ خر	ہ کس کَ غم	با با
عشق نے یہ بھی رتبہ ہم کو دیا				لوگ کہتے ہیں محترم بابا		
عش ق نے یہ	بھِ رت ب ہم	کُ دِ یا		لو گ کہ تے	ہَ مح ت رم	با با
اب تو تنہائیاں بھی پوچھتی ہیں				ہے ترا بھی کوئی صنم بابا		
اب ت تن ہا	ءِ یا بھ پو	چھ ت ہی		ہے ت را بھی	کُ ئی ص نم	با با

غزل۷۳۔ بحر ہزج مثمن اخرب سالم: مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن

مف عو لُ	مَ فا عی لن	مف عو لُ	مَ فا عی لن		مف عو لُ	مَ فا عی لن	مف عو لُ	مَ فا عی لن
تاروں بھری پلکوں کی برسائی ہوئی غزلیں					ہے کون پروئے جو بکھرائی ہوئی غزلیں			
تا رو بھَ	ر پل کو کی	بر سا ءِ	ہُ وی غز لی		ہے کو ن	پَ روئے جو	بِکھ را ءِ	ہُ وی غز لی
وہ لب ہیں کہ دو مصرعے اور دونوں برابر کے					زلفیں کہ دلِ شاعر پہ چھائی ہوئی غزلیں			
وہ لب ہَ	کِ دو مص رے	ار دو نُ	ب را بر کے		زل فی کِ	د لے شا عر	پہ چھا ءِ	ہُ وی غز لی
خود اپنی ہی آہٹ پہ چونکے ہوں ہرن جیسے					یوں راہ میں ملتی ہیں گھبرائی ہوئی غزلیں			
خد اپ نِ	ہِ آ ہٹ پہ	چو کے ہُ	ہِ رن جی سے		یو را ہ	م مل تی ہی	گھب را ءِ	ہُ وی غز لی
ان لفظوں کی چادر کو سرکاو تو دیکھو گے					احساس کے گھونگٹ میں شرمائی ہوئی غزلیں			
ان لف ظ	کِ چا در کو	سر کا وُ	تُ دی کھو گے		اح سا س	ک گھو گٹ می	شر ما ءِ	ہُ وی غز لی

اس جانِ تغزل نے جب بھی کہا کچھ کہیے					میں بھول گیا اکثر یاد آئی ہوئی غزلیں			
اس جا ن	ت غزل نے	جب بھی ک	ہ کچھ کہ یے		می بھو ل	گ یا اک ثر	یا دا ءِ	ہُ وی غز لی

غزل۷۴۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
ہر جنم میں اسی کی چاہت تھے				ہم کسی اور کی امانت تھے		
ہر جَ نم می	اُ سی کِ چا	ہت تھے		ہم کِ سی او	ر کی ا ما	نت تھے
جیسے جنگل میں آگ لگ جائے				ہم کبھی اتنے خوبصورت تھے		
جی س جن گل	مِ آ گ لگ	جا ئے		ہم ک بھی ات	ن خو ب صو	رت تھے
پاس رہ کر بھی دور دور رہے				ہم نئے دور کی محبت تھے		
پا س رہ کر	بھِ دو ر دو	ر ر ہے		ہم ن ئے دو	ر کی م حب	بت تھے
اس خوشی میں مجھے خیال آیا				غم کے دن کتنے خوبصورت تھے		
اس خُ شی می	مُ جھے خ یا	لا یا		غم ک دن کت	ن خو ب صو	رت تھے
دن میں ان جگنوؤں سے کیا لینا				یہ دیے رات کی ضرورت تھے		
دن م ان جگ	ن وو س کا	لی نا		یہ د یے را	ت کی ض رو	رت تھے

غزل۷۵۔ بحر متقارب مثمن اثرم مقبوض مضاعف:

فعِلُ فعُولُ فعُولُ فعُولُ فعُولُ فعُولُ فعُولُ فعَل

فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
ریت بھری ہے ان آنکھوں میں آنسو سے تم دھو لینا							
ری ت	بھ ری ہے	ان آ	کھو می	آ سو	سے تم	دھو لی	نا
فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ
کوئی سوکھا پیڑ ملے تو اس سے لپٹ کے رو لینا							
کو ئی	سو کھا	پِ ڑ	م لے تو	اس سِ	لِ پٹ کر	رو لی	نا
فعْ لن	فعْ ل	ف عو ل	ف عو لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ
کچھ تو ریت کی پیاس بجھاؤ جنم جنم کی پیاسی ہے							
کچھ تو	ری ت	ک پا س	ب جھا وو	جن م	ج نم کی	پا سی	ہے

فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع
ساحل پر چلنے سے پہلے اپنے پاؤں بگھو لینا							
سا حل	پر چل	نے سے	پہ لے	اپ نے	پا	ؤ بِ گھو لی	نا
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
میں نے دریا سے سیکھی ہے پانی کی پردہ داری							
می نے	در یا	سے سی	کھی ہے	پا نی	کی پر	دا دا	ری
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
اوپر اوپر ہنستے رہنا گہرائی میں رو لینا							
او پر	او پر	ہس تے	رہ نا	گہ را	ئی می	رو لی	نا

غزل۷۶۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
لہروں میں ڈوبتے رہے دریا نہیں ملا					اس سے بچھڑ کے پھر کوئی ویسا نہیں ملا			
لہ رو مَ	ڈو ب تے ر	ہَ در یا نَ	ہی مِ لا		اس سے بِ	چھڑ کِ پھر کُ	ء وی سا نَ	ہی مِ لا
وہ بھی بہت اکیلا ہے شاید میری طرح					اس کو بھی کوئی چاہنے والا نہیں ملا			
وہ بھی ب	ہت ا کی ل	ہَ شا ید م	ری ط رح		اس کو بھِ	کو ءِ چا ہ	ن وا لا ن	ہی مِ لا
ساحل پہ کتنے لوگ مرے ساتھ تھے					طوفاں کی زد میں آیا تو تنکا نہیں ملا			
سا حل پ	کت نِ لوگ	م رے ساتھ	سا تھ تھے		طو فا کِ	زد م آ یَ	تُ تن کا نَ	ہی مِ لا
دو چار دن تو کتنے سکوں سے گزر گئے					سب خیریت رہی کوئی اپنا نہیں ملا			
دو چا ر	دن تُ کت نِ	س کو سے گُ	زر گ یے		سب خی ر	یت ر ہی کُ	ءِ اپ نا ن	ہی ر ہا

غزل۷۷۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فعِلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فع لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فع لن
پھول برسے کہیں شبنم کہیں گوہر برسے					اور اس دل کی طرف برسے تو پتھر برسے			
پھو ل بر سے	کَ ہِ شب نم	کَ ہِ گو ہر	بر سے		او ر اس دل	کِ ط رف بر	سِ تُ پتھ تھر	بر سے
بارشیں چھت پہ کھلی جگہوں پہ ہوتی ہیں مگر					غم وہ ساون ہے جو ان کمروں کے اندر برسے			
با ر شی چھت	پِ کھ لی جگ	ہُ پ ہو تی	ہِ م گر		غم وُ سا ون	ہَ جُ ان کم	رُ کِ ان در	بر سے

کون کہتا ہے کہ رنگوں کے فرشتے اتریں					کچھ بھی برسے مگر اس بار تو گھر گھر برسے			
کو ن کہ تا	ہَ کِ رن گو	کِ فَ رش تے	ات ری		کچھ بھِ برسے	م گ رس با	رِ ٹ گھر گھر	بر سے
ہم سے مجبور کا غصہ بھی عجب بادل ہے					اپنے ہی دل سے اٹھے اپنے ہی دل پر برسے			
ہم س مج بو	رِ کَ غص صہ	بھِ عَ جب با	دل ہے		اپ ن ہی دل	سِ اُ ٹھے اپ	نِ ہِ دل پر	بر سے

غزل۷۸۔ بحر رمل مثمن مشکول مسکّن: مفعول فاعِلاتن مفعول فاعِلاتن

مف عو ل	فا عِ لا تن	مف عو ل	فا عِ لا تن		مف عو ل	فا عِ لا تن	مف عو ل	فا عِ لا تن
سرکش پہاڑیوں میں جھرنوں کا بانکپن ہے					کتنا عظیم فانی انسان کا بدن ہے			
سر کش پ	ہا ڑ یو می	جھر نو ک	با ک پن ہے		کت نا ع	ظی م فا نی	ان سا ن	کا ب دن ہے
خوابوں میں ان گلابی ہونٹوں پہ مسکراہٹ					مہتاب سو رہا ہے بیدار اک کرن ہے			
خا بو م	ان گ لا بی	ہو ٹو پ	مس کُ راہٹ		مہ تا ب	سو ر ہا ہے	بی دا ر	اک کِ رن ہے
اس برگِ گل پہ لفظوں کے موتی تھر تھرائے					شبنم ہوا کے رخ پر یا بولتا چمن ہے			
اس بر گ	گل پ لف ظو	کے مو تِ	تھر تھ رائے		شب نم ہَ	وا کِ رخ پر	یا بو ل	تا چ من ہے
ساحل کی شام کتنی گھمبیر ہے کہ دریا					رک رک کے بہہ رہا ہے آواز میں تھکن ہے			
سا حل کِ	شا م کت نی	گھم بی ر	ہے کِ در یا		رک رک ک	بہہ ر ہا ہے	آ وا ز	می تھ کن ہے
شہر نگار میری خاطر اداس مت ہو					آبِ رواں بھی بے گھر خوشبو بھی بے وطن ہے			
شہ رے نِ	گا ر می ری	خا طر اُ	دا س مت ہو		آ بے ر	وا بھِ بے گھر	خش بو بھ	بے وطن ہے

غزل۷۹۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف: فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
بے تہاشا سی لا ابالی ہنسی				چھن گئی ہم سے وہ جیالی ہنسی		
بے تِ ہا شا	سِ لا اُ با	لِ ہَ سی		چھن گَ ئی ہم	سِ وہ جِ یا	لِ ہَ سی
کون بے درد چھین لیتا ہے				میرے پھولوں کی بھولی بھالی ہنسی		
کو ن بے در	د چھی ن لی	تا ہے		می ر پھو لو	کِ بھو لِ بھا	لِ ہَ سی
وہ نہیں تھا وہاں تو کون تھا پھر				سبز پتوں میں کیسے لالی ہنسی		
وہ ن ہی تھا	و ہا ت کو	ن تھ پھر		سب ز پت تو	م کی س لا	لِ ہَ سی
دھوپ میں کھیت گنگنانے لگے				جب کوئی گاؤں کی جیالی ہنسی		

دھو پ می کھی	ت گن گ نا	نِ لَ گی		جب کُ ئی گا	ؤ کی جِ یا	لِ ہَ سی
میں کہیں جاؤں ہے تعاقب میں				اس کی وہ جان لینے والی ہنسی		
می ک ہی جا	ؤ ہے ت عا	قب می		اس کِ وہ جا	ن لی ن وا	لِ ہَ سی

غزل۸۰۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
رات اک خواب ہم نے دیکھا ہے				پھول کی پنکھڑی کو چوما ہے		
را ت اک خا	ب ہم نِ دی	کھا ہے		پھو ل کی پکھ	کھ ڑی کُ چو	ما ہے
دل کی بستی پرانی دلی ہے				جو بھی گذرا ہے اس نے لوٹا ہے		
دل کِ بس تی	پُ را نِ دل	لی ہے		جو بھِ گذ را	ہِ اس نِ لو	ٹا ہے
ہم تو کچھ دیر ہنس بھی لیتے ہیں				دل ہمیشہ اداس رہتا ہے		
ہم تُ کچھ دی	ر ہس بھِ لی	تے ہی		دل ہ می شہ	اُ دا س رہ	تا ہے
اب بجز تیری یاد کے اے دوست				اس خرابے میں کون آتا ہے		
اب ب جز تی	رِ یا د کے	اے دو		اس خ را بے	م کو ن آ	تا ہے
تم اگر مل بھی جاؤ تو بھی ہمیں				حشر تک انتظار کرنا ہے		
تم ا گر مل	بھِ جا ؤ تو	بھِ ہ می		حش ر تک ان	ت ظا ر کر	نا ہے

غزل۸۱۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
آج دریا چڑھا چڑھا سا ہے				کوئی ہم سے خفا خفا سا ہے		
آ ج در یا	چ ڑھا چ ڑھا	سا ہے		کو ءِ ہم سے	خ فا خ فا	سا ہے
جسم جیسے بھرا بھرا ساغر				گفتگو میں نشہ نشہ سا ہے		
جس م جی سے	بھ را بھ را	سا غر		گف ت گو می	ن شہ ن شہ	سا ہے
شہر یادوں کا اک بسایا تھا				اب نشاں بھی مٹا مٹا سا ہے		
شہ ر یا دو	کَ اک ب سا	یا ہے		اب ن شا بھی	م ٹا م ٹا	سا ہے
دل سے اک روشنی جہاں میں تھی				یہ دیا بھی بجھا بجھا سا ہے		
دل س اک رو	ش نی ج ہا	می تھی		یہ د یا بھی	ب جھا ب جھا	سا ہے

کس کو فرصت کہ اک نظر دیکھے				بدرِ تنہا بجھا بجھا سا ہے		
کس کُ فرصت	کِ اک ن ظر	دی کھے		بد ر تن ہا	بُ جھا بُ جھا	سا ہے

غزل۸۲۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعُ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعُ لن
اگر تلاش کروں کوئی مل ہی جائے گا					مگر تمھاری طرح مجھ کو کون چاہے گا			
اَ گر ت لا	ش ک رو کو	ء مل ہِ جا	ئے گا		م گر تُ ما	ر ط رح مجھ	کُ کو ن چا	ہے گا
تمھیں ضرور کوئی چاہتوں سے دیکھے گا					مگر وہ آنکھیں ہماری کہاں سے لائے گا			
ت می ض رو	ر کُ ئی چا	ہ تو س دی	کھے گا		م گر وُ آ	کھ ہَ ما ری	ک ہا س لا	ئے گا
نہ جانے کب تیرے دل پر نئی سی دستک ہو					مکان خالی ہوا ہے تو کوئی آئے گا			
ن جا ن کب	تِ رِ دل پر	ن ئی سِ دس	تک ہو		م کا ن خا	لِ ہُ وا ہے	تُ کو ءِ آ	ئے گا
میں اپنی راہ میں دیوار بن کے بیٹھا ہوں					اگر وہ آیا تو کس راستے سے آئے گا			
م اپ نِ را	ہِ مِ دی وا	ر بن ک بی	ٹھا ہو		ا گر وُ آ	یَ تُ کس را	س تے س آ	ئے گا
تمھارے ساتھ یہ موسم فرشتوں جیسا ہے					تمھارے بعد یہ موسم بہت ستائے گا			
تُ ما رِ سا	تھ یِ مو سم	ف رش تُ جی	سا ہے		تُ ما ر بع	د یِ مو سم	ب ہت س تا	ئے گا

غزل۸۳۔ بحرِ متدارک مثمن سالم مضاعف:

فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
خواہشیں جیسے افریقہ کی بیٹیاں جنگِ آزادی میں سر سے باندھے کفن حلقۂ نور میں آگے بڑھتے ہوئے دھوپ کو چھیڑتے آبنوسی بدن							
خا ہِ شی	جی سِ اف	ری قَ کی	بی ٹ یا	جن گ آ	زا دِ می	سر سِ با	دے ک فن
حل ق ئے	نو ر می	آ گِ بڑھ	تے ہُ وے	دھو پ کو	چھی ڑ تے	آ ب نو	سی ب دن
ان ہواؤں سے موسم بدلنے لگا دھوپ میں پیار کی نرم چمکار ہے پھر کبوتر کے جوڑوں کے دل میں چھپی تنکے چن چن کے لانے کی فطری چبھن							
ان ہ وا	وو س مو	سم ب دل	نے ل گا	دھو پ می	پا ر کی	نر م چم	کا ر ہے

<table dir="rtl">
<tr><td>پھر ک بو</td><td>تر ک جو</td><td>ڑو ک دل</td><td>می چ بھی</td><td>تن ک چن</td><td>چن ک لا</td><td>نے کِ فط</td><td>ری چ بھن</td></tr>
<tr><td colspan="8">اونچے گرجے گھروں میں گھرے نوجواں راہبوں کے دلوں میں دبی خواہشیں
جیسے بیروت کی ساحلی ریت پر دھوپ کھاتی ہوئی لڑکیوں کے بدن</td></tr>
<tr><td>او چ گر</td><td>جے گھ رو</td><td>می گھ رے</td><td>نو ج وا</td><td>را ہ بو</td><td>کے د لو</td><td>می د بی</td><td>خا ہ شی</td></tr>
<tr><td>جی س بی</td><td>رو ت کی</td><td>سا ح لی</td><td>ری ت پر</td><td>دھو پ کھا</td><td>تی ہ وی</td><td>لڑ ک یو</td><td>کے ب دن</td></tr>
</table>

غـزل۸۴۔بحـر کامـل مثمن سـالم:متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

<table dir="rtl">
<tr><td>مُ تَ فا عِ لن</td><td>مُ تَ فا عِ لن</td><td>مُ تَ فا عِ لن</td><td>مُ تَ فا عِ لن</td></tr>
<tr><td colspan="4">کہیں چاند راہوں میں کھو گیا کہیں چاندنی بھی بھٹک گئی
میں چراغ وہ بھی بجھا ہوا مری رات کیسے چمک گئی</td></tr>
<tr><td>کَ ہِ چا د را</td><td>ہُ م کھو گ یا</td><td>ک ہ چا د نی</td><td>بھِ بھ ٹک گ ئی</td></tr>
<tr><td>م چ را غ وہ</td><td>بھ بھُ جا ہ وا</td><td>م ر را ت کی</td><td>س چ مک گ ئی</td></tr>
<tr><td colspan="4">مری داستاں کا عروج تھا تری نرم پلکوں کی چھاؤں میں
مرے ساتھ تھا تجھے جاگنا تری آنکھ کیسے جھپک گئی</td></tr>
<tr><td>م رِ دا سِ تا</td><td>کَ عَ رو ج تھا</td><td>تِ رِ نر م پل</td><td>کُ کِ چھا ؤ می</td></tr>
<tr><td>م رِ سا تھ تھا</td><td>تُ جھِ جا گ نا</td><td>تِ رِ آ کھ کی</td><td>سِ جھ پک گ ئی</td></tr>
<tr><td colspan="4">بھلا ہم ملے بھی تو کیا ملے وہی دوریاں وہی فاصلے
نہ کبھی ہمارے قدم بڑھے نہ کبھی تمھاری جھجک گئی</td></tr>
<tr><td>بھ ل ہم م لے</td><td>بھ ت کا م لے</td><td>وُ ہِ فا ص لے</td><td>وُ ہِ دو ر یا</td></tr>
<tr><td>نَ ک بھی ہ ما</td><td>ر ق دم ب ڑھے</td><td>ن ک بھی ت ما</td><td>ر جھ جھک گ ئی</td></tr>
<tr><td colspan="4">تجھے بھول جانے کی کوششیں کبھی کامیاب نہ ہو سکیں
تری یاد شاخ گلاب ہے جو ہوا چلی تو لچک گئی</td></tr>
<tr><td>ت جھ بھو ل جا</td><td>ن کِ کو ش شی</td><td>ک بھِ کا م یا</td><td>ب ن ہو س کی</td></tr>
<tr><td>ت رِ یا د شا</td><td>خ گُ لا ب ہے</td><td>جُ ہ وا چ لی</td><td>تُ ل چک گ ئی</td></tr>
</table>

غـزل۸۵۔بحـر کامـل مثمن سـالم:متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

<table dir="rtl">
<tr><td>مُ تَ فا عِ لن</td><td>مُ تَ فا عِ لن</td><td>مُ تَ فا عِ لن</td><td>مُ تَ فا عِ لن</td></tr>
<tr><td colspan="4">مری زندگی بھی مری نہیں یہ ہزار خانوں میں بٹ گئی
مجھے ایک مٹھی زمین دے یہ زمین کتنی سمٹ گئی</td></tr>
<tr><td>مَ رِ زن د گی</td><td>بھِ مَ ری نَ ہی</td><td>یِ ہَ زا رِ خا</td><td>نُ مَ بٹ گَ ئی</td></tr>
<tr><td>مُ جھِ ای کِ مٹھ</td><td>ٹھِ زَ می نِ دے</td><td>یِ زَ می نِ کت</td><td>نِ سِ مٹ گَ ئی</td></tr>
<tr><td colspan="4">تری یاد آئے تو چپ رہوں ذرا چپ رہوں تو غزل کہوں
یہ عجیب آگ کی بیل تھی مرے تن بدن سے لپٹ گئی</td></tr>
<tr><td>ت رِ یا د آ</td><td>یِ تُ چپ ر ہو</td><td>ذ رَ چپ ر ہو</td><td>تُ غ زل ک ہو</td></tr>
<tr><td>یِ ع جی ب آ</td><td>گ کِ بی ل تھی</td><td>م ر تن ب دن</td><td>س ل پٹ گ ئی</td></tr>
<tr><td colspan="4">مجھے لکھنے والا لکھے بھی کیا مجھے پڑھنے والا پڑھے بھی کیا
جہاں میرا نام لکھا گیا وہیں روشنائی الٹ گئی</td></tr>
<tr><td>م جھ لکھ ن وا</td><td>ل لِ کھے بھِ کا</td><td>مُ جھِ پڑ ن وا</td><td>لَ پ ڑے بھِ کا</td></tr>
<tr><td>ج ہَ می ر نا</td><td>م لِ کھا گ یا</td><td>و ہِ رو ش نا</td><td>ءِ اُ لٹ گ ئی</td></tr>
<tr><td colspan="4">مری بند پلکوں پہ ٹوٹ کر کوئی پھول رات بکھر گیا
مجھے سسکیوں نے جگا دیا مری کچی نیند اچٹ گئی</td></tr>
<tr><td>م رِ بن د پل</td><td>کُ پ ٹو ٹ کر</td><td>کُ ءِ پھو ل را</td><td>ت بِ کھر گ یا</td></tr>
<tr><td>مُ جھِ سس کِ یو</td><td>نِ جَ گا دِ یا</td><td>مِ رِ کچ چِ نی</td><td>دِ اُ چٹ گ ئی</td></tr>
</table>

غزل۸۶۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف: فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

<table dir="rtl">
<tr><td>م فا عی لن</td><td>م فا عی لن</td><td>ف عو لن</td><td></td><td>م فا عی لن</td><td>م فا عی لن</td><td>ف عو لن</td></tr>
<tr><td colspan="3">پکے گیہوں کی خوشبو چیختی ہے</td><td></td><td colspan="3">بدن اپنا سنہرا ہوچکا ہے</td></tr>
<tr><td>پ کے گی ہو</td><td>کِ خش بو چی</td><td>خ تی ہے</td><td></td><td>ب دن اپ نا</td><td>س نہ را ہو</td><td>چ کا ہے</td></tr>
<tr><td colspan="3">ہماری شاخ کا نوخیز پتہ</td><td></td><td colspan="3">ہوا کے ہونٹ اکثر چومتا ہے</td></tr>
<tr><td>ہ ما ری شا</td><td>خ کا نو خی</td><td>ز پت تا</td><td></td><td>ہ وا کے ہو</td><td>ٹ اک ثر چو</td><td>م تا ہے</td></tr>
<tr><td colspan="3">اندھیری رات کا تنہا مسافر</td><td></td><td colspan="3">مری پلکوں پہ اب سہما ہوا ہے</td></tr>
<tr><td>ا دھی ری را</td><td>ت کا تن ہا</td><td>م سا فر</td><td></td><td>م ری پل کو</td><td>پ اب سہ ما</td><td>ہ وا ہے</td></tr>
</table>

سمیٹو اور سینے میں چھپا لو				یہ سناٹا بہت پھیلا ہوا ہے		
س می ٹو او	ر سی نے می	چھ پا لو		ی سن نا ٹا	ب ہت پھی لا	ہ وا ہے
حقیقت سرخ مچھلی جانتی ہے				سمندر کتنا بوڑھا دیوتا ہے		
ح قی قت سر	خ مچھ لی جا	ن تی ہے		س من در کت	ن بو ڑھا دی	و تا ہے

غزل۸۷۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
اب تیرے میرے بیچ ذرا فاصلہ بھی ہو					ہم لوگ جب ملیں تو کوئی دوسرا بھی ہو			
اب تی رِ	می رِ بی چ	ذ را فا صِ	لا بھِ ہو		ہم لو گ	جب مِ لی تُ	کُ ئی دو س	را بھِ ہو
تو جانتا نہیں مری چاہت عجیب ہے					مجھ کو منا رہا ہے کبھی خود خفا بھی ہو			
تو جا ن	تا ن ہی م	رِ چا ہت ع	جی ب ہے		مجھ کو م	نا ر ہا ہ	ک بھی خد خ	فا بھ ہو
تو بے وفا نہیں ہے مگر بے وفائی کر					اس کی نظر میں رہنے کا کچھ سلسلہ بھی ہو			
تو بے و	فا ن ہی ہ	م گر بے و	فا ءِ کر		اس کی ن	ظر م رہ ن	کَ کچھ سل سِ	لا بھِ ہو
پت جھڑ کے ٹوٹتے ہوئے پتوں کے ساتھ ساتھ					موسم کبھی تو بدلے گا یہ آسرا بھی ہو			
پت جھڑ ک	ٹو ٹ تے ہُ	وِ پت تو ک	سا تھ سا تھ		مو سم ک	بھی ت بد ل	گ یہ آ س	را بھِ ہو
اس کے لیے تو میں نے یہاں تک دعائیں کی					میری طرح سے کوئی اسے چاہتا بھی ہو			
اس کے لِ	یے ت می نے	ی ہا تک د	عا ءِ کی		می رِ ط	رح س کو ءِ	اُ سے چا ہ	تا بھِ ہو

غزل۸۸۔ بحرکامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
مری زندگی بھی مری نہیں یہ ہزار خانوں میں بٹ گئی مجھے ایک مٹھی زمین دے یہ زمین کتنی سمٹ گئی			
مَ رِ زن د گی	بھِ مَ ری نَ ہی	یِ ہَ زا رِ خا	نُ مَ بٹ گَ ئی
مُ جھِ ایکِ مٹھ	ٹھِ زَ می نِ دے	یِ زَ می نِ کت	نِ سِ مٹ گَ ئی
وہی تاج ہے وہی تخت ہے وہی زہر ہے وہی جام ہے یہ وہی خدا کی زمیں ہے یہ وہی بتوں کا نظام ہے			
وُ ہِ تا جِ ہے	وُ ہِ تختِ ہے	وُ ہِ زہ ر ہے	وُ ہِ جا م ہے

يِ وَ ہی خُ دا	کِ زَ می نَ ہے	یِ وَ ہی بُ تو	کَ نَ ظا م ہے
یہاں ایک بچے کے خون سے جو لکھا ہوا ہے اسے پڑھیں			
تیرا کیرتن ابھی پاپ ہے ابھی میرا سجدہ حرام ہے			
یَ ہَ ای ک بچ	چ ک خو ن سے	جُ لِ کھا ہُ وا	ہَ اِ سے پ ڑھی
تِ ر کی ر تن	ا بھ پا پ ہے	ا بھ می ر سج	د ح را م ہے
میں یہ مانتا ہوں مرے دیے تری آندھیوں نے بجھا دیے			
مگر ایک جگنو ہواؤں میں ابھی روشنی کا امام ہے			
م ی ما ن تا	ہُ م رے د یے	ت ر آ د یو	ن ب جھا د یے
م گ ری ک جگ	نُ ہ وا ؤ می	ا بھ رو ش نی	ک ا ما م ہے

غزل۸۹۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
کبھی تو شام ڈھلے اپنے گھر گئے ہوتے					کسی کی آنکھ میں رہ کر سنور گئے ہوتے			
کَ بھی تُ شا	م ڈ لے اپ	ن گھر گ ئے	ہو تے		کِ سی کِ آ	کھ م رہ کر	س ور گ ئے	ہو تے
سنگار دان میں رہتے ہو آئینے کی طرح					کسی کے ہاتھ سے گر کر بکھر گئے ہوتے			
سِ گا ر دا	نِ مِ رہ تے	ہُ آ ءِ نے	کِ ط رح		کِ سی ک ہا	تھ س گر کر	بِ کھر گ ئے	ہو تے
غزل نے بہتے ہوئے پھول چن لیے ورنہ					غموں میں ڈوب کے ہم لوگ مر گئے ہوتے			
غ زل ن بہ	ت ہ وے پھو	ل چن ل یے	ور نہ		غ مو م ڈو	ب ک ہم لو	گ مر گ ئے	ہو تے
عجیب رات تھی کل تم بھی آ کے لوٹ گئے					جب آ گئے تھے تو پل بھر ٹھہر گئے ہوتے			
ع جی ب را	ت تھ کل تم	بھ آ ک لو	ٹ گ ئے		ج با گ ئے	تھ ت پل بھر	ٹھ ہر گ ئے	ہو تے
بہت دنوں سے ہے دل اپنا خالی خالی سا					خوشی نہیں تو اداسی سے بھر گئے ہوتے			
ب ہت د نو	س ہ دل اپ	ن خا ل خا	لی سا		خ شی ن ہی	تُ ا دا سی	س بھر گ ئے	ہو تے

غزل۹۰۔ بحرِ کامل مثمن سالم: مَتَفاعلن مَتَفاعلن مَتَفاعلن مَتَفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
کہیں پلکیں اوس سے دھو گئی کہیں دل کو پھولوں سے بھر گئی			
تری یاد سولہ سنگار ہے جسے چھو دیا وہ سنور گئی			

کَ ہِ پل کِ او	سِ سِ دھو گَ ئی	کَ ہِ دل کُ پھو	لُ سِ بھر گَ ئی
تَ رِ یا د سو	لَ سِ گا ر ہے	جِ سِ چھو دِ یا	وُ سَ ور گ ئی
مرا شاعرانہ سا خواب بھی جسے لوگ کہتے ہیں زندگی انھیں ناخداؤں کے خوف سے وہ چڑھی ندی میں اتر گئی			
م ر شا ع را	ن س خا ب بھی	ج س لو گ کہ	ت ہ زن د گی
ا نھ نا خ دا	و ک خو ف سے	و چ ڑھی ن دی	م ا تر گ ئی
تری آرزو تری جستجو میں بھٹک رہا تھا گلی گلی مری داستاں تری زلف ہے جو بکھر بکھر کے سنور گئے			
ت ر آ ر زو	ت ر جس ت جو	م بھ ٹک ر ہا	تھ گ لی گ لی
م ر دا س تا	ت ر زل ف ہے	ج ب کھر ب کھر	ک س ور گ ئی
نہ غموں کا میرے حساب لے نہ غموں کا اپنے حساب دے وہ عجیب رات تھی کیا کہیں جو گزر گئی سو گزر گئی			
ن غ مو ک می	ر ح سا ب لے	ن غ مو ک اپ	ن ح سا ب دے
و ع جی ب را	ت تھ کا ک ہی	ج گ زر گئی	س گ زر گ ئی

غزل۹۱۔ بحر متدارک مثمن سالم:فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
محفلِ میکشاں کوچۂ دل براں					ہر جگہ ہو لیے اب چلیں دل کہاں			
مح فِ لے	مے ک شا	کو چَ ئے	دل ب را		ہر ج گا	ہو ل یے	اب چ لی	دل ک ہا
رات یوں دل میں پھر تم نے آواز دی					جیسے صحرا کی مسجد میں شب کی اذاں			
را ت یو	دل م پھر	تم ن آ	وا ز دی		جی س صح	را ک مس	جد م شب	کی ا ذا
گرد آلود چہرے پہ حیرت نہ کر					دشت در دشت گھومی ہے عمر رواں			
گر د آ	لو د چہ	رے پ حی	رت ن کر		دش ت در	دش د گھو	می ہ عم	رے ر وا
بدرؔ صاحب ادھر کا نہ رخ کیجیے					دلی لاہور ہیں شہر جادوگراں			
بد ر صا	حب ا دھر	کا ن رخ	کی ج یے		دل ل لا	ہو ر ہی	شہ ر جا	دو گ را

غزل۹۲۔ بحر متقارب مثمن اثرم مقبوض مضاعف:

فِعْل فعُول فعُول فعُول فعُول فعُول فعَل

فعْ لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ لن	فعْ ل	ف عو لن	فعْ
پہلا سا وہ زور نہیں ہے میرے دکھ کی صداؤں میں							
پہ لا	سا وہ	زو ر	ن ہی ہے	می رے	دکھ کِ	صَ دا وو	می
فعْ لن	فعْ ل	ف عل	ف عو ل	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ
شاید پانی نہیں رہا ہے اب پیاسے دریاؤں میں							
شا ید	پا نِ	ن ہی	ر ہا ہے	اب پا	سے در	یا وو	می
فعْ لن	فعْ ل	فع ل	ف عو ل	فعْ ل	ف عو لن	ف عل	فع لن
جس بادل کی آس میں جوڑے کھول لیے ہیں سہاگن نے							
جس با	دل کی	آ س	م جو ڑے	کھو ل	ل یے ہی	س ہا	گن نے
فعْ لن	فعْ لن	فع لن	فع لن	ف عل	ف عل	فعْ لن	فعْ لن
وہ پربت سے سر ٹکرا کر برس چکا صحراؤں میں							
وہ پر	بت سے	سر ٹک	را کر	ب رس	چ کا	صح را	وو می

غزل ۹۳۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن

فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
رات کی راہ میں تاروں کی کماں روشن ہے					چاند میں کون ہے یہ کس کا مکاں روشن ہے			
را ت کی را	ہ م تا رو	کِ کَ ما رو	شن ہے		چا د می کو	ن ہ یے کس	ک م کا رو	شن ہے
یاد جب گھر کی کبھی آتی ہے تو لگتا ہے					رات کی راہ میں شیشے کا مکاں روشن ہے			
یا د جب گھر	ک ک بھی آ	ت ہ تو لگ	تا ہے		را ت کی را	ہ م شی شی	ک م کا رو	شن ہے
چاند جس آگ میں جلتا ہے اسی شعلے سے					برف کی وادی میں کہرے کا دھواں روشن ہے			
چا د جس آ	گ م جل تا	ہ اسی شع	لے سے		بر ف کی وا	د م کہ رے	ک د وا رو	شن ہے
جیسے دریاؤں میں خاموش چراغوں کا سفر					ایسا نس نس میں مرے درد رواں روشن ہے			
جی س در یا	و م خا مو	ش چ را غو	ک س فر		ای س نس نس	م م رے در	د ر وا رو	شن ہے

مجموعہ ”آس“ کی غزلوں کی تقطیع

غزل ۱۔ بحر کامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
میں نگارِ فکر ونگاہ کو کبھی بھول کر بھی صدا نہ دوں یہ عجیب شرط وفا ہوئی کہ جو تم کہو میں وہی کہوں			
م نِ گا ر فک	ر ن گا ہ کو	ک بھ بو ل کر	بھ ص دا ن دو
یِ ع جی ب شر	ط و فا ہ وی	کِ جُ تم ک ہو	م و ہی ک ہو
کئی اجنبی تری راہ میں مرے پاس سے یوں گزر گئے جنھیں دیکھ کر یہ تڑپ ہوئی ترا نام لے کے پکار لوں			
ک ءِ اج ن بی	ت ر را ہ می	م ر پا س سے	یُ گ زر گ ئے
ج نھ دی کھ کر	ی ت ڑپ ہ وی	ت ر نا م لے	ک پ کا ر لو
یہ ہوا نہ جانے کہاں کہاں بھری دوپہر میں لیے پھرے مرے برگِ دل ذرا ٹھہر جا تجھے آنسوؤں سے میں سینچ لوں			
ی ہ وا ن جا	ن ک ہا ک ہا	بھ ر دو پ ہر	م ل یے پھ رے
م ر بر گ دل	ذ ر ٹھ ر جا	ت جھ آ س وو	س م سی چ لو
میں تو آنسوؤں کا سکوت ہوں لبِ شعر مجھ کو صدا نہ دے نہ کبیر ہوں نہ نظیر ہوں نہ میں میر ہوں نہ بشیر ہوں			
م ت آ س وو	ک س کو ت ہو	ل ب شع ر مجھ	ک ص دا ن دے
ن ک بی ر ہو	ن ن ظی ر ہو	ن م می ر ہو	ن ب شی ر ہو

غزل ۲۔ بحرِ رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فعْلن

فاعِ لاتن	فَ عِ لاتن	فَ عِ لاتن	فعْ لن		فاعِ لاتن	فَ عِ لاتن	فَ عِ لاتن	فعْ لن
ہم کو کافی ہے یہی حلقۂ زنجیرِ سخن					جاؤ مل جُل کے تمھیں بانٹ لو جاگیرِ سخن			
ہم کُ کا فی	ہَ ی ہی حل	ق ءِ زن جی	رِ سُ خن*		جا ؤ مل جل	کِ تُ می با	ٹ لُ جا گی	رِ سُ خن*
وارثِ ملکِ غزل روئے تو رو لینے دو					غسلِ اشکیں سے ہوا کرتی ہے تطہیرِ سخن			
وا ر ثِ مل	ک غ زل رو	ی ت رو لی	نے دو		غس ل اش کی	س ہ وا کر	ت ہ تط ہی	رِ سُ خن*
زندگی رات ہے اور رات بھی بیمار کی رات					درد بن بن کے چمکتی رہے تنویرِ سخن			
زن د گی را	ت ہ ار را	ت بھ بی ما	ر ک را ت		در د بن بن	ک چ مک تی	ر ہ تن وی	رِ سُ خن*

گفتگو جیسے کہیں دور غزل گائے کوئی					خامشی جیسے کہ لب کھولے ہو تصویر سخن			
گف ت گو جی	س ک ہی دو	ر غ زل گا	ء ک ئی		خا م شی جی	س ک لب کھو	ل ہ تص وی	رِ سُ خن*
ہم بھی آئینہ صفت تھے کبھی لیکن اب تو					اپنے ماتھے پہ ابھر آئی ہے تحریر سخن			
ہم بھ آ ئی	ن ص فت تھے	ک بھ لی کن	اب تو		اپ ن ماتھے	پ ا بھر آ	ءِ ہ تح ری	رِ سُ خن*

غزل۳۔ بحر متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
محفلِ میکشاں کوچۂ دل براں					ہر جگہ ہو لیے اب چلیں دل کہاں			
مح فِ لے	مے ک شا	کو چَ ئے	دل ب را		ہر ج گا	ہو ل یے	اب چ لی	دل ک ہا
رات یوں دل میں پھر تم نے آواز دی					جیسے صحرا کی مسجد میں شب کی اذاں			
را ت یو	دل م پھر	تم ن آ	وا ز دی		جی س صح	را ک مس	جد م شب	کی ا ذا
گرد آلود چہرے پہ حیرت نہ کر					دشت در دشت گھومی ہے عمر رواں			
گر د آ	لو د چہ	رے پ حی	رت ن کر		دش ت در	دش د گھو	می ہ عم	رے ر وا
بدرؔ صاحب ادھر کا نہ رخ کیجیے					دلی لاہور ہیں شہر جادوگراں			
بد ر صا	حب ا دھر	کا ن رخ	کی ج یے		دل ل لا	ہو ر ہی	شہ ر جا	دو گ را

غزل۴۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
خوشبو کو تتلیوں کے پروں میں چھپاؤں گا					پھر نیلے نیلے بادلوں میں لوٹ جاؤں گا			
خش بو کُ	تت لِ یو کِ	پَ رو می چھِ	پا ءُ گا		پھر نی لِ	نی لِ با د	لُ می لو ٹ	جا ءُ گا
اک پل کی زندگی مجھے بے حد عزیز ہے					پلکوں پہ جھلملاؤں گا اور ٹوٹ جاؤں گا			
اک پل ک	زن د گی م	جھ بے حد ع	زی ز ہے		پل کو پ	جھل م لا ؤ	گ ار ٹو ٹ	جا ءُ گا
یہ رات پھر نہ آئے گی بادل برسنے دے					میں جانتا ہوں صبح تجھے بھول جاؤں گا			
یہ را ت	پھر ن آ ءِ	گِ با دل ب	رس ن دے		می جا ن	تا ہُ صب ح	تُ جھے بھول	جا ءُ گا
اس دن بجائے اوس کے ٹپکے گا سرخ خون					تلوار لے گے جب میں خلاؤں میں جاؤں گا			
اس دن ب	جا ءِ او س	ک ٹپ کے گ	سر خ خو ن		تل وا ر	لے ک جب م	خ لا وو م	جا ءُ گا
آنگن میں ننھے ننھے فرشتے لڑیں گے جب					بھوری شفیق آنکھوں میں مَیں مسکراؤں گا			

آ گن م	نن نھ نن نھ	ف رش تے ل	ڑی گ جب		بھو ری ش	ئی ق آ کھ	م می مس ک	جا ءُ گا

غزل۵۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن

فاعِ لاتن	فَ عِ لاتن	فَ عِ لاتن	فعْ لن		فاعِ لاتن	فَ عِ لاتن	فَ عِ لاتن	فعْ لن
وقتِ رخصت کہیں تارے کہیں جگنو آئے					ہار پہنانے مجھے پھول سے بازو آئے			
وق تِ رخ صت	کَ ہِ تا رے	کَ ہِ جگ نو	آ ئے		ہا ر پہ نا	ن مُ جھے پھو	ل سِ با زو	آ ئے
بس گئی ہے مرے احساس میں یہ کیسی مہک					کوئی خوشبو میں لگاؤں تری خوشبو آئے			
بس گ ئی ہے	مِ رِ اح سا	سِ مِ یہ کی	سِ م ہک		کو ءِ خش بو	م ل گا وو	ت رِ خش بو	آ ئے
اس کی باتیں کہ گل و لالہ پہ شبنم برسے					سب کو اپنانے کا اس شوخ کو جادو آئے			
اس کِ با تی	کِ گُ لو لا	ل پ شب نم	بر سے		سب کُ اپ نا	ن ک اس شو	خ کُ جا دو	آ ئے
ان دنوں آپ کا عالم بھی عجب عالم ہے					چوٹ کھائے ہوئے جیسے کوئی آہو آئے			
ان د نو آ	پ ک عا لم	بھ ع جب عا	لم ہے		چوٹ کھائے	ہُ وِ جیس سے	کُ ءِ آ ہو	آ ئے
اس نے چھو کر مجھے پتھر سے پھر انسان کیا					مدتوں بعد مری آنکھوں میں آنسو آئے			
اس ن چھو کر	مُ جھ پتھ تھر	سِ پھ رن سا	ن کِ یا		مد د تو بع	د م ری آ	کھُ م آ سو	آ ئے

غزل۶۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
زخم یوں مسکرا کر کھلتے ہیں				جیسے وہ دل کو چھو کے گزرے ہیں		
زخ م یو مس	ک را ک کھل	تے ہی		جی سِ وہ دل	کُ چھو ک گز	رے ہی
آئینوں کا کوئی قصور نہیں				ان میں اپنے ہی عکس ہوتے ہیں		
آ ءِ نو کا	کُ ئی ق صو	ر ن ہی		ان م اپ نے	ہِ عک س ہو	تے ہی
غور سے دیکھ خاک تنہا نہیں				ساتھ پھولوں کے رنگ اڑتے ہیں		
غو ر سے دی	کھ خا ک تن	ہ ن ہی		سا تھ پھو لو	ک رن گ اڑ	تے ہی
اب شبِ ہجر بھی نہیں آتی				ان دنوں ہم بہت اکیلے ہیں		
اب ش بے ہج	ر بھی ن ہی	آ تی		ان د نو ہم	ب ہت ا کی	لے ہی
ان سے احوالِ شب سنو صاحب				بدرؔ جی رات رات گھومے ہیں		
ان س اح وا	ل شب س نو	صا حب		بد ر جی را	ت را ت گھو	مے ہی

غزل۷۔ بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول مفاعیل مفاعیل فعُولن

مف عولُ	مَ فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن		مف عولُ	مَ فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن
کس دیس میں یہ قافلۂ وقت رکا ہے					عارض کے اُجالے ہیں نہ زلفوں کی گھٹا ہے			
کس دی س	م یے قا ف	ل ئے وق ت	رُ کا ہے		عا رض کِ	اُ جا لے ہَ	نَ زل فو کِ	گھَ ٹا ہے
میں نے تیری باتوں کو کبھی جھوٹ کہا تھا					اس جرم پہ ہر جھوٹ کو سچ مان لیا ہے			
می نے ت	رِ با تو کُ	ک بھی جھوٹ	ک ہا تھا		اس جر م	پ ہر جھوٹ	کُ سچ ما ن	لِ یا ہے
اے شوخ غزالو، یہاں دو پھول تو رکھ دو					اس قبر میں خوابیدہ محبت کا خدا ہے			
اے شو خ	غ زا لو ی	ہَ دو پھو ل	تُ رکھ دو		اس قب ر	م خا بی د	مُ حب بت ک	خ دا ہے
کچھ دیر میں سانسو کی یہ آہٹ نہ ملے گی					دل رات کے سناٹے میں یوں ڈوب رہا ہے			
کچھ دی ر	م سا سو کِ	یِ آ ہٹ ن	مِ لے گی		دل را ت	کِ سن نا ٹ	م یو ڈو ب	ر ہا ہے

غزل۸۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف: فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
صورتِ شمع ساری رات جلو				صبح لیکن مثالِ غنچہ ہنسو		
صو رتے شم	عِ سا رِ را	تِ ج لو		صب ح لی کن	مِ ثا لِ غن	چَ ہَ سو
چاند کا داغ دیکھنے والو				اپنے دامن کے داغ بھی دیکھو		
چا د کا دا	غ دی کھ نے	وا لو		اپ ن دا من	ک دا غ بھی	دی کھو
چاہیے آنکھوں کی روشنی لے لو				آنسوؤ آج رات بھر چمکو		
چا ہ آ کھو	کِ رو ش نی	لے لو		آ س وو آ	ج را ت بھر	چم کو
یہ زمیں آنسوؤ کی پیاسی ہے				آنسوؤ دل پہ ٹوٹ کر برسو		
یہ ز می آ	س وو کِ ہا	سی ہے		آ س وو دل	پ ٹو ٹ کر	بر سو
وقت سو منصفوں کا منصف ہے				وقت آئے گا انتظار کرو		
وق ت آ ئے	گ ان ت ظا	ر ک رو		وق ت آ ئے	گ ان ت ظا	ر ک رو

غزل۹۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فعْلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
بدرؔ دو آنکھیں بہت ڈھونڈ رہی ہیں تم کو					چاند کی چودھویں تاریخ ہے اوپر دیکھو			

بد رِ دو آ	کھِ بَ ہت ڈھو	ڈ ر ہی ہی	تم کو		چا د کی چو	د وِ تا ری	خ ہَ او پر	دی کھو
جس سے امید وفا ہوگی وہی دکھ دے گا					بے وفا جان کے چاہو جسے اب کی چاہو			
جس س ام می	د و فا ہو	گِ و ہی دکھ	دے گا		بے و فا جا	ن ک چا ہو	ج س اب کے	چا ہو
اس کی قدرت میں نہیں رک کے کوئی بات سنے					وقت آواز ہے آواز کو آواز نہ دو			
اس کِ قدرت	م ن ہی رک	ک کُ ئی با	ت س نے		وق ت آ وا	ز ہ آ وا	ز کُ آ وا	ز ن دو
منتظر کب سے ہیں اوراقِ کتابِ ہستی					دل کا کچھ رنگ کرو نوکِ قلم کو چومو			
من ت ظر کب	سِ ہَ او را	قِ کِ تا بے	ہس تی		دل ک کچھ رن	گ ک رو نو	ک ق لم کو	چو مو
آج کمرے میں نہیں بیٹھنے والا موسم					برف گرنے کی خبر گرم ہے گھر سے نکلو			
آ ج کم رے	م ن ہی بی	ٹھ ن وا لا	مو سم		برف گرنے	کِ خ بر گر	م ہَ گھر سے	نک لو

غزل۱۰۔ بحر رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن
دھوپ کھیتوں میں اُتر کر زعفرانی ہوگئی					سرمئی اشجار کی پوشاک دھانی ہوگئی			
دھوپ کھی تو	م اُ تر کر	زع فِ را نی	ہو گ ئی		سر مَ ئی اش	جا ر کی پو	شاک دھا نی	ہو گ ئی
جیسے جیسے عمر بھیگی سادہ پوشاکی گئی					سوٹ پیلا، شرٹ نیلی، ٹائی دھانی ہو گئی			
سی سِ جی سے	عم ر بھی گی	سا د پو شا	کی گ ئی		سو ٹ پی لا	شر ٹ نی لی	ٹا ءِ دھا نی	ہو گ ئی
اس کی اردو میں بھی اب کی مغربی لہجہ ملا					کالے بالوں کی وہ رنگت زعفرانی ہو گئی			
اس کِ ار دو	می بھِ اب کی	مغ ر بی لہ	جا مِ لا		کا لِ با لو	کی وُ رن گت	زع ف را نی	ہو گ ئی
سانپ کے بوسے میں کیسا پیار تھا کہ فاختہ					پھڑ پھڑا کر اک صدائے آسمانی ہو گئی			
سا پ کے بو	سے م کی سا	پا ر تھا کہِ	فا خ تہ		پھڑ پھ ڑا کر	اک ص دائے	آ س ما نی	ہو گ ئی
نرم ٹہنی دھند کی یلغار کو سہتی ہوئی					شاخ کی بانہو میں آکر جاودانی ہو گئی			
نر م ٹہ نی	دھن د کی یل	غا ر کو سہ	تی ہُ ئی		شا خ کی با	ہو م آ کر	جا و دا نی	ہو گ ئی

غزل۱۱۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
تم نے دیکھا کدھر گئے تارے				کس کی آواز پر گئے تارے		
تم نِ دی کھا	کِ دھر گ ئے	تا رے		کس کِ آ وا	ز پر گ ئے	تا رے

یہ کہیں شہر آرزو تو نہیں				چلتے چلتے ٹھہر گئے تارے		
یہ ک ہی شہ	ر آ ر زو	ٹ ن ہی		چل ت چل تے	ٹھ ہر گ ئے	تا رے
آج آثارِ صبح سے پہلے				وادیوں میں اتر گئے تارے		
آ ج آ ثا	ر صب ح سے	پہ لے		وا د یو می	ا تر گ ئے	تا رے
سہمے سہمے بجھے بجھے مغموم				سر جھکائے گزر گئے تارے		
سہ م سہ مے	ب جھے ب جھے	مغ مو م		سر جھ کا ئے	گ زر گ ئے	تا رے
بدرؔ کچھ واں کی بھی خبر ہے تمھیں				آنچلوں پر بکھر گئے تارے		
بد ر کچھ وا	کِ بھی خ بر	ہ ٹُ می		آ چ لو پر	بِ کھر گ ئے	تا رے

غزل ۱۲۔ بحرِ رمل مثمن مشکول مسکّن: مفعول فاعِلاتن مفعول فاعِلاتن

مف عو لُ	فا عِ لا تن	مف عو لُ	فا عِ لا تن		مف عو لُ	فا عِ لا تن	مف عو لُ	فا عِ لا تن
الزام بے وفائی کے انھیں دے رہا ہوں					شک ہو رہا ہے مجھ کو میں خود ہی بے وفا ہوں			
ال زا م	بے و فا ئی	کے ان ہَ	دے ر ہا ہو		شک ہو رَ	ہا ہَ مجھ کو	می خد ہِ	بے و فا ہو
ہر جسم گل فروشاں اب مرکزِ نظر ہے					تم سے بچھڑ کے کتنا آوارہ ہو گیا ہوں			
ہر جس م	گل ف رو شا	اب مر ک	زےِ ن ظر ہے		تم سے بِ	چھڑ ک کت نا	آ وا ر	ہو گ یا ہو
اس شام بے کسی میں دل کی خبر نہیں ہے					جب سے کہاں کہاں میں آواز دے رہا ہوں			
اس شا م	بے ک سی می	دل کی خ	بر ن ہی ہے		جب سے ک	ہا ک ہا می	آ وا ز	دے ر ہا ہو
بیتے ہوئے دنوں کے غم یاد آ گئے ہیں					ان کو گلے لگا کر میں آج رو رہا ہوں			
بی تے ہُ	وے دِ نو کے	غم یا د	آ گ ئے ہی		ان کو گ	لے ل گا کر	می آ ج	رو ر ہا ہو
اس لمحۂ خوشی میں افسانۂ شبِ غم					کچھ تم بھی بھولتے ہو کچھ میں بھی بھولتا ہوں			
اس لم ح	ئے خ شی می	اف سا ن	ئے ش بے غم		کچھ تم بھِ	بھو ل تے ہو	کچھ ہم بھِ	بھو ل تے ہو

غزل ۱۳۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
تاروں کی چلمنوں سے کوئی جھانکتا بھی ہو					اس کائنات میں کوئی منظر نیا بھی ہو			
تا رو کِ	چل مَ نو سِ	کُ ئی جھا ک	تا بھِ ہو		اس کا ءِ	نا ت می کُ	ءِ من ظر نَ	یا بھِ ہو
اتنی سیاہ رات میں کس کو صدائیں دوں					ایسا چراغ دے جو کبھی بولتا بھی ہو			

ات نی سِ	یا ہ را ت	م کس کو ص	دا ءِ دو		ای سا چ	راغ دے جُ	ک بھی بو ل	تا بھِ ہو
درویش کوئی آئے تو آرام سے رہے					گھر بھی ترے فقیر کا اتنا بڑا تو ہے			
در وی ش	کو ءِ آ ءِ	ٹ آ را م	سے ر ہو		گھر بھی ت	رے ف قی ر	ک ات نا ب	ڑا ٹ ہو
سارے پہاڑ کاٹ کے میں ملنے آؤں گا					ہاں میرے انتظار میں دریا رکا بھی ہو			
سا رے پ	ہا ڑ کا ٹ	ک می مل ن	آ ؤ گا		ہا می ر	ان ت ظا ر	م در یا ر	کا بھِ ہو
رنگوں کی کیا بہار ہے پتھر کے باغ میں					لیکن مری زمیں کا اک حصہ ہرا بھی ہو			
رن گو کِ	کا ب ہا ر	ہ پتھ تھر ک	با غ می		لی کن م	ری ز می ک	اکص صہ ہ	را بھِ ہو

غزل۱۴۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
جگنو کوئی ستاروں کی محفل میں کھو گیا					اتنا نہ کر ملال جو ہونا تھا ہو گیا			
جگ نو کُ	ئی سِ تا رُ	کِ مح فل م	کھو گ یا		ات نا نَ	کر م لا ل	جُ ہو نا تھَ	ہو گ یا
پروردگار جانتا تو ہے دلوں کا حال					میں جی نہ پاؤں گا جو اسے کچھ بھی ہو گیا			
پر ور د	گا ر جا ن	ت تو ہے د	لو ک حا ل		می جی ن	پا ؤ گ جو	اسے کچھ بھِ	ہو گ یا
اب اس کو دیکھ کر نہیں دھڑکے گا میرا دل					کہنا کہ مجھ کو یہ بھی سبق یاد ہو گیا			
اب اس کُ	دی کھ کر ن	ہِ دھڑ کے گ	می ر دل		کہ نا کِ	مجھ ک یہ بھِ	س بق یا د	ہو گ یا
بادل اٹھا تھا سب کو رلانے کے واسطے					آنچل بھگو گیا کہیں دامن بھگو گیا			
با دل اُ	ٹھا تھ سب کُ	رُ لا نے ک	وا س طے		آ چل بھِ	گو گ یا ک	ہِ دا من بھِ	گو گ یا
اک لڑکی ایک لڑکے کے کاندھے پہ سوئی تھی					میں اجلی دھندلی یادوں کے کہرے میں کھو گیا			
اک لڑ کِ	ای ک لڑ ک	ک کا دھے پ	سو ءِ تھی		می اج لِ	دھد ل یا د	ک کہ رے م	کھو گ یا

غزل۱۵۔ بحرِ ہزج مثمن اخرب سالم: مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن

مف عو لُ	مَ فا عی لُن	مف عو لُ	مَ فا عی لُن		مف عو لُ	مَ فا عی لُن	مف عو لُ	مَ فا عی لُن
سورج بھی بندھا ہوگا دیکھو مرے بازو میں					اس چاند کو بھی رکھنا سونے کے ترازو میں			
سو رج بھِ	بَ دھا ہو گا	دی کھو م	رِ با زو می		اس چا د	کُ بھی رکھ نا	سو نے کِ	ت را زو می
اب ہم سے شرافت کی امید نہ کر دینا					پانی نہیں مل سکتا تپتی ہوئی بالوں میں			
اب ہم س	ش رافت کی	ام می د	ن کر دی نا		پا نی ن	ہِ مل سک تا	تپ تی ہُ	وِ با لو می

تاریک سمندر کے سینے میں گھر ڈھونڈو					جگنو بھی چمکتے ہیں برسات کے آنسو میں			
تا ری ک	س من در کے	سی نی م	گ ہر ڈھو ڈو		جگ نو بھِ	چ مک تے ہی	بر سا ت	ک آ سو می
سب دیر و حرم جھوٹے دلدار و حرم جھوٹے					ہم آ ہی گئے دنیا آخر ترے جادو میں			
سب دی رُ	ح رم جھوٹے	دل دا ر	ح رم جھوٹے		ہم آ ہِ	گ ئے دن یا	آ خر ت	ر جا دو می
خوابیدہ گلابوں پر یہ اوس بجھی کیسے					احساس چمکتا ہے اسلوب کی خوشبو میں			
خا بی د	گُ لا بو پر	یہ او س	بُ جھی کی سے		اح سا س	چ مک تا ہے	اس لو ب	کِ خش بو می

غزل۱۶۔ بحر متدارک مثمن سالم: فاعِلن فاعِلن فاعِلن فاعِلن

فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن		فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن	فا عِ لن
سر سے چادر بدن سے قبا لے گئی					زندگی ہم فقیروں سے کیا لے گئی			
سر سِ چا	در ب دن	سے قَ با	لے گ ئی		زن د گی	ہم ف قی	رو س کا	لے گ ئی
میری مٹھی میں سوکھے ہوئے پھول ہیں					خوشبوؤں کو اڑا کر ہوا لے گئی			
می رِ مٹھ	ٹھی م سو	کھے ہُ وے	پھو ل ہی		خش بُ وو	کو اُ ڑا	کر ہ وا	لے گ ئی
میں سمندر کے سینے میں چٹان تھا					رات اک موج آئی بہا لے گئی			
می س من	در ک سی	نے م چٹ	ٹا ن تھا		را ت اک	مو ج آ	ئی ب ہا	لے گ ئی
ہم تو کاغذ تھے اشکوں سے بھیگے ہوئے					کیوں چراغوں کی لو تک ہوا لے گئی			
ہم ت کا	غذ تھ اش	کو سِ بھی	گے ہُ وے		کو چ را	غو کِ لو	تک ہ وا	لے گ ئی
چاند نے رات مجھ کو جگا کر کہا					ایک لڑکی تمھارا پتہ لے گئی			
چا د نے	را ت مجھ	کو ج گا	کر ک ہا		ای ک لڑ	کی تُ ما	را پ تہ	لے گ ئی

غزل۱۷۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن

فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
گاؤں چھوڑا تو کئی آنکھوں میں کاجل پھیلا					شہر پہنچا تو کسی ماتھے پہ جھومر جھوما			
گا ؤ چھو ڑا	تُ کَ ئی آ	کھُ مَ کا جل	پھی لا		شہ ر پہ چا	تُ کِ سی ما	تھِ پَ جھومر	جھو ما
زندگی تو نے مجھے مار لیا تھا لیکن					یہ تو میں تھا کہ ترے زندوں سے بہتر ہی جیا			
زن د گی تو	ن م جھے ما	ر ل یا تھا	لی کن		یہ تُ می تھا	کِ ت رے زن	دُ سِ بہ تر	ہِ جِ یا
اب ملے ہم تو کئی لوگ بچھڑ جائیں گے					انتظار اور کرو اگلے جنم تک میرا			

اب م لے ہم	ٹ ک ئی لو	گ ب چھڑ جا	ئی گے		ان ت ظا رو	ر ک رو اگ	ل ج نم تک	می را
آج کی شام دوبارہ نہ کبھی آئے گی					آج کی شام یہ مت سوچ کہ کل کیا ہو گا			
آ ج کی شا	م د با رہ	نَ ک بھی آ	ئے گی		آ ج کی شا	ن ی مت سو	چ کِ کل کا	ہو گا
دکھ بھرا پیار سمندر کی طرح لامحدود					غمزدہ حسن رواں پانی میں گھلتا سونا			
دکھ بھ را پا	ر س من در	کِ ط رح لا	مح دو د		غم ز دہ حس	ن ر وا پا	نِ مِ گھل تا	سو نا

غزل۱۸۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعِْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
وہ پیاسے جھونکے بہت پیاسے لوٹ جاتے ہیں					جو دُور دُور سے بادل اُڑا کے لاتے ہیں			
وُ پا سِ جھو	کِ بَ ہت پا	سِ لو ٹ جا	تے ہی		جُ دو رِ دو	ر سِ با دل	اُ ڑا کِ لا	تے ہی
کوئی لباس نہیں دل کی بے لباسی کا					اگر چہ روز نئی چادریں چڑھاتے ہیں			
کُ ئی لِ با	س ن ہی دل	کِ بے لِ با	سی کا		ا گر چ رو	ز ن ئی چا	د ری چ ڑھا	تے ہی
ستارہ بن کے بھٹکتے ہیں ساری ساری رات					جو وعدہ کر کے وفا کر کے بھول جاتے ہیں			
س تا ر بن	ک بھ ٹک تے	ہ سا ر سا	ری را ت		جُ وع د کر	ک و فا کر	ک بھو ل جا	تے ہی
میں دن ہوں میری جبیں پر دکھوں کا سورج ہے					دیے تو رات کی پلکوں پہ جھلملاتے ہیں			
م دن ہُ می	ر ج بی پر	د کھو ک سو	رج ہے		د یے ت را	ت کِ پل کو	پ جھل م لا	تے ہی
گلاب سا وہ بدن کیا ہوائے درد میں تو					گھنے درخت کے جنگل بھی سوکھ جاتے ہیں			
گ لا ب سا	وُ ب دن کا	ہ وا ءِ در	د م تو		گھ نے د رخ	ت ک جن گل	بھ سو کھ جا	تے ہی

غزل۱۹۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
خُفتہ شجر لرز گئے جیسے کہ ڈر گئے					کچھ چاندنی کے پھول زمیں پر بکھر گئے			
خف تا ش	جر ل رز گ	ءِ جی سی کِ	ڈر گ ئے		کچھ چا د	نی کَ پھو ل	ز می پر بِ	کھر گ ئے
شیشے کا تاج سر پہ رکھے آ رہی تھی رات					ٹکرائی ہم سے چاند ستارے بکھر گئے			
شی شے ک	تا ج سر پ	ر کھے آ ر	ہی تھ را ت		ٹک را ءِ	ہم س چا د	س تا رے ب	کھر گ ئے
وہ خشک ہونٹ ریت سے نم مانگتے رہے					جس کی تلاش میں کئی دریا گزر گئے			
وہ خش ک	ہو ٹ ری ت	سِ نم ما گ	تے ر ہے		جس کی ت	لا ش می ک	ءِ در یا گ	زر گ ئے

چاہا تھا میں نے چاند کی پلکوں کو چوم لوں					ہونٹوں پہ مرے صبح کے تارے بکھر گئے			
چا ہا تھ	می ن چا د	کِ پل کو ک	چو م لو		ہو ٹو پ	می ر صب ح	ک تا رے ب	کھر گ ئے
میرے لبوں پہ چاند کی قاشیں لرز گئیں					آنکھوں پہ جیسے رات کے گیسو بکھر گئے			
می رے ل	بو پ چا د	کِ کا شی ل	رز گ ئی		آ کھو پ	جی س رات	ک گی سو ب	کھر گ ئے

غزل ۲۰۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا ئی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا ئی لُ	فا عِ لن
سورج مُکھی کے گالوں پہ تازہ گلاب ہے					یہ میرا آفتاب میرا ماہتاب ہے			
سو رج مُ	کھی ک گا لُ	پَ تا زا گُ	لا ب ہے		یے می رَ	آ ف تا ب	م را ما ہ	تا ب ہے
ہر تارہ کپکپاتے ہوئے ہونٹوں کی دعا					یہ آسمان حمد و ثنا کی کتاب ہے			
ہر تا ر	کپ ک پات	ہُ وے ہوٹ	کی د عا		یہ آ س	ما ن حم د	ث نا کی ک	تا ب ہے
بادل ہوا کی زد پہ برس کر بکھر گئے					اپنی جگہ چمکتا ہوا آفتاب ہے			
با دل ہ	واکِ زد پ	ب رس کربِ	کھر گ ئے		اپ نی ج	گا چ مک ت	ہ وا آ ف	تا ب ہے
چونکے تو یہ طلسمِ جہاں ٹوٹ جائے گا					عالم تمام حلقۂ زنجیر خواب ہے			
چو کے تُ	یہ ط لس م	ج ہا ٹو ٹ	جا ءِ گا		عا لم ت	ما م حل ق	ءِ زن جی ر	خا ب ہے
ناحق خیال کرتے ہو دنیا کی بات کا					تم کو خراب جو کہے وہ خود خراب ہے			
نا حق خ	یا ل کر ت	ہُ دن یا ک	با ت کا		تم کو خ	را ب جو ک	ہ وہ خد خ	را ب ہے

غزل ۲۱۔ بحرِ ہزج مثمن اخرب سالم: مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن

مف عو لُ	مَ فا ئی لُن	مف عو لُ	مَ فا ئی لُن		مف عو لُ	مَ فا ئی لُن	مف عو لُ	مَ فا ئی لُن
پتھر کے جگر والو غم میں وہ روانی ہے					خود راہ بنا لے گا بہتا ہوا پانی ہے			
پتھ تھر کِ	جِ گر وا لو	غم می وُ	ر وا نی ہے		خُد را ہِ	بَ نا لے گا	بہ تا ہُ	وَ پا نی ہے
دل سے جو چھٹے بادل تو آنکھ میں ساون ہے					ٹھہرا ہوا دریا ہے بہتا ہوا پانی ہے			
دل سے ج	چھ ٹے با دل	تو آ کھ	م سا ون ہے		ٹھہ را ہ	و در یا ہے	بہ تا ہُ	وَ پا نی ہے
اس حوصلۂ دل پہ ہم نے بھی کفن پہنا					ہنس کر کوئی پوچھے گا کیا جان گنوانی ہے			
اس حو ص	ل ئے دل پہ	ہم نے بھِ	ک فن پہ نا		ہس کر کُ	ءِ پو چھے گا	کا جا ن	گ وا نی ہے
دن تلخ حقائق کے صحراؤں کا سورج ہے					شب گیسوِ افسانہ یادوں کی کہانی ہے			

دن تل خ	ح قائق کے	صح را وُ	ک سورج ہے		شب گی سُ	وِ اف سا نہ	یا دو کِ	ک ہانی ہے
وہ مصرعِ آوارہ دیوانوں پہ بھاری ہے					جس میں ترے گیسو کی بے ربط کہانی ہے			
وہ مص ر	عِ آ وا وہ	دی وا نُ	پ بھاری ہے		جس می ت	ر گی سو کی	بے رب ط	ک ہانی ہے

غزل۲۲۔بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

مَ فاعِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فاعِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
ہمارے واسطے یہ چار دن کی شہرت کیا					وہ مل گیا تو کسی اور کی ضرورت کیا			
ہَ ما رِ وا	سِ طِ یے چا	ر دن کِ شہ	رت کا		وُ مل گ یا	تُ کِ سی او	ر کی ض رو	رت کا
کبھی کبھی تو محبت کا احترام کرو					وہ بے وفا ہے تو پھر بے وفا کی چاہت کیا			
ک بھی ک بھی	تُ مُ حب بت	ک اح ت را	م ک رو		وُ بے و فا	ہ تُ پھر بے	و فا کِ چا	ہت کا
گلاب کس لیے لب کو سجائے سرخی سے					ہرن کی آنکھ میں کاجل کی ہے ضرورت کیا			
گُ لاب کس	لِ یِ لب کو	س جاءِ سر	خی سے		ہِ رن کِ آ	کھ م کا جل	کِ ہے ض رو	رت کا
خدایا میری صدا میں بھی معجزہ کر دے					وہ پوچھتے ہیں کہ اس دور میں محبت کیا			
خُ دا ی می	رِ صَ دا می	بھِ مع ج زہ	کر دے		وُ پو چھ تے	ہَ کِ اس دو	ر می م حب	بت کا
میں اپنی خاک اٹھا کر کہاں کہاں ڈولوں					ترے بغیر مری زندگی کی قیمت کیا			
م اپ نِ خا	ک ا ٹھا کر	ک ہا ک ہا	ڈو لو		ت رے ب غی	ر م ری زن	د گی ک قی	مت کا

غزل۲۳۔بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

مَ فاعِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فاعِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
دماغ بھی کوئی مصروف چھاپا خانہ ہے					وہ شور جیسا کہ اخبار چھپتا رہتا ہے			
دِ ما غ بھی	کُ ءِ مص رو	ف چھا پ خا	نا ہے		وُ شو ر جی	سَ کِ اخ با	ر چھپ تَ رہ	تا ہے
ہزاروں پتے زمیں پر شہید ملتے ہیں					خزاں کی دھوپ میں نیزہ کوئی چمکتا ہے			
ہ زا ر پت	تِ ز می پر	ش ہی د مل	تے ہی		خ زا کِ دھو	پ م نی زہ	کُ ئی چ مک	تا ہے
زمیں نے مانگ لیا آسماں نے چھین لیا					ہمارے پاس نہ اب جسم ہے نہ سایا ہے			
ز می ن ما	گ لِ یا آ	س ما ن چھی	ن لِ یا		ہ ما ر پا	س ن اب جس	م ہے ن سا	یا ہے
وہ بالکونی میں آئے تو راستہ رک جائے					سڑک پہ چلنے لگے تو ہمارے جیسا ہے			
وُ با ل کو	نِ مِ آ ئے	تُ را س تہ	رک جا		س ڑک پ چل	ن ل گے تو	ہ ما ر جی	سا ہے

جہاں پہ ملتی تھیں دو کرنیں اس شجر کے تلے					دلائی اوڑھے ہوئے اک فقیر بیٹھا ہے			
ج ہا پ مل	تِ تھِ دو کر	ن اس ش جر	ک ت لے		د لا ءِ او	ڑھے ہُ وے اک	ف قی ر بی	ٹھا ہے

غزل ۲۴۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
شعلۂ گل، گلاب شعلہ کیا				آگ اور پھول کا یہ رشتہ کیا		
شع لَ ئے گل	گُ لا بِ شع	لہ کا		آ گِ ار پھو	ل کا یِ رش	تہ کا
تم مری زندگی ہو یہ سچ ہے				زندگی کا مگر بھروسہ کیا		
تم م ری زن	د گی ہ یہ	سچ ہے		ان د گی کا	م گر بھ رو	سہ کا
جو نہ آدابِ دشمنی جانے				دوستی کا اسے سلیقہ کیا		
جو ن آ دا	ب زن د گی	جا نے		دو س تی کا	ا سے س لی	قہ کا
سب ہیں کردار اک کہانی کے				ورنہ شیطان کیا فرشتہ کیا		
سب ہَ کر دا	ر اک ک ہا	نی کے		ور ن شی طا	ن کا ف رش	تہ کا
جان کر ہم بشیر بدرؔ ہوئے				اس میں تقدیر کا نوشتہ کیا		
جا ن کر ہم	ب شی ر بد	ر ہ وے		اس م تق دی	ر کا ن وش	تہ کا

غزل ۲۵۔ بحر ہزج مثمن اخرب سالم: مفعول مفاعی لن مفعول مفاعی لن

مف عو لُ	مَ فا عی لُن	مف عو لُ	مَ فا عی لُن		مف عو لُ	مَ فا عی لُن	مف عو لُ	مَ فا عی لُن
خوشبو کی طرح آیا وہ تیز ہواؤں میں					مانگا تھا جسے ہم نے دن رات دعاؤں میں			
خش بو کِ	طَ رح آ یا	وہ تی ز	ہَ وا وو می		ما گا تھَ	جِ سے ہم نے	دن را تِ	دُ عا وو می
اس شہر میں اک لڑکی بالکل ہے غزل جیسی					بجلی سی گھٹاؤں میں خوشبو سی ہواؤں میں			
اس شہ ر	م اک لڑ کی	بل کل ہ	غ زل جی سی		بج لی سِ	گھ ٹا وو می	خش بو سِ	ہ وا وو می
موسم کا اشارہ ہے خوش رہنے دو بچوں کو					معصوم محبت ہے پھولوں کی خطاؤں میں			
مو سم ک	ا شا رہ ہے	خش رہ ن	دُ بچ چو کو		مع صو م	محب بت ہے	پھو لو ک	اخ طا وو می
ہم چاند ستاروں کی راہوں کے مسافر ہیں					ہر رات چمکتے ہیں تاریک خلاؤں میں			
ہم چا د	س تا رو کی	رو ہو ک	م سا فر ہی		ہر را ت	چ مک تے ہی	تا ری ک	خ لا وو می
بھگوان ہی بھیجیں گے چاول سے بھری تھالی					مظلوم پرندوں کی معصوم سبھاؤں میں			

بھگ وا ن	ہِ بھی جی گے	چا ول س	بھ ری تھا لی		مظ لو م	پ رن دو کی	مع صو م	س بھا وو می

غزل ۲۶۔ بحر کامل مثمن سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن	مُ تَ فا عِ لن
ہمہ وقت رنج و ملال کیا جو گزر گیا سو گزر گیا اسے یاد کر کے نہ دل دکھا جو گزر گیا سو گزر گیا			
ہَ مَ وق تِ رن	جُ مَ لا ل کا	جُ گُ زر گ یا	سُ گُ زر گ یا
اِ سِ یا د کر	کِ نَ دل دُ کھا	جُ گُ زر گَ یا	سُ گُ زر گَ یا
نہ گلہ کیا نہ خفا ہوئے یونہی راستے میں جدا ہوئے نہ تو بے وفا نہ میں بے وفا جو گزر گیا سو گزر گیا			
ن گ لہ ک یا	ن خ فا ہ وے	یُ ہِ را س تے	م جُ دا ہُ وے
نَ تُ بے و فا	ن م بے و فا	جُ گُ زر گَ یا	سُ گُ زر گَ یا
مجھے پت جھڑوں کی کہانیاں نہ سنا سنا کے اداس کر تو خزاں کا پھول ہے مسکرا جو گزر گیا سو گزر گیا			
مُ جھ پت جھ ڑو	کِ ک ہا ن یا	ن س نا س نا	ک ا دا س کر
ت خ زا ک پھو	ل ہ مس ک را	جُ گُ زر گَ یا	سُ گُ زر گَ یا
تجھے اعتبار و یقیں نہیں، نہیں دنیا اتنی بری نہیں نہ ملال کر مرے ساتھ آ جو گزر گیا سو گزر گیا			
تُ جھ اع ت با	رُ ی قی ن ہی	ن ہِ دن یا ات	نِ ب ری ن ہی
ن م لا ل کر	م ر سا تھ آ	جُ گُ زر گَ یا	سُ گُ زر گَ یا

غزل ۲۷۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
شیشہ بھی آج سرمدو منصور ہوگیا					آئینہ تجھ کو دیکھ کے مغرور ہوگیا			
شی شا بھِ	آ جِ سر م	دُ من صو ر	ہو گ یا		آ ئی نَ	تجھ کُ دی کھِ	کِ مغ رو ر	ہو گ یا
کاغذ میں دب کے مر گئے کیڑے کتاب کے					دیوانہ بے پڑھے لکھے مشہور ہو گیا			
کا غذ م	دب ک مر گ	ءِ کی ڑے کِ	تا ب کے		دی وا ن	بے پ ڑھے ل	کھ مش ہو ر	ہو گ یا

تنہائیوں نے توڑ دی ہم دونوں کی انا					آئینہ بات کرنے پہ مجبور ہو گیا			
تن ہا ءِ	یو ن تو ڑ	دِ ہم دو نُ	کی ا نا		آ ئی نَ	با ت کر ن	پ مج بو ر	ہو گ یا
دادی سے کہنا اس کی کہانی سنایئے					وہ بادشاہ جو عشق میں مزدور ہو گیا			
دا دی س	کہ ن اس کِ	ک ہا نی س	نا ءِ یے		وہ با د	شہ جُ عش ق	م مز دو ر	ہو گ یا
صبح وصال پوچھ رہی ہے عجب سوال					وہ پاس آگیا کہ بہت دور ہو گیا			
صب حے و	صا ل پو چھ	ر ہی ہے ع	جب س وا ل		وہ پا س	آ گ یا کِ	ب ہت دو ر	ہو گ یا

غزل۲۸۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
آہن میں ڈھلتی جائے گی اکیسویں صدی					پھر بھی غزل سنائے گی اکیسویں صدی			
آ ہن مَ	ڈھل تِ جا ءِ	گِ اِک کی سِ	وی صَ دی		پھر بھی غَ	زل سُ نا ءِ	گِ اک کی سِ	وی صَ دی
بغداد، دلی، ماسکو، لندن کے درمیان					بارود بھی بچھائے گی اکیسویں صدی			
بغ دا د	دل لِ ما س	کُ لن دن ک	در مِ یا		با رو د	بھی ب چھا ءِ	گِ اک کی س	وی صَ دی
جل کر جو راکھ ہوگئیں دنگوں میں اس برس					ان جھگیوں میں آ ئے گی اکیسویں صدی			
جل کر جُ	را کھ ہو گ	ءِ دن گو مَ	اس ب رس		ان جھگ گ	یو م آ ءِ	گِ اک کی سِ	وی صَ دی
اک یاترا ضرور ہے ننانوے کے پاس					رتھ پر سوار آئے گی اکیسویں صدی			
اک یا ت	را ض رو ر	ہ نن نا ن	وے ک پا س		رتھ پر س	وا ر آ ء	گِ اک کی سِ	وی صَ دی
تہذیب کے لباس اتر جائیں گے جناب					ڈالر میں گنگنائے گی اکیسویں صدی			
تہ زی ب	کت لِ با س	اُ تر جا ءِ	گے جِ نا ب		ڈا لر م	گن گ نا ء	گِ اک کی سِ	وی صَ دی

مجموعہ ”آس“ کے بعد کی غزلوں کی تقطیع

غزل۱۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
آنکھوں کو آنسوؤں نے کبھی یوں سجا دیا					پلکوں کو جگنوؤں کا جھروکہ بنادیا			
آ کھو کُ	آ سِ وو نِ	کَ بھی یو سَ	جا دِ یا		پل کو کُ	جگ نَ وو کَ	جھ رو کا بَ	نا دِ یا
لہروں میں ایک دن تری تصویر آئے گی					کاغذ کو آج ہم نے ندی میں بہا دیا			
لہ رو م	ای ک دن ت	ر تص وی ر	آ ءِ گی		کا غذ کُ	آ ج ہم ن	ن دی می ب	ہا دِ یا

میں شاخ پر مہکتا ہوا اک گلاب تھا					یہ کس کی بد دعاؤں نے پتھر بنا دیا			
می شا خ	پر م ہک ت	ہ وا اک گ	لا ب تھا		یہ کس کِ	بد دُ عا ؤ	نِ تھ تھر ب	نا دِ یا
میں چاند کا خیال تھا تاروں کا خواب تھا					کس نے مجھے چراغ بنا کر بجھا دیا			
می چا د	کا خ یا ل	تھ تا رو ک	خا ب تھا		کس نے م	جھے چ را غ	ب نا کر ب	جھا دِ یا
اب صبح کی اذان مرا منہ دھلائے گی					بے خواب سسکیوں نے تھپک کر سلا دیا			
اب صب ح	کی ا ذا ن	م را من دُ	لا ءِ گی		بے خا ب	سس کِ یو نِ	تھ پک کر سُ	لا دِ یا

غزل۲۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
اُداس چاند ستاروں کو ہم نے چھوڑ دیا					ہوا کے ساتھ چلے اور ہوا کو موڑ دیا			
اُ دا سِ چا	دِ سِ تا رو	کُ ہم نِ چھو	ڑ دِ یا		ہَ وا کِ سا	تھ چَ لے ار	ہَ وا کُ مو	ڑ دِ یا
اس آسمان کو ہم نے زمین بخشی ہے					زمین سخت تھی دل کا لہو نچوڑ دیا			
اس آ س ما	ن کُ ہم نے	ز می ن بخ	شی ہے		ز می ن سخ	ت تھِ دل کا	ل ہو ن چو	ڑ دِ یا
وہ جانتا ہے اکیلا کہاں میں جاؤں گا					اسی لیے تو مرا ہاتھ اس نے چھوڑ دیا			
وُ جا ن تا	ہ اَ کی لا	ک ہا م جا	وو گا		اسی لِ یے	تُ مِ را ہا	تھ اس ن چھو	ڑ دِ یا
ذرا اداس ہے دنیا، بہت خراب ہے دل					تمھاری یاد نے یہ سوچنا بھی چھوڑ دیا			
ذ را اُ دا	سِ ہَ دن یا	ب ہت خ را	ب ہ دل		تُ ما رِ یا	د نِ یہ سو	چ نا بھ چھو	ڑ دِ یا
تمام زندگی ہم نے غزل کے نام لکھی					ہر ایک فیصلہ ہم نے خدا پہ چھوڑ دیا			
ت ما م زن	د گِ ہم نے	غ زل ک نا	م لِ کھی		ہ ری ک فی	صِ لَ ہم نے	خُ دَ پہ چھو	ڑ دِ یا

غزل۳۔ بحرِ رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فعِلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فع لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فع لن
رات آنکھوں میں ڈھلی پلکوں پہ جگنو آئے					ہم ہواؤں کی طرح جاگے اُسے چھو آئے			
را ت آ کھو	مَ ڈ لی پل	کُ پَ جگ نو	آ ئے		ہم ہَ وا وو	کِ طَ رح جا	گِ اُ سے چھو	آ ئے
میرا آئینہ بھی اب میری طرح پاگل ہے					آئینہ دیکھنے جاؤں تو نظر تو آئے			
می ر آ ئی	نَ بھِ اب می	رِ ط رح پا	گل ہے		آ ءِ نہ دی	کھ ن جا وو	تُ ن ظر تو	آ ئے
ان فقیروں کو غزل اپنی سناتے رہیو					جن کی آواز میں درگاہوں کی خوشبو آئے			

ان ف قی رو	کُ غ زل اپ	نِ سُ نا تے	رہ یو		جن کِ آ وا	ز م در گا	ہُ کِ خش بو	آ ئے
بس گئی ہے مرے احساس میں یہ کیسی مہک					کوئی خوشبو میں لگاؤں تری خوشبو آئے			
بس گ ئی ہے	م ر اح سا	س م یہ کی	سِ م ہک		کو ءِ خش بو	م ل گا وو	ت رِ خش بو	آ ئے
اس کی آنکھیں مجھے میرآ کا بھجن لگتی ہیں					پلکیں جھپکائے تو لوبان کی خوشبو آئے			
اس کِ آ کھی	مُ جھِ می را	کَ بھ َجن لگ	تی ہی		پل ک جھپ کا	ءِ تُ لا با	ن کِ خش بو	آ ئے

غزل۴۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
زندگی موسموں کی ہجرت ہے				دل کا پت جھڑ بھی خوبصورت ہے		
زن د گی مو	س مو کِ ہج	رت ہے		دل کَ پت جھڑ	بھِ خو ب صو	رت ہے
چاند میں اک اداس لڑکی ہے				اس سے میری خط و کتابت ہے		
چا د می اک	ا دا س لڑ	کی ہے		اس س می ری	خ طو ک تا	بت ہے
اجلے اجلے چراغ پہنے ہوئے				رات اک سانولی سی عورت ہے		
اج ل اج لے	چ را غ پہ	ن ہُ وے		را ت اک سا	و لی سِ عو	رت ہے
دھوپ بالوں میں جھلملانے لگی				آئینہ کتنا بے مروت ہے		
دھو پ با لو	م جھل م لا	ن ل گی		آ ءِ نا کت	نَ بے م رو	وت ہے
آدمی آج تک ادھورا ہے				ایک عورت ہزار عورت ہے		
آ د می آ	ج تک ا دھو	را ہے		ای ک عو رت	ہ زا ر عو	رت ہے

غزل۵۔ بحر متدارک مثمن مخبون مضاعف (بحر زمزمہ):

فَعِلن فَعِلن فعلن فَعِلن فعلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن

فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن
چل چل کے رکے، رُک رُک کے چلے، جو دل نے کہا وہ ہم نے کیا							
چل چل	کِ رُ کے	رک رک	ک چ لے	جو دل	نِ ک ہا	وہ ہم	نِ کِ یا
فعْ لن	فع لن	فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن
سب کی مانی پر شام ڈھلے جو دل نے کہا وہ ہم نے کیا							
سب کی	ما نی	پر شا	م ڈھ لے	جو دل	ن ک ہا	وہ ہم	ن ک یا

فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن
موسم کے دین و مذہب کو ہم نے اپنا مذہب جانا							
مو سم	کے دی	نو مذ	ہب کو	ہم نے	اپ نا	مذ ہب	جا نا
فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن
پھولوں کے بدن پھولوں سے ملے جو دل نے کہا وہ ہم نے کیا							
پھو لو	ک ب دن	پھو لو	س م لے	جو دل	ن ک ہا	وہ ہم	ن ک یا
فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن
روشن روشن شاخوں پہ کھلے جو شام ڈھلی طاقوں میں جلے							
رو شن	رو شن	شا خو	پ کھِ لے	جو شا	م ڈھ لی	طا قو	م ج لے
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن	فعْ لن	فَ عِ لن
موتی چمکے پلکوں کے تلے جو دل نے کہا وہ ہم نے کیا							
مو تی	چم کے	پل کو	کِ ت لے	جو دل	نِ ک ہا	وہ ہم	ن کِ یا

غزل۶۔ بحرِ رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن
تھرٹی فائیو ہے بہت بھر پور عورت سی لگی					اس سے مل کر زندگی کچھ خوب صورت سی لگی			
تھر ٹِ فا یو	ہے بَ ہت بھر	پو رِ عو رت	سی ل گی		اس سِ مل کر	زن د گی کچھ	خوب صورت	سی ل گی
دھوپ کے سادھو کو کس نے پیار سے پانی دیا					صبح کی پوجا مجھے شب کی عبادت سی لگی			
دھوپ کے سا	دھو کُ کس نے	پا ر سے پا	نی د یا		صب ح کی پو	جا مُ جھے شب	کی عِ با دت	سی ل گی
پھول سی بچی نے میرے ہاتھ سے چھینا گلاس					آج امی کی طرح وہ پوری عورت سی لگی			
پھو ل سی بچ	چی ن می رے	ہا تھ سے چھی	نا گ لا س		آ ج ام می	کی ط رح وہ	پو رِ عو رت	سی ل گی
آخری بیٹی کی شادی کر کے سوئی رات بھر					صبح بچوں کی طرح وہ خوب صورت سی لگی			
آ خ ری بی	ٹی کِ شا دی	کر ک سو ئی	را ت بھر		صب ح بچ چو	کی ط رح وہ	خوب صورت	سی ل گی
تم نے گھر آ کر در و دیوار روشن کر دیے					گود میں چہکا فرشتہ دھوپ جنت سی لگی			
تم ن گھر آ	کر د رو دی	وا ر رو شن	کر د یے		گو د می چہ	کا ف رش تہ	دھوپ جن نت	سی ل گی

غزل۷۔ بحرِ خفیف مسدس مخبون محذوف: فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
خوش رہے یا بہت اُداس رہے				زندگی تیرے آس پاس رہے		
خش ر ہے یا	ب ہت ا دا	س ر ہے		زن د گی تی	ر آ س پا	س ر ہے
اک پرندہ اداس بیٹھا تھا				شام کے سائے آس پاس رہے		
اک پ رن دہ	ا دا س بی	ٹھا ہے		شا م کے سا	ءِ آ س پا	س ر ہے
زندگی بھی عجیب دریا ہے				زندگی بھر اسی کی پیاس رہے		
ان د گی بھی	ع جی ب در	یا ہے		زن د گی بھر	ا سی ک پا	س ر ہے
رات کے بعد رات آئے گی				ہاتھ میں چاند کا گلاس رہے		
را ت کے بع	د را ت آ	ئے گی		ہا تھ می چا	د کا گ لا	س ر ہے
زندگی کے لیے ضروری ہے				ہر حقیقت تلے قیاس رہے		
زن د گی کے	ل یے ض رو	ری ہے		ہر ح قی قت	ت لے ق یا	س ر ہے

غزل۸۔ بحر متقارب اثرم مضاعف: چہارزدہ رکنی

فِعْلُ فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول

فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فاع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فا ع
جگنو جگنو خوشبو خوشبو، شام ہوا کا نام								دھرتی امبر نیچے اوپر ایک ذرا سا نام						
جگ نو	جگ نو	خش بو	خش بو	شا م	ہ وا کا	نا م		دھر تی	ام بر	نی چے	او پر	ای ک	ز را سا	نا م
فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع لن	فع لن		فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع ل	ف عو لن	فا ع
پتھر کی دہلیز سے جھانکی اک خوشبو سی کونپل								رِم جھم رِم جھم برس رہا ہے پاک خدا سا نام						

پتھ تھر	کی دہ	لی ز	سِ جھا کی	اک خش	بوسی	کو پل		رم جھم	رم جھم	برس	ر ہا ہے	پاک	خ دا سا	نا م
فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع لن	فع لن	فا ع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فا ع
پہلی بار ہوا کل تیری خوشبو کا احساس								ننھے منے ہونٹوں پر تھا رات دعا سا نام						
پہ لی	با ر	ہ وا کل	تی ری	خش بو	کا اح	سا س		نن نھے	من نے	ہو ٹو	پر تھا	رات	د عا سا	نا م

غزل۹۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
وہ شاخ ہے نہ پھول اگر تتلیاں نہ ہوں					وہ گھر بھی کوئی گھر ہے جہاں بچیاں نہ ہوں			
وہ شا خ	ہے نَ پھول	ا گر تت لِ	یا نَ ہو		وہ گھر بھِ	کو ءِ گھر ہَ	جَ ہا بچ چِ	یا نَ ہو
پلکوں سے آنسوؤں کی مہک آنی چاہیے					خالی ہے آسمان اگر بدلیاں نہ ہوں			
پل کو سِ	آ س وو کِ	م ہک آ نِ	چا ہِ یے		خا لی ہَ	آ س ما ن	ا گر بد ل	یا نَ ہو
دشمن کو بھی خدا کبھی ایسا مکاں نہ دے					تازہ ہوا کی جس میں کہیں کھڑکیاں نہ ہو			
دش من ک	بھی خُ دا ک	بھِ ای سا م	کا نَ دے		تا زہ ہَ	وا کِ جس م	ک ہی کھڑ کِ	یا نَ ہو
میں پوچھتا ہوں میری گلی میں وہ آئے کیوں					جس ڈاکیے کے پاس تیری چٹھیاں نہ ہوں			
می پو چھ	تا ہُ می رِ	گ لی می وُ	آ ءِ کو		جس ڈا ک	یے کِ پا س	ت ری چٹ ٹھ	یا نَ ہو

غزل۱۰۔ بحر رمل مسدس محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن
اچھی آنکھیں سچے دل پوجا کریں				آ صنم خانوں میں ہم سجدہ کریں		
اچھ چھ آ کھی	سچ چِ دل پو	جا ک ری		آ ص نم خا	نو مِ ہم سج	دا ک ری
پھول جیسے خوب صورت زخم ہیں				زندگی سے کیا گلہ شکوہ کریں		

پھو ل جی سے	خو ب صو رت	زخ م ہی		زن د گی سے	کا گِ لہ شک	دا ک ری
جب وہ آئے گا زمانہ آئے گا				ہم اکیلے ہیں اکیلے کیا کریں		
جب وُ آ ئے	گا ز ما نہ	آ ءِ گا		ہم ا کی لے	ہی ا کی لے	کا ک ری
آؤ جاناں بادلوں کے ساتھ ساتھ				دھوپ جاتی ہے کہاں پیچھا کریں		
آ وآ جا نا	با د لو کے	سا تھ سا تھ		دھو پ جا تی	ہے ک ہا پِ	چھا ک ری
پلکوں پلکوں رات بھر شبنم چنیں				قطرہ قطرہ جوڑ کر دریا کریں		
پل کُ پل کو	را ت بھر سج	دا ک ری		قط رَ قط رہ	جو ڑ کر در	یا ک ری

غزل ۱۱۔ بحر رمل مثمن مشکول: فَعِلات فاعِلاتن فَعِلات فاعِلاتن

فَ عِ لا تُ	فا عِ لا تن	فَ عِ لا تُ	فا عِ لا تن		فَ عِ لا تُ	فا عِ لا تن	فَ عِ لا تُ	فا عِ لا تن
اسی خاک میں بسوں گا یہی فیصلہ کیا ہے					اسی خاک سے اُٹھوں گا یہی فیصلہ کیا ہے			
اِ سِ خا ک	می بَ سو گا	یَ ہِ فی صِ	لا کِ یا ہے		اِ سِ خا ک	سے اُ ٹھو گا	یَ ہِ فی صِ	لا کِ یا ہے
بڑا دلفریب ہوگا یہاں پت جھڑوں کا موسم					کسی شاخ پر کھلوں گا یہی فیصلہ کیا ہے			
ب ڑ دل ف	ری ب ہو گا	یَ ہَ پت جھ	ڑو ک مو سم		کِ سِ شا خ	پر کھِ لو گا	یَ ہِ فی ص	لا کِ یا ہے
وہ ہوا ضرور آئے، مری رات ساتھ لائے					میں چراغ ہوں جلوں گا یہی فیصلہ کیا ہے			
وُ ہَ وا ض	رو ر آ ئے	م رِ را ت	سا تھ لا ئے		م چ را غ	ہو ج لو گا	یَ ہِ فی صِ	لا کِ یا ہے
سرِ شام تیرے آنسو جو ذرا چھلک پڑیں گے					انھیں رات بھر چنوں گا یہی فیصلہ کیا ہے			
س رِ شا م	تی ر آ سو	جُ ذَ را چھ	لک پ ڑی گے		اِ نھِ را ت	بھر چُ نو گا	یَ ہِ فی صِ	لا کِ یا ہے
تو بہت دہک رہا ہے تو بہت چہک رہا ہے					ترے ہونٹ چوم لوں گا یہی فیصلہ کیا ہے			
تُ ب ہت د	ہک ر ہا ہے	تُ ب ہت چ	ہک ر ہا ہے		ت رِ ہو ٹ	چو م لو گا	یَ ہِ فی صِ	لا کِ یا ہے

غزل ۱۲۔ بحر رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن
ایک اچھی لڑکی تھی ہم بھی اسے اچھے لگے					دیر تک لیکن کہاں چلتے ہیں ایسے سلسلے			
ای ک اچ چھی	لڑ کِ تھی ہم	بھی اسے اچ	چھے ل گے		دی ر تک لی	کن ک ہا چل	تے ہَ ای سے	سل سِ لے
وہ بھی کیا بھرپور دن تھے یاد آتے ہیں بہت					آگ اوڑھی اور بچھائی پانیوں پہ ہم چلے			
وہ بھِ کا بھر	پو ر دن تھے	یا د آ تے	ہی ب ہت		آگ اوڑھی	ار بِ چھا ئی	پا نِ یو پہ	ہم چ لے

کچھ دنوں کے بعد پیپل کی طرح پوچھیں گے لوگ					ہم کھڑے ہیں اور گزرے جا رہے ہیں قافلے			
کچھ د نو کے	بع د پی پل	کی ط رح پو	چی گ لو گ		ہم کھ ڑے ہی	او ر گز رے	جا ر ہے ہی	قا فِ لے
آنے والے آئیں گے اور جانیں والے جائیں گے					خوب صورت ہیں بہت آواگون کے سلسلے			
آ ن وا لے	آ ءِ گے ا ر	جا ن وا لے	جا ءِ گے		خو ب صو رت	ہی ب ہت آ	واگ ون کے	سل سِ لے

غزل ۱۳۔ بحر متقارب مدسس مضاعف: فِعْل فَعُول فَعُول فعُول فعُول فَعَل

فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع
دارو سے انکار کرے گا چل جھوٹے							تو بچوں سے پیار کرے گا چل جھوٹے					
دا رو	سے ان	کا ر	ک رے گا	چل جھو	ٹے		تو بچ	چو سے	پا ر	ک رے گا	چل جھو	ٹے
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو		فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع
دوہے میں غزلوں کی لٹکن ٹھیک نہیں							لنگی کو شلوار کرے گا چل جھوٹے					
دو ہے	می غز	لو کی	لٹ کن	ٹھی ک	ن ہی		لن گی	کو شل	وا ر	ک رے گا	چل جھو	ٹے
فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع
دل کو اب تیزاب سے دھونا پڑتا ہے							گنگا جل بے کار کرے گا چل جھوٹے					

دل کو	اب تی	زا ب	س دھو نا	پڑ تا	ہے		گن گا	جل بے	کا ر	ک رے گا	چل جھو	ٹے
فع ل	ف عو ل	ف عو ل	ف عو ل	ف عو لن	فع		فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع
میرؔ نظیرؔ کبیرؔ بشیرؔ کے جلوے ہیں							غالبؔ کیا دربار کرے گا چل جھوٹے					
می ر	ن ظی ر	ک بی ر	ب شی ر	ک جل وے	ہی		غا لب	کا در	با ر	ک رے گا	چل جھو	ٹے

غزل ۱۴۔ بحرِ رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فعْلن

فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
آگ لہرا کے چلی ہے اسے آنچل کردو					تم مجھے رات کا جلتا ہوا جنگل کردو			
آ گ لہ را	کِ چَ لی ہے	اِ سِ آ چل	کر دو		تم مُ جھے را	تِ کَ جل تا	ہُ وَ جن گل	کر دو
چاند سا مصرع اکیلا ہے مرے کاغذ پر					چھت پہ آجاؤ مرا شعر مکمل کر دو			
چا د سا مص	ر ا کی لا	ہ م رے کا	غذ پر		چھت پ آجا	ؤ م را شع	ر م کم مل	کر دو
میں تمھیں دل کی سیاست کا ہنر دیتا ہوں					اب اسے دھوپ بنادو مجھے بادل کر دو			
می ت می دل	کِ سِ یاست	کَ ہُ نر دی	تا ہو		اب اسے دھو	پ ب نا دو	مُ جھ با دل	کر دو
اپنے آنگن کی اداسی سے ذرا بات کرو					نیم کے سوکھے ہوئے پیڑ کو صندل کر دو			
اپ ن آ گن	کِ اُ دا سی	سِ ذ را با	ت ک رو		نی م کے سو	کھ ہُ وے پی	ڑ کُ صن دل	کر دو
تم مجھے چھوڑ کے جاؤ گے تو مر جاؤں گا					یوں کرو جانے سے پہلے مجھے پاگل کر دو			
تم م مجھے چھو	ڑ ک جا وو	گ ت مر جا	وو گا		یو ک رو جا	ن س پہ لے	مُ جھ پا گل	کر دو

غزل ۱۵۔ بحرِ ہزج مثمن سالم: مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن مفاعی لن

مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن		مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن	مَ فا عی لُن
پرکھنا مت پرکھنے میں کوئی اپنا نہیں رہتا					کسی بھی آئینے میں دیر تک چہرہ نہیں رہتا			

پ رکھ نامت	پ رکھ نے سے	ک ئی اپ نا	ن ہی رہ تا		کِ سی بھی آ	ء نے می دی	ر تک چہ را	ن ہی رہ تا
بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا					جہاں دریا سمندر سے ملا دریا نہیں رہتا			
ب ڑے لو گو	س مل نے می	ہ می شہ فا	ص لہ رکھ نا		ج ہا در یا	س من در سے	م لا در یا	ن ہی رہ تا
ہزاروں شعر میرے سوگئے کاغذ کی قبروں میں					عجب ماں ہوں کوئی بچہ مرا زندہ نہیں ہوتا			
ہ زا رو شع	ر می رے سو	گ ئے کا غذ	کِ قب رو می		ع جب ما ہو	کُ ئی بچ چہ	م را زن دا	ن ہی رہ تا
محبت ایک خوشبو ہے ہمیشہ ساتھ چلتی ہے					کوئی انسان تنہائی میں بھی تنہا نہیں ہوتا			
م حب بت ای	ک خش بو ہے	ہ می شہ سا	تھ چل تی ہے		کُ ئی ان سا	ن تن ہا ئی	م بھی تن ہا	ن ہی رہ تا
کوئی بادل ہرے موسم کا پھر اعلان کرتا ہے					خزاں کے باغ میں جب ایک بھی پتہ نہیں رہتا			
کُ ئی مو سم	ہ رے مو سم	ک پھر اع لا	ن کر تا ہے		خ زا کے با	غ می جب ای	ک بھی پت تہ	ن ہی رہ تا

غزل۱۶۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن مفاعِلن فعْلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فع لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فع لن
سات رنگوں کے شامیانے ہیں				دل کے موسم بڑے سہانے ہیں		
سا ت رن گو	کِ شا م یا	نے ہی		دل کِ مو سم	ب ڑے س ہا	نے ہی
کوئی تدبیر بھولنے کی نہیں				یاد آنے کے سو بہانے ہیں		
کو ءِ تد بی	ر بھو ل نے	کِ ن ہی		یا د آ نے	ک سو ب ہا	نے ہی
دل کی بستی ابھی کہاں بدلی				یہ محلے بہت پرانے ہیں		
دل ک بس تی	ا بھی ک ہا	بد لی		یہ م حل لے	ب ہت پ را	نے ہی
حق ہمارا نہیں درختوں پر				یہ پرندوں کے آشیانے ہیں		
حق ہ ما را	ن ہی د رخ	تو پر		یہ پ رن دو	ک آ ش یا	نے ہی
علم و حکمت سیاست و مذہب				اپنے اپنے شراب خانے ہیں		
عل مُ حک مت	سِ یا س تو	مذ ہب		اپ ن اپ نے	ش را ب خا	نے ہی

غزل۱۷۔ بحر متقارب مثمن سالم: فَعُولن فَعُولن فَعُولن فَعُولن

فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن		فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن	فَ عو لن
کتابیں رسالے نہ اخبار پڑھنا					مگر دل کو ہر رات اِک بار پڑھنا			
کِ تا بی	رِ سا لے	نَ اخ با	ر پڑ نا		م گر دل	کُ ہر را	ت اک با	ر پڑ نا

سیاست کی اپنی الگ اک زباں ہے					لکھا ہو جو اقرار انکار پڑھنا			
سِ یا ست	کِ اپ نی	اَ لگ اک	ز با ہے		لِ کھا ہو	جُ اق را	ر ان کا	ر پڑ نا
کتابیں کتابیں کتابیں کتابیں					کبھی تو وہ آنکھیں وہ رخسار پڑھنا			
کِ تا بی	کِ تا بی	کِ تا بی	کِ تا بی		کَ بھی تو	وُ آ کھی	وُ رخ سا	ر پڑ نا
میں کاغذ کی تقدیر پہچانتا ہوں					سپاہی کو آتا ہے تلوار پڑھنا			
م کا غذ	کِ تق دی	رِ پہ چا	ن تا ہو		سِ پا ہی	کُ آ تا	ہَ تل وا	ر پڑ نا
زبانوں کی یہ خوبصورت اکائی					غزل کے پرندوں کا اشعار پڑھنا			
ز با نو	کِ یہ خو	ب صو رت	اِ کا ئی		غ زل کے	پ رن دو	کَ اش عا	ر پڑ نا

غزل۱۸۔بحر متقارب مدس مضاعف:فِعْل فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل

فع ل	ف عو لن	فع ل	ف عو لن	فع ل	ف عو		فع ل	ف عو لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو
نام اسی کا نام سویرے شام لکھا							شعر لکھا یا خط اس کو گمنام لکھا					
نا م	اسی کا	نا م	س وی رے	شا م	ل کھا		شع ر	ل کھا یا	خط اس	کو گم	نا م	ل کھا
فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع لن	ف عو
اس دن پہلا پھول کھلا جب پت جھڑ نے							پتی پتی جوڑ کے تیرا نام لکھا					
اس دن	پہ لا	پھو ل	کھ لا جب	پت جھڑ	نے		پت تی	پت تی	جو ڑ	ک تی را	نا م	ل کھا
فع ل	ف عو ل	ف عو ل	ف عو لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو
میرؔ کبیرؔ بشیر اسی مکتب کے ہیں							آ دل کے مکتب میں اپنا نام لکھا					

می ر	ک بی ر	ب شی ر	ا سی مک	تب کے	ہی		آ دل	کے مک	تب می	اپ نا	نا م	ل کھا

غزل ۱۹۔ بحر متقارب مسدس مضاعف: فِعْلُ فَعُول فَعُول فَعُول فَعُول فَعَل

فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
صدیوں کی گھڑی سر پر لے جاتی ہے							دنیا بچی بن کر واپس آتی ہے					
صد یو	کی گھٹ	ڑی سر	پر لے	جا تی	ہے		دن یا	بچ چی	بن کر	وا پس	آ تی	ہے
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
میں دنیا کی حد سے باہر رہتا ہوں							گھر میرا چھوٹا ہے لیکن ذاتی ہے					
می دن	یا کی	حد سے	با ہر	رہ تا	ہو		گھر می	را چھو	ٹا ہے	لی کن	ذا تی	ہے
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع
دنیا بھر کے شہروں کا کلچر یکساں							آبادی تنہائی بنتی جاتی ہے					
دن یا	بھر کے	شہ رو	کا کل	چر یک	سا		آ با	دی تن	ہا ئی	بن تی	جا تی	ہے

غزل ۲۰۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فِعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
غموں کی آہٹیں شب بھر چھتوں پہ چلتی ہیں					امام باڑوں سے سیدانیاں نکلتی ہیں			
غَ مو کِ آ	ہَ ٹ شب بھر	چھ َ تو پ چل	تی ہی		اِ ما م با	ڑُ سِ سی دا	نِ یا نِ کل	تی ہی
اُداسیوں کو سدا دل کے طاق میں رکھنا					یہ موم بتیاں ہیں، رات رات جلتی ہیں			
اُ دا سِ یو	کُ س دا دل	کِ طا ق می	رکھ نا		یِ موم بت	تِ یَ ہی را	ت رات جل	تی ہی
رسوئی گھر میں یہ احساس روز ہوتا ہے					تری دعاؤں کے پنکھے ہوائیں جھلتی ہیں			
ر سو ءِ گھر	م ی اح سا	س رو ز ہو	تا ہے		ت ری د عا	ؤ ک پن کھے	ہ وا ءِ جھل	تی ہی
عجیب آگ ہے ہمدردیوں کے موسم کی					غریب بستیاں برسات ہی میں جلتی ہیں			

ع جی ب آ	گ ہَ ہم در	دِ یو ک مو	سم کی		غ ری ب بس	تِ یَ بر سا	ت ہی ہَ جل	تی ہی
یہ الجھنیں بھی ضروری ہیں زندگی کے لیے					سمندروں میں یوں ہی مچھلیاں مچلتی ہیں			
یِ ال جھ نی	بھِ ض روری	ہَ زن د گی	کِ لِ یے		س من د رو	م یُ ہی مچھ	لِ یا م چل	تی ہی

غزل۲۱۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف مقطوع: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فعْ لن
ڈھوپ کے پار ستاروں کا نگر لگتا ہے					اُس پہاڑی پہ مجھے چاند کا گھر لگتا ہے			
دھوپ کے پا	ر سِ تا رو	کَ نَ گر لگ	تا ہے		اُس پ ہاڑی	پ مُ جھے چا	د کَ گھر لگ	تا ہے
سر سے پا تک وہ گلابوں کا شجر لگتا ہے					باوضو ہو کے بھی چھوتے ہوئے ڈر لگتا ہے			
سر سِ پا تک	وُ گُ لا بو	کَ شَ جر لگ	تا ہے		با و ضو ہو	کِ بھِ چھو تے	ہُ وِ ڈر لگ	تا ہے
چاند محراب پہ سوئی ہوئی اک آیت ہے					بے وضو آنکھیں ہیں پڑھتے ہوئے ڈر لگتا ہے			
چا د مح را	ب پ سوئی	ہُ وِ اک آ	یت ہے		بے و ضو آ	کھ ہَ پڑ تے	ہُ وِ ڈر لگ	تا ہے
میں ترے ساتھ ستاروں سے گزر سکتا ہوں					کتنا آسان محبت کا سفر لگتا ہے			
می ت رے سا	تھ سِ تا رو	سِ گُ زر سک	تا ہے		کت ن آ سا	ن مُ حب بت	کَ س فر لگ	تا ہے
زندگی تو نے مجھے قبر سے کم دی ہے زمیں					پاؤں پھیلاؤں تو دیوار میں سر لگتا ہے			
زن د گی تو	ن مُ جھے قب	ر س کم دی	ہ ز می		پا ؤ پھی لا	ؤُ تُ دی وا	ر م سر لگ	تا ہے

غزل۲۲۔ بحر رمل مسدس مخبون محذوف مسکن: فاعِلاتن فَعِلاتن فِعْلن

فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فع لن		فا عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فع لن
شام سے راستہ تکتا ہو گا				چاند کھڑکی میں اکیلا ہو گا		
شا م سے را	سِ تَ تک تا	ہو گا		چا د کھڑ کی	مَ اَ کی لا	ہو گا
دھوپ کی شاخ پہ تنہا تنہا				وہ محبت کا پرندہ ہو گا		
دھو پ کی شا	خ پ تن ہا	تن ہا		وہ م حب بت	ک پ رن دہ	ہو گا
نیند میں ڈوبی مہکتی سانسیں				خواب میں پھول سا چہرہ ہو گا		
نی د می ڈو	بِ م ہک تی	سا سی		خا ب می پھو	ل س چہ رہ	ہو گا

مسکراتا ہوا جھلمل آنسو				تیری رحمت کا فرشتہ ہو گا		
مس کُ را تا	ہُ وَ جھل مل	آ سو		تی ر رح مت	ک ف رش تہ	ہو گا
خوبصورت نئی دنیا ہو گی				مجھ سے اچھا مرا بیٹا ہو گا		
خو ب صو رت	ن ءِ دن یا	ہو گی		مجھ س اچ چھا	م ر بی ٹا	ہو گا

غزل۲۳۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف: فاعِلاتن مفاعِلن فَعِلن

فا عِ لا تن	مَ فا عِ لن	فَ عِ لن		فا عِ لا تن	م فا عِ لن	فَ عِ لن
درد کی بستیاں بسا کے رکھو				رحمتوں کو سجا سجا کے رکھو		
در د کی بس	تِ یا بَ سا	کِ رَ کھو		رح مَ تو کو	س جا س جا	کِ رَ کھو
کاغذوں کے گھروں سے دور ذرا				دل کی چنگاریاں دبا کے رکھو		
کا غ زو کے	گھ رو س دو	ر ذ را		دل کِ چن گا	رِ یا د با	کِ رَ کھو
آگ کے جھلملاتے پھولوں سے				دل کا موسم سجا سجا کے رکھو		
آگ کے جھل	مِ لا تِ پھو	لو سے		دل ک مو سم	س جا س جا	کِ رَ کھو
آخری وقت مسکرانا ہے				یہ ہنر ہے اسے بچا کے رکھو		
آ خ ری وق	ت مس ک را	نا ہے		یہ ہُ نر ہے	ا سے ب چا	کِ رَ کھو

غزل۲۴۔ بحرِ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن: مفاعِلن فَعِلاتن مفاعِلن فعْلن

مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن		مَ فا عِ لن	فَ عِ لا تن	م فا عِ لن	فعْ لن
عبادتوں کی طرح میں یہ کام کرتا ہوں					مرا اُصول ہے پہلے سلام کرتا ہوں			
عِ با د تو	کِ طَ رح می	یِ کا م کر	تا ہو		م را ا صو	ل ہَ پہ لے	سَ لا م کر	تا ہو
مخالفت سے مری شخصیت سنورتی ہے					میں دشمنوں کا بڑا احترام کرتا ہوں			
م خا ل فت	س م ری شخ	ص یت س ور	تی ہے		م دش م نو	ک ب ڑا اح	ت را م کر	تا ہو
میں اپنی جیب میں اپنا پتہ نہیں رکھتا					سفر میں صرف یہی اہتمام کرتا ہوں			
م اپ ن جی	ب م اپ نا	پ تا ن ہی	رکھ تا		س فر م صر	ف ی ہی اہ	ت ما م کر	تا ہو
میں ڈر گیا ہوں بہت سایہ دار پیڑوں سے					ذرا سی دھوپ بچھا کر قیام کرتا ہوں			
م ڈر گ یا	ہُ ب ہت سا	ی دا ر پی	ڑو سے		ذ را س دھو	پ ب چھا کر	ق یا م کر	تا ہو
مجھے خدا نے غزل کا دیار بخشا ہے					یہ سلطنت میں محبت کے نام کرتا ہوں			

مُ جھے خ دا	ن غ زل کا	د یا ر بخ	شا ہے		ی سل طنت	م مُ حب بت	ک نا م کر	تا ہو

غزل۲۵۔بحر رمل مسدس محذوف:فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن
غم ہمیشہ خوبصورت دیجیے				ہم محبت ہیں محبت دیجیے		
غم ہَ می شا	خو ب صو رت	دی جِ یے		ہم مُ حب بت	ہی مُ حب بت	دی جِ یے
اَن چھوئی کلیوں کی پلکیں چومئے				اجنبی بچوں کو چاہت دیجیے		
ان چھُ وی کل	یو کِ پل کی	چو م ئے		اج ن بی بچ	چو کُ چا ہت	دی جِ یے
جھیل سی آنکھوں میں پورے چاند کو				ڈوب جانے کی اجازت دیجیے		
جھی ل سی آ	کھو م پو رے	چا د کو		ڈو ب جا نے	کی اِ جا زت	دی جِ یے
ان پرندوں پر بھروسہ کیجیے				آسماں چھونے کی ہمت دیجیے		
ان پ رن دو	پر بھ رو سہ	کی ج یے		آ س ما چھو	نے کِ ہم مت	دی جِ یے
آپ سے مل کر بہت جی خوش ہوا				پھر ملیں گے اب اجازت دیجیے		
آ پ سے مل	کر ب ہت جی	خش ہ وا		پھر م لی گے	اب ا جا زت	دی جِ یے

غزل۲۶۔بحر متقارب مسدس مضاعف:فِعْلُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعَلْ

فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	فع ل	ف عل		فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عل
دالانوں کی دھوپ چھتوں کی شام کہاں							گھر سے باہر گھر جیسا آرام کہاں					
دا لا	نو کی	دھو پ	چھ تو کی	شا م	ک ہا		گھر سے	با ہر	گھر جی	سا آ	را م	ک ہا
فع لن	فع لن	فع ل	ف عولن	فع لن	فع		فع ل	ف عول	فع لن	فع لن	فع ل	ف عل
میں اس کو پہچان نہیں پایا تو کیا							یاد اسے بھی آیا میرا نام کہاں					
می اس	کو پہ	چا ن	ن ہی پا	یا تو	کا		یا د	اسے بھِ	آ یا	می را	نا م	ک ہا

غزل۲۷۔ہزج مسدس محذوف:مفاعی لن مفاعی لن فعُولن

م فا عی لن	م فا عی لن	ف عو لن		م فا عی لن	م فا عی لن	ف عو لن

تری جنت سے ہجرت کر رہے ہیں				فرشتے کیا بغاوت کر رہے ہیں		
ت ری جن نت	س ہج رت کر	ر ہے ہی		ف رش تے کا	ب غا وت کر	ر ہے ہی
وہ خود ہارے ہوئے ہیں زندگی سے				یہاں بادل عبادت کر رہے ہیں		
وُ خد ہا رے	ہُ وے ہی زن	د گی سے		یَ ہا با دل	عِ با دت کر	ر ہے ہی
زمیں بھیگی ہوئی ہے آنسوؤں سے				یہاں بادل عبادت کر رہے ہیں		
ز می بھی گی	ہُ وی ہے آ	س وو سے		ی ہا با دل	ع با دت کر	ر ہے ہی
ہماری بے بسی کی انتہا ہے				کہ ظالم کی حمایت کر رہے ہیں		
ہ ما ری بے	ب سی کی ان	ت ہا ہے		کِ ظا لم کی	ح ما یت کر	ر ہے ہی
میں اپنے بھائیوں سے مختلف ہوں				وہ موسم کی شکایت کر رہے ہیں		
م اپ نے بھا	ءِ یو سے مخ	ت لف ہو		وُ مو سم کی	ش کا یت کر	ر ہے ہی

غزل۲۸۔ بحرِ ہزج مسدس محذوف: مفاعی لن مفاعی لن فعُولن

م فا عی لن	م فا عی لن	ف عو لن		م فا عی لن	م فا عی لن	ف عو لن
مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے				یہ دنیا خوب صورت ہوگئی ہے		
م جھے تم سے	م حب بت ہو	گ ئی ہے		ی دن یا خو	ب صو رت ہو	گ ئی ہے
خدا سے روز تم کو مانگتا ہوں				مری چاہت عبادت ہو گئی ہے		
خ دا سے رو	ز تم کو ما	گ تا ہو		م ری چا ہت	ع با دت ہو	گ ئی ہے
وہ چہرہ چاند ہے آنکھیں ستارے				زمیں پھولوں کی جنت ہو گئی ہے		
وُ چہ رہ چا	د ہے آ کھی	سِ تا رے		ز می پھو لو	کِ جن نت ہو	گ ئی ہے
بہت دن سے تمھیں دیکھا نہیں ہے				چلے بھی آؤ، مدت ہو گئی ہے		
ب ہت دن سے	ت می دی کھا	ن ہی ہے		چ لے بھی آ	وُ مد دت ہو	گ ئی ہے
بہت دن سے تمھیں دیکھا نہیں ہے				چلے بھی آؤ مدت ہو گئی ہے		
ب ہت دن سے	ت می دی کھا	ن ہی ہے		چ لے بھی آ	وُ مد دت ہو	گ ئی ہے

غزل۲۹۔ بحرِ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول مفاعیل مفاعیل فعُولن

مف عو لُ	مَ فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن		مف عو لُ	مَ فا عی لُ	م فا عی لُ	فَ عو لن
سُن لی خدا نے وہ دعا تم تو نہیں ہو					دروازے پہ دستک کی صدا تم تو نہیں ہو			

سن لی خ	د نے وہ د	عَ تم تو نَ	ہِ ہو [1]		در وا ز	پ دس تک کِ	ص دا تم تُ	نَ ہی ہو
محسوس کیا تم کو تو گیلی ہوئی پلکیں					بھیگے ہوئے موسم کی ادا تم تو نہیں ہو			
مح سو س	ک یا تم کُ	تُ گی لی ہُ	وِ پل کی		بھی گے ہُ	و مو سم ک	ا دا تم تُ	نَ ہی ہو
انجانی سی راہوں میں کوئی بھی نہیں میرا					کس نے مجھے یوں اپنا کہا تم تو نہیں ہو			
ان جا نِ	سِ را ہو م	کُ ئی بھی ن	ن ہی می را		کس نے م	جھ یو اپ ن	ک ہا تم ت	نَ ہی ہو
دنیا کو بہر حال گلے شکوے رہیں گے					دنیا کی طرح مجھ سے خفا تم تو نہیں ہو			
دن یا ک	ب ہر حا ل	گ لے شک و	ر ہی گے		دن یا کِ	ط رح مجھ س	خ فا تم تُ	نَ ہی ہو

غزل ۳۰۔ بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف: مفعول فاعلات مفاعیل فاعِلن

مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن		مف عو لُ	فا عِ لا تُ	م فا عی لُ	فا عِ لن
اِک چہرہ ساتھ ساتھ رہا جو ملا نہیں					کس کو تلاش کرتے رہے کچھ پتہ نہیں			
اک چہ رَ	ساتھ ساتھ	ر ہا جو مِ	لا نَ ہی		کس کو تَ	لا ش کر تِ	ر ہے کچھ پَ	تا نَ ہی
شدت کی دھوپ تیز ہواؤں کے باوجود					میں شاخ سے گرا ہوں نظر سے گرا نہیں			
شد دت کِ	دھو پ تی ز	ہ وا وو ک	با و جو د		می شا خ	سے گ را ہُ	ن ظر سے گ	را نَ ہی
آخر غزل کا تاج محل بھی ہے مقبرہ					ہم زندگی تھے ہم کو کسی نے جیا نہیں			
آ خر غ	زل ک تا ج	م حل بھی ہ	مق ب رہ		ہم زن د	گی تھ ہم ک	ک سی نے ج	یا نَ ہی
جس کی مخالفت ہوئی مشہور ہو گیا					ان پتھروں سے کوئی پرندہ گرا نہیں			
جس کی م	خا ل فت ہُ	وِ مش ہو ر	ہو گ یا		ان پتھ تھ	رو س کو ءِ	پ رن دہ گِ	را نَ ہی
کس نے جلائیں بستیاں، بازار کیوں لٹے					میں چاند پر گیا تھا، مجھے کچھ پتہ نہیں			
کس نے ج	لا ءِ بس ت	ی با زا ر	کو ل ٹے		می چا د	پر گ یا تھ	م جھے کچھ پ	تا نَ ہی

غزل ۳۱۔ بحر رمل مثمن محذوف: فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلاتن فاعِلن

فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن		فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لا تن	فا عِ لن
آگ کو گلزار کرے برف کو دریا کرے					دیکھنے والا تری آواز کو دیکھا کرے			

---

[1] اس مصرع میں ایک رکن کی کمی ہے، میرا گمان ہے کہ کتابت کی غلطی ہے کیوں کہ مصرع یوں مکمل ہوتا ہے۔ ع سن لی خدا نے جو، وہ دعا تم تو نہیں ہو۔

آگ کو گل	زارِک رے[1]	بر ف کو در	یا ک رے		دی کھ نے وا	لا ت ری آ	وا ز کو دی	کھا ک رے
اس کی رحمت نے مرے بچے کے ماتھے پر لکھا					اس پرندے کے پروں پر آسماں سجدہ کرے			
اس کِ رح مت	نے م رے بچ	چ ک ماتھے	پر لِ کھا		اس پ رن دے	کے پ رو پر	آ س ما سج	دہ ک رے
ایک مٹھی خاک تھے ہم، ایک مٹھی خاک ہیں					اس کی مرضی ہے ہمیں صحرا کرے دریا کرے			
ای ک مٹھ ٹھی	خاک تھے ہم	ای ک مٹھ ٹھی	خا ک ہی		اس کِ مرضی	ہے ہ می صح	راک رے در	یا ک رے
دن کا شہزادہ مرا مہمان ہے، بیشک رہے					رات کا بھولا مسافر بھی یہاں ٹھہرا کرے			
دن ک شہ زا	دا م را مہ	ما ن ہے بی	شک ر ہے		رات کا بھو	لا م سا فر	بھی ی ہا ٹھہ	را ک رے

غزل ۳۲۔ بحر رمل مثمن مخبون محذوف: فاعِلاتن فَعِلاتن فَعِلاتن فَعِلن

فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لن		فاعِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لا تن	فَ عِ لن
آئینہ دھوپ کا، دریا میں دکھاتا ہے مجھے					میرا دشمن، مرے لہجے میں بلاتا ہے مجھے			
آ ءِ نا دھو	پ کَ در یا	مَ دِ کھا تا	ہَ مُ جھے		می رَدش من	مِ رِ لہ جے	مِ بُ لا تا	ہَ مُ جھے
آنسوؤں سے مری تحریر نہیں مٹ سکتی					کوئی کاغذ ہوں کہ پانی سے ڈراتا ہے مجھے			
آ س وو سے	م رِ تح ری	ر ن ہی مٹ	سک تی		کو ءِ کا غذ	ہُ کِ پا نی	سِ ڈ را تا	ہَ مُ جھے
سر پہ سورج کی سواری مجھے منظور نہیں					اپنا قد دھوپ میں چھوٹا نظر آتا ہے مجھے			
سر پ سو رج	کِ س وا ری	مُ جھ من ظو	ر ن ہی		اپ ن قد دھو	پ م چھو ٹا	ن ظ را تا	ہَ مُ جھے
دودھ پیتے ہوئے بچے کی طرح ہے دل بھی					دن میں سو جاتا ہے راتوں میں جگاتا ہے مجھے			
دو د پی تے	ہُ وِ بچ چے	کِ ط رح ہے	دل بھی		دن م سو جا	ت ہ را تو	م ج گا تا	ہَ مُ جھے
روز کہتا ہے کہ گرتی ہوئی دیوار ہو تم					ایک بادل ہے جو رہ رہ کے ڈراتا ہے مجھے			
رو ز کہ تا	ہَ کِ گر تی	ہُ وِ دی وا	رِ ہُ تم		ای ک با دل	ہَ جُ رہ رہ	ک ڈ را تا	ہَ مُ جھے

---

[1] حشو میں مفتعلن لائے ہیں جو دراصل صرف ایک حرکت کی تبدیلی کا حاصل ہے، شاعر عروض شناس ہو تو اس طرح کی رعایتوں سے خوب استفادہ کر سکتا ہے۔

ہندی اوزان کی تقطیع[1]

غـزل ا۔

ماٹی کی کچی گاگر کو، کیا کھونا کیا پانا بابا

ماٹی کو ماٹی رہنا ہے، ماٹی میں مل جانا بابا

بحرِ ہندی / متقارب اثرم مقبوض محذوف مضاعف: فِعْلُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولُ فَعُولَن

سمان سویا چھند، کل ۳۲ ماترائیں، ۱۶ ویں ماترا پر وشرام، مصرع کے آخر پر گرو، گرو یا لگھو گرو۔

فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	
ماٹی کی کچی گاگر کو، کیا کھونا کیا پانا بابا								
ما ٹی	کی کچ	چی گا	گر کو	کا کھو	نا کا	پا نا	با با	کل ماترا
۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲،	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۳۲
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	
ماٹی کو ماٹی رہنا ہے، ماٹی میں مل جانا بابا								
ما ٹی	کو ما	ٹی رہ	نا ہے	ما ٹی	می مل	جا نا	با با	کل ماترا
۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲،	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۳۲
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو لن	
جس لکڑی کو اندر اندر دیمک بالکل چاٹ چکی ہو								
جس لک	ڑی کو	ان در	ان در	دی مک	بل کل	چا ٹ	چ کی ہے	کل ماترا
۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲،	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۱	۱ ۲ ۲	۳۲
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن	فع ل	ف عو ل	ف عو لن	فع لن	
اس کو اوپر سے چمکانا راکھ پہ دھوپ چمکانا بابا								
اس کو	او پر	سے چم	کا نا	را کھ	پ دھوپ	ج ما نا	با با	کل ماترا

[1]۔ سمان سویا چھند اور راس چھند بشیر بدرؔ کے مرغوب اوزان ہیں لہٰذا یہاں ان کی تقطیع چھند شاستر کے پیمانوں کے مطابق درج ہے۔

۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲	۲ ۲،	۲ ۱	۱ ۲ ۱	۱ ۲ ۲	۲ ۲	۳۲
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	
چھت کے اوپر بادل برسیں، چھت کے نیچے اپنی آنکھیں								
چھت کے ۲ ۲	او پر ۲ ۲	با دل ۲ ۲	بر سی ۲ ۲،	چھت کے ۲ ۲	نی چے ۲ ۲	اپ نی ۲ ۲	آ کھی ۲ ۲	کل ماترا ۳۲
فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	فعْ لن	
تن کی اس گیلی مٹی کو گھل گھل کر بہہ جانا بابا								
تن کی ۲ ۲	اس گی ۲ ۲	لی مٹ ۲ ۲	ٹی کو ۲ ۲،	گھل گھل ۲ ۲	کر بہ ۲ ۲	جا نا ۲ ۲	با با ۲ ۲	کل ماترا ۳۲

تمام اشعار کل ۳۲ ماتراؤں میں ہیں اور ہر مصرعے میں ۱۶ ویں ماترا پر وشرام ہے۔ مقامِ وشرام کو ہم نے سکتے (،) کی علامت سے ظاہر کیا ہے۔

غزل ۲۔

سب آنے والے بہلا کے چلے گئے
آنکھوں پر شیشے چمکا کر چلے گئے

بحرِ ہندی / متقارب مسدس مضاعف: فِعْلِ فعُول فعُول فعُول فعُول فعَل

راس چھند، کل ۲۲ ماترائیں، ۱۶ ویں ماترا پر وشرام۔

سب آنے والے بہلا کے، چلے گئے						
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲،	ف عل ۱ ۲	ف عل ۱ ۲	کل ۲۲ ماترا
سب آ	نے وا	لے بہ	لا کے،	چ لے	گ ئے	
آنکھوں پر شیشے چمکا کر، چلے گئے						
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲،	ف عل ۱ ۲	ف عل ۱ ۲	کل ۲۲ ماترا
آ کھو	پر شی	شے چم	کا کر،	چ لے	گ ئے	
اگر کبھی لوٹیں گے راکھ بٹوریں گے						

فع ل ۲ ۱	ف عو لن ۱ ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	ف عو لن ۱ ۲ ۲	فع ۲	کل ۲۲ ماترا
اگ ر	ک بھی لو	ٹی گے	را کھ	ب ٹو ری	گے	
جنگل میں جو آگ لگا کر چلے گئے						
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع ل ۲ ۱	ف عو لن ۱ ۲ ۲	ف عل ۱ ۲	گ ئے ۱ ۲	کل ۲۲ ماترا
جن گل	می جو	آ گ	ل گا کر	چ لے	گ ئے	
جب دو نالی نے رکھ پھیرا سب غازی						
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع ۲	کل ۲۲ ماترا
جب دو	نا لی	نے رکھ	پھی را	سب غا	زی	
اپنے اپنے ہاتھ اٹھا کر چلے گئے						
فع لن ۲ ۲	فع لن ۲ ۲	فع ل ۲ ۱	ف عو لن ۱ ۲ ۲	ف عل ۱ ۲	ف عل ۱ ۲	کل ۲۲ ماترا
اپ نے	اپ نے	ہا تھ	اُ ٹھا کر	چ لے	گ ئے	

○○○